نمبر ۶۲۱ کلام اردو کتب خانہ علوم دینیہ

(جملہ حقوق محفوظ)

ہدیۂ اثنا عشریہ

یعنی ترجمہ

تزہۂ اثنا عشریہ

جلد نہم

بجواب "تحفۂ اثنا عشریہ" مصنفہ شاہ عبدالعزیز صاحب مرحوم

محدث دہلوی مرشد اعلیٰ شاہان مغلیہ دہلی

7951

۶/۱۲ موجود

مقام اشاعت

دفتر فاضل مقبل دہلوی کشمیری دروازہ دہلی

مطبوعہ علمی پریس و ادریس المطابع دہلی

قیمت فی جلد غیر مجلد ۱۲؎ مجلد ۱۳؎ علاوہ محصول ڈاک وغیرہ

AsliAhleSunnet.com

نذرِ خاص

کتاب ہذا بصد ادب جناب سرکار شریعتمدار حجتہ الاسلام شمس العلما مولٰینا و مقتدانا حضرتِ مولوی سید نجم الحسن صاحب قبلہ امروہوی ثم لکھنوی مدظلہ العالی علیٰ رؤس الموالی کے نام نامی سے معنون کی جاتی ہے۔ کیونکہ ہندوستان میں یہی ذاتِ مقدس افق ملت بیضا کیلئے آفتابِ درخشاں کی مثال ہے۔ اور ادارہ "مدرستہ الواعظین" کی عملی تبلیغی خدمات نہ صرف اطراف ہند بلکہ حدود مغرب و مشرق میں بھی ضوفگن ہیں۔

کل شیعیان ہند عموماً اور کارکنان انجمن حسینی دہلی خصوصاً دست بدعا ہیں کہ بہ طفیل ائمہ معصومین باریتعالیٰ اس ذاتِ مقدس کو آفات ارضی و سماوی سے محفوظ رکھے۔ اور طولِ عمر عطا فرمائے۔ آمین

سید ذوالفقار حسین مقبل دہلوی

نبیرۂ حضرتِ شہید رابع

AsliAhleSunnet.com

هدیۂ اثنا عشریہ

یعنی ترجمہ

نزہۂ اثنا عشریہ

جلد نہم

مصنفہ

عالیجناب ثقۃ الاسلام والمسلمین آیۃ اللہ فی العالمین
مروج الشریعۃ سید المرسلین عارف الموید والعالم المسدد العلام
العالم الفقیہ الفاضل ملاذ العلماء شیخ الطائفہ سیدی وسندی
ومستندی میرزا محمد بن میرزا
عنایت احمد دہلوی
المتخلص بہ کامل الملقب
بہ شہید رابع صاحب
مجلدات نزہۂ اثنا عشریہ و تاریخ العلماء الرجال
وکتاب نہایۃ الدرایہ و تنبیہ الکمال الانصاف عن اختلافات الرجال الاخلاف
وغیرہ آں اعلی اللہ قبرہ روحاً وریحانہ واسکنہ فی الحبوحۃ الجنانہ

مترجمہ

عالیجناب مولینا و مقتدانا حضرت مولوی سید شریف حسین صاحب طاب ثراہ مترجم مجلدات نزہۂ اثنا عشریہ
جلد ششم و جلد اول و سوم و چہارم و تنزیہ الانبیاء و زاد العقبیٰ و تفسیر امام عسکری صلوٰۃ اللہ علیہ وغیرہ آں

زیر اہتمام نبیرۂ حضرت شہید رابع

عالیجناب [illegible] صاحب مولینا سید ذوالفقار حسین صاحب قبلہ مقبول [illegible] دہلوی [illegible] دہلی

AsliAhleSunnet.com

شکریۂ خاص

عالیجناب معلّی القاب قمقام الفقہا وطمطام الکملا اشرف العلماء اعظم الواعظین سلطان الذاکرین المعی زمان ولوذعی عصر جناب مولینا ومقتدانا حضرت مولوی سیّد محمد سبطین صاحب قبلہ سرسوی مدظلہ العالی علیٰ رؤس الموالی دلی شکریہ کے مستحق ہیں حضور ہی نے اس کتاب کی اشاعت میں خداداد دماغی قابلیت سے کام کرکے جس ایثار وخلوص کا اظہار فرمایا ہے وہ فی زمانہ مفقود ہے۔ نسخہ جات صحیحہ کی تلاش میں وقت صرف کیا۔ کل ترجمہ کو اصولی نقطۂ نظر سے ملاحظہ فرمایا۔ مشکوک ومشتبہ مقامات کو صاف کیا۔ مسائل مغلقہ اور متشابہ کو تشریح و تفصیل سے تحریر فرمایا۔ خداوند عالم اس ذات قدسی صفات کو صحت کاملہ وعاجلہ مرحمت فرماکر طول عمر عطا فرمائے۔ آمین ٭

مقبول دہلوی بقلمہ

AsliAhleSunnet.com

فہرست مضامین کتاب ہٰذا بقیہ صفحہ

مضمون	صفحہ
دیباچہ مصنف	١
ترجمہ دیباچہ	״
قول مصنف تحفہ اثنا عشریہ دربارۂ مذہب شیعہ	٢
حالات مختار بن ابو عبید	٣
اہل تصوف کے بعض فضائل کا بیان	٥
صوفیوں کے فرقے اور اُن کے عقائد	٦
اہل تصوف کے عقیدہ میں پیغمبری علامت تکمیل ایمان ہے	١٠
صوفیوں کے شبہات اور اُن کے جوابات	١١
مذہب امامیہ کا ماخذ	١٤
مثنوی حسب حال مصنف تحفۂ اثنا عشریہ	١٧
مصنف تحفہ کا مذہب	١٨
تولّے و تبرّے	٢٠
بعض صحابہ مرتد ہو گئے تھے	٢١
فوقیت لعن کی تردید	٢٤
لعن کرنا شرط ایمان نہیں	״
جواز لعن کا اثبات	٢٥
آنحضرتؐ نماز میں لعن کیا کرتے تھے	٢٧
لعن کرنا صحابہ کا فعل ہے	٢٨
قول مصنف تحفہ بنا بر عید غدیر اور عید باب الشجاع	٢٩
نوروز	٣٠
عید کی تحقیق	٣١
عید غدیر کے عید اکبر ہونیکی وجہ	٣٢
تحقیق عید نہم ربیع الاوّل	٣٦
اختلاف تاریخ قتل حضرت عمر بن خطاب	٣٧
روز قتل حضرت عمر کی تحقیق	٣٨
روز نوروز کی تحقیقات	٣٩
سجدۂ تعظیمی اور بحث اور اسکی تردید	٤٦
صوفیوں کے ہاں سجدۂ تعظیمی کا جائز ہونا	٤٧
خاندان تیموریہ میں سجدۂ تعظیمی کا رواج	٤٨
شاہجہاں کا رسم سجدہ کو بند کرنا اور رسم زمین بوسی کو جاری کرنا	٤٩
ابو حنیفہ کے نزدیک شمس و قمر کو سجدہ کرنا کفر نہیں	٥٠
بنی اسرائیل کا غسل برہنہ	״
صاحب بخاری کے نزدیک ننگا نہانا جائز ہے	٥١
بعض حنفیہ کے نزدیک پہلی شریعتوں پر عمل کرنا لازم ہے	٥٢
طریق استنجا	٥٤
آب قلیل نجاست سے ملکر نجس نہیں ہوتا	٥٧
قول محقق شریف امام غزالی	٥٨
حضرت عمر کا نصرانیہ عورت کے گھڑے سے وضو کرنا	٥٩
نجاست آب کے بارے میں قول بخاری	٦٠
آب استنجا محدثین کے نزدیک پاک ہے	٦١
پانی نجاست پر گر کر نجس نہیں ہوتا	٦٢

AsliAhleSunnet.com

مضمون	صفحہ
نجاست حقیقیہ میں آسانیاں	۶۳
ابوحنیفہ کے نزدیک استنجا واجب نہیں	״
استنجا کے باب میں اقوال مختلفہ	۶۴
مقام استنجا میں نجاست معفو کی مقدار اور اسکا غیر معتبر ہونا۔	۶۵
بلا استنجا کئے پسینے کا آنا مانع نماز نہیں	۶۶
امامیہ کے نزدیک شراب حرام اور نجس ہے	۶۹
ولید کا بام کعبہ پر شراب پینا	״
بعض علماء اہلسنت کے نزدیک شراب پاک ہے	۷۰
کیفیت ودی اور اسکا حکم	۷۱
احمد اور شافعی کے نزدیک منی پاک ہے	۷۳
کتا امام مالک کے نزدیک پاک ہے	״
منی اور مذی کے باب میں اقوال اہلسنت	۷۴
حقیقت مذی اور شرح اسباب	۷۶
بروایت اہلسنت ودی ناقض وضو نہیں	״
طریق استبرا	۷۷
اہلسنت کے نزدیک بچے کا پیشاب پاک سمجھا جاتا ہے	۸۰
اثنائے نماز میں حدث کا واقع ہونا وضو نماز کا مبطل نہیں۔	۸۲
استبرا کے فوائد اور اسکا ثبوت	۸۴
مختلف عجیب و غریب مسائل	۸۵
بیت کے احکام	۸۷
ضرورتاً حکم نجاست ساقط ہوجاتا ہے	۸۹

مضمون	صفحہ
بحری جانوروں کے حلال و حرام کی تفصیل	۹۲
کتے اور سوٴر کا جھوٹا پانی پاک ہے	״
بحث وضو	۹۴
حدیث وضو	״
چہرے کی حدبندی	۹۵
وجہ کی تشریح	۹۷
عدم ورود روایت کا جواب	۹۸
وضو امیر المومنین ع	۹۹
تحدید چہرے کی مزید تشریح	״
بعض ضعیف راویوں کا ذکر	۱۰۰
تمام چہرہ دھونا واجب نہیں	۱۰۲
غسل جنابت میں وضو نہ کرنے پر اعتراض	۱۰۳
غسل جنابت کیساتھ وضو واجب نہیں	۱۰۴
غسل جنابت کے بعد وضو بدعت ہے	״
قبل از غسل بھی وضو ثابت نہیں	۱۰۵
احادیث بطریق عامہ درباب غسل جنابت	۱۰۶
احادیث بطریق امامیہ درباب غسل جنابت	۱۰۸
غسل جنابت میں وضو نہیں	۱۱۰
وضو سے لغوی معنی مراد ہیں نہ اصطلاحی	۱۱۱
طریق غسل بطریق امامیہ	۱۱۲
وضو کا استعمال لغوی معنی میں حسب اقوال علمائے اہلسنت	״
یک ضربی تیمم پر اعتراض	۱۱۵
تیمم یک ضربی کا ثبوت بطریق امامیہ	۱۱۶
تیمم یک ضربی بطریق اہلسنت	۱۱۷

AhlAhleSunnet.com

مضمون	صفحہ
تیمم میں اختلاف علمائے عامہ	۱۱۹
اختلاف علمائے امامیہ درباب تیمم	۱۲۰
بائے بوجوہکم بعضیہ ہے	۱۲۳
معنی آیہ تیمم	۱۲۴
جبہہ عام اعضا میں اشرف ہے	۱۲۵
غسل نوروز پر اعتراض	؍؍
لفظ سنت کے تین معنی ہیں	؍؍
لباس مصلی	۱۲۷
تردید اعتراض	۱۲۸
بدن و لباس میں نجاست معفو بطریق اہلسنت	۱۲۹
اعتراض بر لباس مصلی	۱۳۰
معاف عورتیں بطریق اہلسنت	۱۳۲
حضرت عمر نے خون آلودہ لباس سے نماز پڑھی	۱۳۴
مصنف پر رد الزام	؍؍
قبلہ کے متعلق اعتراض	۱۳۵
احکام قبلہ	؍؍
نوافل میں ترک قبلہ کا جواز	۱۳۹
فتویٰ برخلاف سنت	۱۴۰
سجدۂ تلاوت میں قبلہ رو ہونا ضروری ہے	؍؍
مکان مصلی کے احکام	۱۴۱
مکان مصلی کے متعلق فتاوائے امام ابوحنیفہ	۱۴۲
صحابہ کا گندی جگہ میں نماز پڑھنا	۱۴۳
مکان مصلی کے متعلق مختلف فتاوے	۱۴۴

مضمون	صفحہ
من گھڑت گندے مسائل	۱۴۵
آب استنجا کا ذکر	۱۴۶
چہ بچہ کے متعلق حکم	۱۴۷
تطہیر کے مختلف طریقے	؍؍
پیشاب اور پاخانہ سے پانی نجس نہ ہونے کے متعلق اقوال۔	۱۴۹
قول داؤد ظاہری	؍؍
قول امام مالک	؍؍
قول حنفیہ۔ قول شافعیہ۔ قول مالکیہ	۱۵۰
قول محدثین۔ قول شافعیہ	؍؍
قول حنفیہ	۱۵۱
مصلی کے لباس اور بدن کی نجاست کی مختلف صورتیں اور ان کے احکام۔	۱۵۲
حکم طہارت حسب علم مکلف ہے نہ حسب واقع	۱۵۳
لباس نجس میں نماز پڑھنے کے بعد معلوم ہونے کا حکم	؍؍
نماز میں نجاست طاری ہونے کا حکم	۱۵۴
نماز میں ستر عورتین واجب ہے۔	۱۵۵
ستر عورتین کی تشریح	۱۵۷
ران عورتین میں داخل نہیں	۱۵۸
مالکیہ کے نزدیک برہنہ نماز ہونا درست ہے	؍؍
آئمہ اربعہ کے نزدیک عورتین کی حد	۱۵۹
منگھڑت گندہ اعتراض	؍؍
الزامی جواب بابت قطرات پیشاب	۱۶۰

AsliAhleSunnet.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
حالتِ نماز میں حرکت کرنے پر اعتراض	۱۶۱	نماز میں کھانے پینے پر اعتراض	۱۸۴
نماز میں حضورِ قلب ضروری ہے	"	دانستہ کھانا مبطل نماز واجب ہے	"
بعض غیر متعلق امور نماز میں جائز ہیں	۱۶۳	اس باب میں علمائے عامہ کے اقوال	"
فعل کثیر مبطل نماز ہیں	"	مصنف تحفہ کی افترا بندی	۱۸۶
فعل قلیل کی تشریح	۱۶۴	اظہار کذب و افترائے مصنف	"
نماز میں فعل مفید کا بجا لانا جائز ہے	۱۶۵	الزامی جواب	۱۸۷
حنفیہ کے امور غیر متعلق نماز کا جواز	۱۶۶	لفظ بلل پر بحث	۱۸۸
فعل کثیر میں مختلف اقوال	۱۶۹	خروج مذی کے اسباب	"
شخص مفروضہ کا فعل شریعت کی رخصت کے موافق ہے	۱۷۰	اعتراض مصنف	"
حکایت ابو برزہ اسلمی صحابی	۱۷۱	قبور کو سجدہ کرنے کی مخالفت ہے نہ کہ وہاں نماز پڑھنے کی	۱۸۹
نماز میں سورہ ہائے عزائم پڑھنے پر اعتراض	۱۷۳	مقابر منبوشہ میں نماز منع ہے	۱۹۰
جواب از تحریرات و اقوال اہلسنت	"	یہود و نصاریٰ قبروں کو سجدہ کرتے تھے	"
دلائل معقول و منقول	"	جمع بین الصلوٰتین پر اعتراض	۱۹۲
مالک کے نزدیک سورہ سجدہ نماز میں پڑھنا مکروہ ہے	۱۷۵	جمع کے باب میں علمائے اہلسنت کے اقوال	۱۹۳
اعتراض تحریف قرآن	"	تقسیم اوقات بطریق حکیمانہ	۱۹۴
قرآن میں نقصان ہوا ہے لفظی تغیر و تبدل نہیں ہوا	۱۷۶	دلائل قرآنی در تقسیم اوقات	۱۹۶
روایت مسلم درباب نقصان	"	دلیل اوّل	"
روایت حاکم	۱۷۷	دلیل دوم	۱۹۶
دوسری روایت	۱۷۸	جمع بین الصلوٰتین پر علمائے اہلسنت کا اجماعی قول	۱۹۷
تیسری روایت	"	احادیث بطریق امامیہ	۱۹۸
مصحف ابی و مصحف ابن مسعود کی قرأت نماز میں جائز ہے	۱۷۹	احادیث بطریق اہلسنت	"
نماز میں خود تحریف کردہ آیات کی قرأت جائز ہے	"	حدیث اوّل	"
تحریفات کی مختلف صورتیں اور ان کے احکام	۱۸۰	حدیث دوم	"

AsliAhleSunnet.com

مضمون	صفحہ
حدیث سوم	۱۹۸
حدیث چہارم	،،
حدیث پنجم	۱۹۹
حدیث ششم	،،
حدیث نہم	۲۰۰
حدیث دہم	،،
حدیث یازدہم	۲۰۱
روایت موطار	۲۰۲
روایت حاکم	،،
روایت سوید بن سعید	،،
عکرمہ خارجی ہے	۲۰۳
عہد آنحضرت میں استمرار جمع بین الصلوتین پر عمل کیا جاتا تھا	،،
لفظ کان کے معنی	،،
بعض اختلافات روایات زیر بحث	۲۰۴
اکثر تاویلات رکیک اور ضعیف ہیں	۲۰۷
اثبات حقیقت مذہب امامیہ	۲۱۰
تردید اعتراض	،،
امامیہ کا عمل خلاف قرآن نہیں	،،
عمل امامیہ سنت رسول کے مطابق ہیں	۲۱۱
آئمہ اہلسنت کے اقوال امامیہ کے موید ہیں	۲۱۲
مصنف کا کذب صریح	،،
قصر و افطار پر اعتراض بیجا	،،
قصر و افطار کے احکام	۲۱۳

مضمون	صفحہ
لفظ اذا کی تشریح	۲۱۴
مواقع کثرت اتمام اور افطار میں فرق	،،
احکام سفر پر اعتراض	۲۱۵
قصر کے بعض احکام	،،
کثیر السفر کے باب میں اختلاف	۲۱۶
رفع توہم مصنف	۲۱۶
نماز سفر پر دوسرا اعتراض	۲۱۷
حوالہ جامع عباسی	،،
لفظ اذا کی تشریح از تفسیر کبیر	۲۱۸
آیہ اذا ضربتم پر معقول بحث	،،
قصر و اتمام میں اختلاف آئمہ اربعہ	۲۱۹
عائشہ و عثمان کے نزدیک قصر و اتمام مساوی ہیں	،،
عثمان کا خلاف سنت رسول منیٰ میں چار رکعت نماز پڑھنا	۲۲۰
نماز جمعہ پر بحث	۲۲۱
بنائے اعتراض قول متروک ہے	۲۲۲
الزامی جواب	،،
حنفیوں کے نزدیک نماز جمعہ میں سلطان کی اجازت ضروری ہے	۲۲۳
میت پر جزع فزع کرنے پر اعتراض	،،
صبر کی مدح بہ اقوال امامیہ	۲۲۴
اظہار رنج و قلق مصلحتاً جائز ہے	،،
جناب رسالتمآب کا اظہار قلق فرمانا	،،
اظہار درد والم فطرت میں ہے	۲۲۵
اس باب میں اقوال فقہائے اہلسنت	،،

AsliAhleSunnet.com

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
اعتراض	۲۲۵	قول سعید بن مسیب	۲۴۵
غوطہ لگانیکے باب میں علمائے امامیہ کے اقوال	۲۲۶	اعتکاف کے متعلق دوسرا اعتراض	۲۴۶
مذہب اہلسنت کے موافق ارتماس کا مفطر صوم ہونا	۲۲۷	دعوئے اجماع باطل ہے	۲۴۷
اعتراض مصنف	۲۲۹	ردّ اعتراض بر مصنف	؍؍
مسئلہ وطی کی مختلف صورتیں اور اُسکے احکام	۲۳۱	امام مالک بھی خوشبو کو مکروہ جانتے ہیں	؍؍
احکام اکراہ و اجبار	۲۳۲	وجوہ حرمت خوشبو	۲۴۸
اعتراض مصنف	؍؍	علمائے مغرب کا قول شنیع	؍؍
تعریف صوم	؍؍	مسئلہ زکوٰۃ پر اعتراض	؍؍
تردید قول مصنف	۲۳۳	زکوٰۃ کی بابت احادیث اہل سنت	۲۴۹
حنفیہ کے نزدیک بعض چیزوں کا نگلنا مبطل روزہ نہیں	۲۳۴	مالک کا قول	۲۵۲
روزے میں ادنے کھانا	؍؍	تحقیق لغات و معانی	؍؍
روزۂ عاشورہ میں مختلف اقوال	۲۳۶	احادیث امامیہ	۲۵۳
روزۂ عاشورہ روزۂ اصطلاحی شرعی نہیں روزۂ لغوی ہے	۲۳۷	لفظ کنز کی تشریح	۲۵۴
روز یوم الشک میں تجزیہ	۲۳۸	شرائط زکوٰۃ	۲۵۵
شافعی کے نزدیک روزہ نفل کی تجزی جائز ہے	۲۳۹	ذکر زکوٰۃ زیورات	؍؍
تجزی صوم عاشورہ مالکیہ کے نزدیک جائز ہے	۲۴۰	الزامی جواب	۲۵۸
دفعیہ تشنیع	۲۴۱	اقوال علمائے امامیہ	؍؍
روزۂ روز غدیر پر اعتراض	؍؍	اہلسنت کے نزدیک حیلہ کرنیسے زکوٰۃ ساقط ہوجاتی ہے	۲۵۹
سنت کے معنی کی تفصیل	؍؍	مصنف کے سکہ غیر رائج کی نسبت اعتراض کی تردید	۲۶۰
مصنف کا دعویٰ بے دلیل ہے	۲۴۲	مصنف کے تیسرے اعتراض بے اصل کی تردید	۲۶۱
روزۂ روز غدیر پر اہلسنت کی شہادتیں	؍؍	زکوٰۃ نو چیزوں پر واجب ہے	۲۶۲
روزۂ روز غدیر ساٹھ ماہ کے روزوں کا ثواب رکھتا ہے	؍؍	اشیائے زکوٰۃ واجبہ کے متعلق احادیث	؍؍
الزامی جواب	۲۴۴	مال تجارت پر زکوٰۃ مستحب ہے واجب نہیں	۲۶۳

AsliAhleSunnet.com

مضمون	صفحہ
مصنف کے فقرہ اول کی تردید	۲۶۴
مزید اعتراض	؍؍
احوال تجارت کی مزید تشریح	۲۶۵
یہ اعتراض مذہب امامیہ و اہلسنت میں مشترک ہے	؍؍
زکوٰۃ کا اصلی مصرف	۲۶۶
واپسی زکوٰۃ کی صورت	؍؍
مسئلہ حج پر اعتراض	۲۶۷
معنی استطاعت پر بحث	؍؍
تردید اعتراض	۲۶۸
محض لفظی نزاع ہے	؍؍
قول زیر بحث میں اہلسنت بھی شریک ہیں	؍؍
ایک ماہ کی تخصیص اور حوالہ شرائع غلط ہے	۲۶۹
بقول ابو یوسف بعد واپسی ایک ماہ کا خرچ باقی رہنا ضروری ہے	۲۷۰
حج کے متعلق دیگر اعتراض	۲۷۱
مصنف کا سفید جھوٹ	؍؍
لباس حج کی تشریح	؍؍
حنفیہ کے نزدیک طواف میں طہارت اور ستر عورت شرط نہیں	۲۷۲
حج پر مزید اعتراض	۲۷۳
آداب حج دافع اعتراض	؍؍
نقل اقوال ابوحنیفہ و مالک	؍؍
حج پر مزید اعتراض	۲۷۴
اقوال علمائے امامیہ درباب کفارہ شکار	؍؍
عدم تکرار کفارہ کے بعض علمائے اہلسنت بھی قائل ہیں	۲۷۵

مضمون	صفحہ
ابن عباس اور شریح بھی اسکے قائل ہیں	۲۷۵
جہاد اور کنیزان غنیمت کے متعلق اعتراض	؍؍
والدۂ محمد بن حنفیہ کی طرف اشارہ	۲۷۶
اقسام جہاد اور اُن کے احکام	؍؍
تحلیل جواری کیطرف اشارہ	۲۷۷
خولہ بنت خولہ کی اسیری اور نکاح کا ذکر	۲۷۸
مسائل نکاح پر ایراد	۲۸۱
عقود کس زبان میں ہونے ضروری ہیں	؍؍
علمائے امامیہ کے اقوال	؍؍
ترغیب و تحریص تعلیم زبان عرب	۲۸۳
وصیت شاہ ولی اللہ	؍؍
حدیث مستدرک	؍؍
شافعی کے نزدیک غیر عربی میں بولنا مکروہ ہے	۲۸۴
مسئلہ میراث پر اعتراض	؍؍
بیٹے کا سارا مال باپ کا مال ہے	۲۸۵
مسئلہ تجارت پر اعتراض	۲۸۵
تشریح مسئلہ	؍؍
حدیث درباب ترک نفع	۲۸۶
مسئلہ رہن پر اعتراض	؍؍
قبضہ رہن میں علمائے امامیہ میں اختلاف	۲۸۷
آئمہ اہلسنت میں بھی اختلاف ہے	؍؍
مسئلہ رہن منفعت	۲۸۹
مصنف کا کذب	۲۹۰

AsliAhleSunnet.com

مضمون	صفحہ
مسئلہ وطی کنیز مرہونہ	۲۹۰
مسئلہ رہن اُم الولد	״
کنیز کو بطور قرض دینا عامہ کے نزدیک جائز ہے	۲۹۱
اُم الولد کے باب میں علمائے امامیہ کا اختلاف	״
حوالہ عطا ابن رباح	۲۹۲
اشعار جامی درباب جواز وطی دبر نزد مالک	״
مسئلہ حوالہ پر اعتراض	״
توضیح مسئلہ	۲۹۳
علمائے اہلسنت کا بھی اس مسئلہ میں باہم اختلاف ہے	۲۹۵
مسئلہ امانت مالِ غصب پر اعتراض	۲۹۶
احکام امانت	״
واپسی امانت کا حکم عام ہے	״
ظالموں کی مدد کرنا حرام ہے	۲۹۷
مسئلہ امانت غصب کی تشریح	۲۹۸
حوالہ آیات درباب امر و نہی	۲۹۹
حوالۂ احادیث بطرق عامہ	״
جواز کذب کی صورتیں	۳۰۳
مال غیر کو بلا اجازت خیرات کرنیکی جائز صورتیں	۳۰۸
ابوحنیفہ کے نزدیک مال مغصوب کچھ تغیر اور کسی قدر	۳۱۰
خلط ملط کرنے سے مال غاصب ہو جاتا ہے	
حدیث پیشکردہ مصنف ضعیف ہے۔	״
مسئلہ غصب پر مزید اعتراض	۳۱۱
غاصب سے زیادہ لینا ظلم نہیں۔	۳۱۲

مضمون	صفحہ
بطور تعزیر مال لینے کی مثالیں	۳۱۳
مسئلہ امانت کنیز	۳۱۴
جواب اعتراض مصنف	״
مسئلہ تحلیل پر تعریض	۳۱۵
شرائط تحلیل	״
مِلک کی قسمیں	״
ما اور من کا فرق	۳۱۶
اقسام مِلک کی مزید تشریح	״
ان الفاظ کی تفصیل جن سے اہلسنت کے نزدیک نکاح ہو جاتا ہے	״
صیغۂ عقد تحلیل پر مزید روشنی	۳۱۷
عطا ابن رباح استاد ابوحنیفہ جواز تحلیل کا قائل ہے	״
حالات و مراتب عطا ابن ابی رباح	۳۱۸
اعتراض متعلق بچہ گم شدہ	۳۱۹
لقیط کی تشریح اور اسکا حکم	״
طفل ممیز میں ایک احتمال	۳۲۰
مسئلہ اجارہ	״
صیغۂ اجارہ کی نسبت توہم مصنف کا دفعیہ	۳۲۱
مسئلہ جہاد کے متعلق اعتراض	״
مسئلہ جہاد کی مزید توضیح	״
عدم جواز اجارہ کا الزامی جواب	۳۲۲
اعتراض مزید بر کنیز	״
جواب معقول بحوالہ ہدایہ	״
جواب الزامی	

AsifAhleSunnet.com

مضمون	صفحہ
صیغۂ ہبہ پر اعتراض	۳۲۳
مصنف کا اعتراض بے اصل ہے	،،
تحلیل پر مزید اعتراض	،،
تحلیل بلفظ ہبہ درست نہیں	،،
عاریت استمتاع امامیہ کے نزدیک جائز نہیں	۳۲۴
صیغۂ تحلیل بلفظ عاریت منعقد نہیں ہوتا	،،
الزامی جواب از روئے فقہ حنفیہ	،،
اعتراض بر اعادہ صدقہ	۳۲۵
تشریح مسئلہ و خبط مصنف	،،
ایک قول کی بنا پر اعتراض جائز نہیں	۳۲۷
دفعیہ وہم مصنف	،،
استدلال مصنف بے محل اور غیر معقول ہے	،،
حدیث مذکور و آیۂ اذا جئتم کی تشریح	۳۲۸
واپسی صدقہ و ہبہ کی صورتیں اہلسنت کے نزدیک	،،
اقوال علمائے اہلسنت	۳۲۹
وقف گریہ پر اعتراض	،،
مسئلہ وقف حیوانات کی تشریح	،،
آئمہ اہلسنت کے اقوال۔	۳۳۰
مصنف کی ظریفانہ تعریض کا جواب	،،
معاندانہ بے اصل اعتراض	۳۳۱
مسئلہ کی اصلی صورت	،،
مناسب تشریح	،،
حنفیہ بھی اس مسئلہ میں امامیہ سے متفق ہیں	۳۳۲
حوالہ فتاوائے عالمگیریہ	۳۳۲
منفعت اسکے مستحق کو پہنچتی ہے ورنہ لائن کیطرف عود کرتی ہے	،،
نکاح اور متعہ پر بے جا تعریض	۳۳۳
احکام نکاح کی تشریح	،،
نکاح بنظر ناکحین پانچ قسم پر ہے	۳۳۴
علمائے عامہ کے اقوال	،،
صوفیہ کے نزدیک ترک نکاح مستحب ہے	،،
مصنف کے کذب و افترا پر اظہار تعجب	۳۳۵
آخری قضیے کا معقول جواب	،،
مسئلہ نکاح پر مزید اعتراض	،،
بعض علمائے عامہ نجوم پر عامل ہیں	،،
شرح مسند شافعی کا حوالہ	۳۳۶
ابن شریح کا قول	،،
محمد بن مقاتل منجمین کے متفق علیہ قول پر عمل کیا کرتا تھا	۳۳۷
مقصد شرع وحدانیت ہے	،،
اس میں تقلید اہل نجوم نہیں	۳۳۸
اس مسئلہ کی توجیہ	،،
مصنف کے اس مسئلہ میں مخالفت کرنیکی خاص وجہ	۳۳۹
نتیجہ آخری	،،
نکاح پر مزید اعتراض	،،
کم عمر میں جماع کرنیکے نقائص	۳۴۰
اس مسئلہ کا مدرک	،،
نکاح بی بی عائشہ اور وقت زفاف	۳۴۱

AsliAhleSunnet.com

مضمون	صفحہ
نتیجہ قابل داد	۳۴۱
مسئلہ نکاح پر مزید بے جا اعتراض	۳۴۲
مصنف کی افترا بندی	،،
دوسری افترا	،،
مصنف نے آیۂ قرآنی کو بے محل پیش کیا ہے	،،
وطی فی الدبر کے متعلق اعتراض	۳۴۳
فرج کی تشریح	۳۴۴
مسئلہ وطی فی الدبر میں اقوال امامیہ	،،
افترائے مصنف	۳۴۵
حرث تشریح	،،
انّٰی کے معنی	،،
انّٰی اور کیف میں فرق	۳۴۶
روایات عامہ کا خلاصہ مطلب	،،
روایات عامہ در تفسیر آیہ حرث	۳۴۷
خلاصہ تقریر مذکور	۳۶۱
اعتراض مصنف بیجا ہے	،،
احادیث پیش کردہ مصنف ضعیف ہے	۳۶۲
وطی فی الدبر کی ممانعت میں تمام حدیثیں ضعیف ہیں	۳۶۳
مسئلہ متعہ پر اعتراض	۳۶۵
متعہ کی خرابیاں	۳۶۶
تحریم متعہ کے دلائل	،،
قرأت عبداللہ بن مسعود پر بحث	۳۶۸
اباحت متعہ ثابت ہے مگر نسخ متعہ ثابت نہیں	۳۷۰
اباحت متعہ میں احادیث بطریق عامہ	۳۷۰
متعہ کو عمر فاروق نے منسوخ کیا	۳۷۱
حوالہ تفسیر کبیر	،،
حوالہ ازالۃ الخفا	،،
احتجاج عمران بن حصین	۳۷۲
آیۂ متعہ	،،
اگر عمر متعہ کو منع نہ کرتے تو شقی کے سوا کوئی زنا نہ کرتا	۳۷۳
آیۂ قرآنی سے ثبوت متعہ	،،
یہ آیت محض حکم متعہ کے لئے خاص ہے	۳۷۴
آیۂ متعہ الگ ہے اور آیۂ نکاح الگ	،،
متعہ اور نکاح کے مہروں میں فرق	،،
دونوں کے طریق حلیت میں فرق	۳۷۵
مصنف کی بیباکانہ تحریر پر افسوس	،،
مصنف کی صورت مفروضہ کی تردید	،،
عزل جائز ہے۔ اور عدہ واجب ہے	۳۷۶
مدت عدہ زن متعہ	،،
مصنف کے تمام اعتراضات بعینہ طلاق پر بھی عائد ہوتے ہیں	،،
نکاح کی مختلف صورتیں اور انکے احکام بموجب مذہب مالک	۳۷۸
اعتراضات مصنف صحابہ کرام پر بھی وارد ہوتے ہیں بلکہ خود رسول پر بھی	۳۷۹
رسمی بیخبری دونو صورتوں میں ہے	،،
عدم زوجیت زن متعہ کا دعویٰ باطل ہے	۳۸۰
دائمی زوجہ بعض صورتوں میں میراث وغیرہ حقوق سے محروم ہو جاتی ہے	،،
زن متعہ زوجہ ہے۔ جیسے زن منکوحہ	۳۸۱

AsliAhleSunnet.com

مضمون	صفحہ
تردید قول مصنف	۳۸۲
نکاح دائمی اور نکاح متعہ کے مقاصد میں فرق	۳۸۳
انکار آیہ متعہ کی تردید	؍؍
قرأت الی اجل مسمّٰی درست ہے	۳۸۴
مخالفت نظم قرآن کی تردید	؍؍
متعہ اور زنا میں فرق	۳۸۵
قول مصنف کا ماخذ ابوبکر رازی کا قول ہے	؍؍
ابتغاء بہ مال ہر حال میں لازم نہیں ہے	۳۸۶
نہ ملنا نہ ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتا	۳۸۷
ابو حنیفہ نے قرأۃ شاذہ پر فتویٰ دیا ہے	۳۸۸
قول مصنف قول ابو حنیفہ کے خلاف ہے	؍؍
قرأت الی اجل مسمی دیگر آیات کے خلاف نہیں	۳۸۹
آیہ متعہ کا وسط میں آنا باعث تحریف نہیں	؍؍
نکاح متعہ نکاح جواری کا منافی نہیں	۳۹۰
آیہ فما استمتعتم کو بجائے متعہ نکاح دائمی پر محمول کرنے سے نظم قرآنی میں خلل آتا ہے۔	؍؍
ان آیات میں تین قسم کے نکاحوں کا ذکر ہے۔	؍؍
روایات اہلسنت درباب متعہ	۳۹۵
ابن زبیر کی تعریض ابن عباس پر	؍؍
متعہ کو عمر نے منع کیا ہے	۳۹۶
خبر واحد ناسخ کتاب نہیں ہو سکتی	؍؍
قول عمر باعث اجماع نہیں ہو سکتا	۳۹۷
صحابہ قول عمر کے خلاف تھے	؍؍

مضمون	صفحہ
قول عمر کی تاویل	۳۹۸
روایات نسخ میں اضطراب	۳۹۹
اس روایت میں نہایت ضعف ہے	؍؍
یہ روایت بھی صحیح نہیں	۳۹۹
فتح مکہ سے روز اوطاس مراد ہے	۴۰۰
حجۃ الوداع میں بھی متعہ جاری تھا	؍؍
متعہ کا بار بار مباح اور منسوخ رہنا	۴۰۱
متعہ دوریہ محض افترائے مصنف ہے	۴۰۲
حنفیہ کے نزدیک نکاح دوریہ جائز ہے	۴۰۳
مسئلہ رضاعت پر اعتراض	۴۰۴
تشریح رضاعت بہ روایات عامہ و خاصہ	۴۰۵
عمل بہ احتیاط کی جائز صورت	۴۰۶
دس دفعہ دودھ پینے کے حکم کی منسوخی پر دعوائے اجماع بے اصل ہے	۴۰۷
مسئلہ طلاق پر اعتراض	؍؍
مسئلہ طلاق کا مناسب فکر	؍؍
مصنف کے اعتراض پر اظہار تعجب	۴۰۸
تشریح صیغہ ہائے طلاق	۴۰۹
دعویٰ بے دلیل	؍؍
طلاق لفظ انت طالق میں منحصر ہے	۴۱۰
اشکال کی توضیح اور اسکا بے محل استعمال	۴۱۲
طلاق میں شہادت واجب ہے	۴۱۶
مصنف کا غلط دعویٰ ہے	؍؍
نکاح اور طلاق کا باہمی فرق	؍؍

AsliAhleSunnet.com

مضمون	صفحہ
طلاق میں شہادت کا ہونا واجب ہے	۴۱۷
وجوب شہادت کی وجوہات	؍؍
طلاق پر مزید اعتراض	؍؍
کنایہ سے طلاق نہیں ہوتا	۴۱۸
وجہ غلطی مصنف	؍؍
تشریع کا الزام غلط ہے	۴۱۹
غیبت اور حضور میں فرق ضرور ہے	؍؍
مسئلہ مقطوع الذکر سلیم الخصیتین پر اعتراض	۴۲۰
یہ مسئلہ اختلافی ہے	؍؍
وجوہ اختلاف	؍؍
مسئلہ مقطوع الذکر علمائے عامہ و خاصہ میں مختلف فیہ ہے	۴۲۱
علمائے عامہ کا اختلاف	؍؍
مسئلہ ظہار پر اعتراض	۴۲۲
مسئلہ اختلافی ہے	؍؍
جواب مصنف بغرض تسلیم قول مصنف	۴۲۳
مظاہر کا قصد اضرار ظہار کا مانع ہے	؍؍
ظہار میں مرد کا قصد معتبر ہے عورت کی حالت کا کچھ بھی اثر نہیں	۴۲۴
ظہار پر اعتراض مزید	۴۲۵
کفارات ظہار	؍؍
حالت عجز از کفارہ میں اختلاف علماء	؍؍
اٹھارہ روزے مقرر کرنیکی وجہ	۴۲۶
مسئلہ لعان پر اعتراض	؍؍
مسئلہ لعان میں علمائے امامیہ کے تین قول	؍؍

مضمون	صفحہ
دخول شرط کمال ہے	۴۲۷
حکایت زوجہ رفاعہ	؍؍
اعتراض مصنف رفع ہوگیا	۴۲۸
امامیہ قیاس پر عامل نہیں	؍؍
عتق پر اعتراض	؍؍
یہ مسئلہ بھی اختلافی ہے	؍؍
وجہ شک	۴۲۹
لفظ تحریر عتق پر صریحاً دلالت کرتا ہے	؍؍
لفظ عتق مقصود پر صریحاً دال نہیں	۴۳۰
مزید اعتراض	؍؍
فک رقبہ سے آزادی کو جائز نہ جاننے کی وجہ	؍؍
لفظ صلوٰۃ کے مختلف استعمال	؍؍
مزید بے اصل اعتراض	۴۳۱
مصنف کی خیانت	؍؍
مخالف مذہب کا آزاد کرنا جائز ہے	۴۳۲
کفارہ کی آزادی میں کچھ اختلاف ہے	؍؍
ایمان سے یہاں مطلق اسلام مراد ہے	؍؍
ایمان اور کفر کے خاص اطلاقات	۴۳۳
بعض علمائے عامہ کے نزدیک بچہ کا آزاد کرنا جائز نہیں	؍؍
معذور غلام و کنیز کے متعلق اعتراض	۴۳۴
حدیث شریف متعلقہ مسئلہ مذکور	۴۳۵
معذور غلام و کنیز کا نفقہ مالک پر لازم ہے	؍؍
نوکر اور غلام کا فرق	۴۳۶

AsliAhleSunnet.com

مضمون	صفحہ
ایسی صورتیں جنمیں بلک بلا ارادہ مالک شرعاً اس کی ملکیت سے نکل جاتی ہے۔	۴۳۶
مسئلہ ام الولد کے متعلق اعتراض	۴۳۷
استیلاد کے معنی	"
کنیز کب اُم الولد کہلا سکتی ہے	۴۳۸
اختلاف آئمہ اہلسنت در اسقاط علقہ و مضغہ	"
اقوال علمائے امامیہ	"
ایک قول پر اعتراض مناسب نہیں	۴۳۹
چالیس روز تک نطفہ کے نام سے پکارا جاتا ہے	"
حدیث	"
منی پر رحم میں جاکر مختلف حالتیں گذرتی ہیں	۴۴۰
نطفہ کی مختلف حالتوں کا بیان	"
نطفہ کے تغیرات بقول حکماء	۴۴۱
مصنف پر مرض اور درد کا غلبہ تھا۔	۴۴۴
سقوط اور خروج منی میں فرق نہیں کیا	"
یہ اعتراض مشترک الورود ہے	"
کامل الخلقت ہونا استیلاد میں معتبر نہیں	"
مصنف کا قول خلاف ہے۔	۴۴۵
اعتراض رہن کنیز کے متعلق	"
یہ اعتراض محض کذب و افترا ہے	"
اُم الولد ہونیکے لئے بحالت ملکیت حاملہ ہونا ضروری ہے	۴۴۶
نذر اور قسم کے متعلق اعتراض	"
احادیث سے ثبوت	۴۴۷
یمین اور تین اور تین کی تشریح	"
نفی یمین سے نفی صحت یمین مراد ہے	۴۴۸
مسئلہ حج پر اعتراض	۴۴۹
مصنف نے خیانت اور تحریف سے کام لیا ہے	"
نقل اقوال علمائے امامیہ	"
قول شیخ طوسی علیہ الرحمہ	۴۵۰
علماء نے اس قول کی تضعیف کی ہے	"
قول ابو حنیفہ بالکل اس قول سے ملتا ہے	"
الزامی جواب	۴۵۱
نذر کے متعلق مزید اعتراض	"
یہ مسئلہ اختلافی ہے	۴۵۲
نذر کا قیاس نکاح وغیرہ میں درست نہیں	"
زہری و بعض مالکیہ کے نزدیک طلاق محض دلی قصد سے ہو جاتی ہے	۴۵۳
حدیث ان اللہ تجاوز سے یہاں استدلال درست نہیں	"
حدیث مذکور کے معنی اور مطلب	۴۵۳
نیت کے معنی اور اس کا طریق	۴۵۴
بدعتی کے معنی	"
زمانہ غیبت میں قضایا کے متعلق اعتراض	"
جمہور امامیہ کا قول	۴۵۵
صفات قاضی	"
مصنف نے قول شاذ کی بنا پر اعتراض کیا ہے	۴۵۶
الزامی جواب	"
اقامہ حدود میں امام کا ہونا شرط ہے	"
قاضی کے لئے لکھنا پڑھنا جاننے کی ضرورت نہیں	۴۵۷
علمائے امامیہ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے	"

AsliAhleSunnet.com

مضمون	صفحہ
مصنف کا استدلال درست نہیں	۴۵۷
آنحضرت علم کتاب رکھتے تھے	۴۵۸
صلحنامہ حدیبیہ سے آنحضرت کا علم کتابت لکھنا ثابت ہے	״
علمائے افریقیہ میں باجی علم کتابت کا قائل ہے	۴۶۰
باجی کا علمائے وقت سے اس باب میں مناظرہ	״
حاکم وقت کے دلائل	۴۶۱
آیۂ کریمہ میں علم کتابت کی نفی نہیں ہے	״
بقول مصنف قاضی محض جاہل ہونا چاہیے	״
حوالہ فتاوائے بزازیہ	۴۶۲
قاضیوں کا قیاس آنحضرت پر درست نہیں	״
ایک دعوے بلا شہادت پر اعتراض	۴۶۳
حضرت ابوبکر نے بحرین کا تہائی مال بلا ثبوت و شہادت دیدیا	״
دوسرا دعویٰ جو بلا شہادت منظور ہوا	״
مال بحرین سے ڈیڑھ ہزار درہم بلا شہادت و بے ثبوت دیا گیا	۴۶۴
ابن بابویہ علیہ الرحمہ کی روایت کا مطلب	״
مذہب شافعی میں بھی ایسا فیصلہ موجود ہے	״
مسئلہ قذف پر اعتراض	۴۶۵
جواب معقول	
شافعی کے نزدیک قاذف کو قسم دینا درست ہے	״
مصنف کا حوالہ غلط ہے	״
مسئلہ شہادت پر اعتراض	۴۶۶
مسئلہ شہادت میں امامیہ کا مذہب مشہور	״
بچوں کی قبولیت شہادت کی وجہ وجیہہ	״
یہ بعض علماء کا قول ہے	۴۶۶

مضمون	صفحہ
امام مالک کے نزدیک بچوں کی شہادت مقبول ہے	۴۶۷
مصنف کی تشنیع کا زیادہ ترحقدار	״
مصنف کا استدلال درست نہیں	״
ابوحنیفہ کے نزدیک شہادت کفار مقبول ہے	۴۶۸
ذبیحہ پر اعتراض	״
اقوال علمائے امامیہ	״
ترجمہ آیات	״
تشریح ازلام	״
یہود و نصاریٰ کا ذبیحہ بنصوص کتاب و سنت کے موافق حرام ہے	۴۶۹
علمائے حضرمی کے استفسار کا جواب	۴۷۰
بعض علمائے اعلام اہلسنت اسی قول کے قائل ہیں	״
اعتراض مزید	۴۷۱
ناصبی کا ذبیحہ حرام ہے	״
شافعی کے نزدیک بے تسمیہ ذبیحہ حلال ہے	״
بروایتے مالک بھی ذبیحہ میں شافعی کا ہم طریق ہے	״
حوالہ شرح لمعہ	۴۷۲
اس قول میں اہلسنت سے تارک تسمیہ مراد ہے	״
تسمیہ کے باب میں آئمہ اہلسنت کا اختلاف	۴۷۳
استقبال قبلہ پر اعتراض	״
امامیہ آنحضرت کی پیروی کرتے ہیں	״
آنحضرت ہمیشہ ذبیحہ کو قبلہ رو فرماتے تھے	״
اختلاف اقوال	۴۷۴
مسئلہ شکار پر اعتراض	۴۷۵
جواب معقول	״

AsliAhleSunnet.com

مضمون	صفحہ
مردار کے متعلق اعتراض	۴۷۵
کتاب اطعمہ اہلسنت میں عجائبات	،،
جمہور علمائے امامیہ کا قول	۴۷۶
ابوحنیفہ کے نزدیک مردار کا دودھ پاک ہے	،،
دھونے سے نجاست زائل ہوتی نہ کہ حرمت	،،
مصنف کا افترار	۴۷۷
جمہور علمار کے نزدیک وہ روٹی نجس ہے	،،
طوسی علیہ الرحمہ کا قول مضطرب ہے	۴۷۸
روایت شاذ اور اسکی سند ضعیف ہے	،،
کوئیں محض نجاست پڑنے سے نجس نہیں ہوتے	۴۷۸
روایت مذکور پر مزید روشنی	۴۷۹
جواب بفرض تسلیم قول مصنف	،،
حوالہ تذکرہ کچھ مفید نہیں	،،
اطعمہ کے باب میں اہلسنت کے چند عجیب اقوال	،،
اشیار خوردنی پر مزید اعتراض	۴۸۰
مصنف کا افترار و اختراع	،،
الزامی جواب	،،
اشیار خوردنی پر مزید بحث	۴۸۱
کر کے احکام	،،
آب کثیر میں مختلف اقوال فقہائے اہلسنت	،،
الزامی جواب بربنائے تحدیدات مختلفہ آب کثیر	۴۸۲
بموجب اقوال علمائے اہلسنت آب قلیل بھی نجاست کے پڑنے سے نجس نہیں ہوتا	۴۸۳
بیر بضاعہ مدینہ کی کیفیت اور اسکا استعمال	۴۸۳
حوالہ شرح مسند شافعی	۴۸۴
اشیار خوردنی پر مزید فرضی اعتراض	۴۸۵
اقوال علمائے امامیہ درباب نجاست آش	،،
ابوحنیفہ کا مشہور مسئلہ	۴۸۶
ذبح کردہ بکریاں مردار بکریوں میں مل گئیں	،،
عبارت کتاب کافی فقہ حنفیہ	،،
الزامی جواب	۴۸۷
اشیار خوردنی پر مزید اعتراض	،،
مصنف نے شاذ قول کو تمام فرقہ پر چسپاں کیا ہے	،،
مسئلہ مضطر کی تشریح	،،
مصنف نے تلبیس سے کام لیا ہے	۴۸۸
حوالہ حدیث کہ حق مہمانی درصورت انکار بزور لینا چاہیے	،،
قول شیخ عبدالحق دہلوی	۴۸۹
ایسی تشنیع باعث کفر ہے	،،
مسئلہ میراث پر اعتراض	،،
یہ حدیث ضعیف ہے	،،
مسئلہ میراث پر اعتراض مزید	۴۹۰
مصنف کا اعتراض شاذ قول پر ہے	،،
میراث وبیت وزمین پر اعتراض	،،
یہ مسئلہ اختلافی ہے	۴۹۱
حوالہ قضایائے امیرالمومنین	،،
حدیث	،،

AsliAhleSunnet.com

مضمون	صفحہ
جناب امیر کی شان	۴۹۱
زوجہ کو زمین سے میراث نہ دینا اختلافی مسئلہ ہے	۴۹۲
مالک کے نزدیک زوجین باہم دین کی میراث نہیں پاتے	״
الزامی صورت	״
تخصیص قتل عمد پر حدیث	۴۹۳
میراث قاتل میں تین مختلف قول نزدیک اہلسنت	״
حوالہ فیض القدیر	۴۹۴
حدیث مذکور ضعیف ہے	״
علمار امامیہ کے بھی اس مسئلہ میں تین قول ہیں	״
مسئلہ قذف پر اعتراض	۴۹۵
جمہور امامیہ کا قول	״
شرائط وجوب حد	״
مصنف نے ضعیف قول پر اعتراض کیا ہے	۴۹۶
یہ اختلافی مسئلہ ہے	۴۹۷
حبوہ پر اعتراض	״
فوائد حبوہ کی تشریح	۴۹۸
مسئلہ میراث پر اعتراض	״
اعتراض مصنف کی بنا قول شاذ و متروک پر ہے	۴۹۹
میراث پر اعتراض	״
محض افترا ہے	״
وصیت پر اعتراض	״
قول اقوے	۵۰۰

مضمون	صفحہ
وصیت پر ایک فرضی اعتراض	۵۰۰
بحالت تحقق شرائط علیت تحلیل کی وصیت درست ہے	״
حد مجنون کے متعلق اعتراض	۵۰۱
جمہور امامیہ کا قول	״
رجم کے متعلق اعتراض	۵۰۲
سحاق کو شریعت میں زنا کہا گیا ہے	״
حوالہ حدیث	״
مصنف پر الزام	۵۰۳
آیت کے بارے میں مفسرین کا اختلاف	״
ابو مسلم اور مجاہد کا قول	۵۰۴
تفسیر کبیر کا حوالہ قول ابو مسلم کی تائید	۵۰۴
مسئلہ قصاص	۵۰۵
اندھے کا جرم قتل خطا سمجھا گیا ہے	۵۰۶
اندھے پر سے حج ساقط ہے	״
مسئلہ گرسنہ مضطر	״
مسئلہ کی توضیح	۵۰۷
فقہائے حنفیہ و شافعیہ کا بھی یہی حکم ہے	״
مسئلہ قصاص پر اعتراض	۵۰۹
مصنف کا جمہور علماء پر اعتراض بے جا ہے	״
خاتمہ باب نہم	۵۱۱
اہل سنت کے مسائل غریبہ کو الگ ایک رسالہ میں جمع کیا ہے	״

AsliAhleSunnet.com

اردو ترجمہ

نزہۃ اثنا عشریہ

جلد نہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ مصنفِ علامؒ

الحمد للہ الذی فقہنا فی الدین و وفقنا لسلوک شرایع الاسلام و مسالک الیقین والصلوٰۃ والسلام علی اشرف المرسلین محمدؐ وآلہ الطیبین الطاہرین

اما بعد چنیں گوید اقل الخلیقہ بل لا شیئ فی الحقیقہ المفتاق الیٰ رحمۃ اللہ الاحد ابن عنایت احمد خان المتخلص بالکامل میرزا محمد عفی اللہ عن جرائمہما۔ ایں مجلد تاسع است از مجلدات اثنا عشر نزہۂ اثنا عشریہ کہ باوجود قلت بضاعت و عدم استطاعت و کمال توزع بال و تشتت حال در جواب تحفۂ اثنا عشریہ بر سبیل ارتجال نگارش یافتہ۔ مرجو از ناظرین آں کہ بنظر انصاف در مطاوی مباحث ایں عجالہ ملاحظہ نمودہ ہر جا خطائے و سہوے یابند بذیل عفو بپوشند و در اصلاح آں کوشند وما توفیقی الا باللہ وھو حسبی ونعم الوکیل

ترجمۂ دیباچہ

تمام تعریفیں اس خدائے واحد کے لئے سزاوار ہیں جس نے ہمکو دین میں فقہ و دانش عنایت فرمائی۔ اور شرائع اسلام اور مسالک یقین پر چلنے کی توفیق عطا کی۔ اور درود و سلام ہو

AsliAhleSunnet.com

اشرف الانبیاء والمرسلین سید الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ اور اُن کی آل طاہرین وذریت طیبین علیہم الصلوٰۃ والسلام پر۔ حمد ونعت کے بعد حقیر پُر تقصیر اور ذرہ بے مقدار امیدوار رحمت الٰہی میرزا محمد المتخلص بہ کامل ابن عنایت احمد خاں عفی اللہ عن جرائمھما۔ مومنین با تمکین کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ یہ کتاب نزہۃ اثنا عشریہ کی بارہ جلدوں میں سے نویں جلد ہے جو باوجود قلت بضاعت و عدم استطاعت اور نہایت پریشان حالی اور کمال بے اطمینانی کے تحفۂ اثنا عشریہ کے (باب نہم) کے جواب میں قلم برداشتہ اور فی الفور لکھی گئی۔ ناظرین نیک آئین سے اُمید ہے کہ اس رسالہ کی مباحث کو نظر انصاف سے ملاحظہ فرمائیں۔ اور جہاں کہیں کوئی خطا و لغزش پائیں دامن کرم وعفو سے اُس کو پوشیدہ کریں۔ اور اس کی اصلاح میں سعی و کوشش سے دریغ نہ فرمائیں۔ وما توفیقی الا باللہ وھو حسبی ونعم الوکیل +

ترجمہ کتاب نزہۃ اثنا عشریہ

قول فاضل علام مصنف تحفہ اثنا عشریہ

باب نہم۔ ان احکام فقہیہ کے بیان میں جن میں شیعوں نے ثقلین کے خلاف کیا ہے۔ اور آیۂ ام لھم شرکاء شرعوا لھم من الدین مالم یاذن بہ اللہ کا مضمون ان پر صادق آیا ہے۔ منجملہ ان کے فرقہ غلاۃ وکیسانیہ کے احکام کتابوں میں مندرج نہیں ملتے۔ کیونکہ ان فرقوں کے علماء اور ان کی کتابیں مفقود اور معدوم ہوگئیں لیکن اتنا تو یقیناً ثابت ہے۔ کہ مختار ثقفی نے بہت سی حدیثیں اپنی طرف سے وضع کر کے شریعت میں مقرر کر دی تھیں۔ اور وہ دعوے کرتا تھا۔ کہ جبرئیل مجھ پر نازل ہوتا اور وحی لاتا ہے۔ انہی باتوں سے ان کے فقہی مسائل کو قیاس کر لینا چاہیے۔ ع۔ قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔ اور فرقہ زیدیہ کے مجتہدوں نے بہت سے احکام خلافِ شریعت خود ہی بنائے ہیں اور ان کی کتابیں اور ان کے علماء یمن کے اکثر مقامات میں پائے جاتے ہیں۔ اور ان کی سب سے مشہور و معروف کتاب کتاب الاحکام ہے۔ اور فرقہ اسمٰعیلیہ اکثر مسائل میں فرقہ امامیہ کیموافق ہے عُبیدیوں کے خروج سے پہلے اور خروج کے بعد انھوں نے کچھ اور احکام اختراع کر لئے ہیں چنانچہ انکے بعض مسائل کا ذکر پہلے گذرا۔ اور فرقہ قرامطہ اور باطنیہ نے تو سراسر شرائع و احکام

AsliAhleSunnet.com

کے باطل ہی کرنیکا قصد کر لیا ہے۔ اور ظواہر پر عمل نہ کرنا اپنا شیوہ مقرر کر رکھا ہے۔ اور یہ لوگ درحقیقت فقہ اور شریعت کے اصلی اور حقیقی دشمن ہیں۔ بالفعل اس زمانہ میں شیعہ فرقوں میں سے فرقہ اثناعشریہ کے سوا اور کوئی فرقہ اس ہمارے ملک میں ایسا موجود نہیں۔ جن کے احکام شرعیہ کتابوں میں مدون اور مرتب ہوں۔ اسلئے لازم ہے کہ ہم ان کی کتب فقہیہ کو نظر غور و تعمق سے دیکھیں اور ظاہر اور واضح کریں۔ کہ ان کا اسلوب و طریقہ اسلوب و طریقۂ شریعت سے بالکل مخالف ہے۔ تاکہ ہر عاقل و دانا اُن لوگوں کے کذب و افترا و اختراع و ابتداع سے واقف و خبردار ہو جائے۔ اگرچہ اہل سنت بھی مسائل فقہیہ میں باہم اختلاف رکھتے ہیں۔ لیکن اُن کا ہر ایک فرقہ قرآن و احادیث و آثار سے متمسک ہے۔ چونکہ معانی و علل شرائع کے سمجھنے کے مختلف طریقے ہیں۔ اس وجہ سے اُن میں باہم اختلاف ہو گیا ہے۔ برخلاف اس فرقۂ شیعہ کے کہ اُن کے شرائع مختصہ اسلوب قرآن و حدیث سے ذرا بھی مشابہت نہیں رکھتے گویا ان لوگوں کی شریعت یہودیت یا نصرانیت یا پنڈائیت و شاستر ہنود یا دساتیر صابئین کی شریعت ہے۔ چونکہ یہ بحث نہایت طولانی ہے اس لئے مجبوراً بطور نمونہ مشتے از خروارے اور بہت میں سے تھوڑا سا یہاں ذکر کرتے ہیں والعاقل یکفیہ الاشارۃ (انتہٰے کلامہ)۔

جواب باصواب

فاضل مصنف نے اس کتاب میں اکثر ایسے شیعہ فرقوں کے ساتھ جو منقرض اور معدوم ہو چکے ہیں۔ مناظرات و مشاغبات کئے ہیں۔ جن سے کسی قسم کا فائدہ مترتب نہیں ہوتا۔ اور وہ تمام تقریرات محض عبث و بالکل بیکار ہیں۔ گویا زید فرضی کیساتھ مخاطبہ و مکالمہ کر کے کاغذ اور روشنائی کو مفت ضائع کیا ہے۔ اس قسم کی تحریر سے معارضہ و مجادلہ کو طول دینے کے سوا اور کسی قسم کا نفع نہیں ہوتا۔ چنانچہ ہوشمند خبیر ان تحریرات کے مطالعہ سے اچھی طرح معلوم کر کے ہمارے اس قول کی تصدیق کر سکتا ہے۔ مختار کے حالات و فاضل مصنف کی تحریرات کا جواب ہم پہلے۔ دوسرے اور تیسرے باب میں بہ تفصیل ذکر کر چکے ہیں۔ شائقین وہاں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ یہاں چونکہ ضمناً ذکر آ گیا ہے۔ اس لئے مجملاً تھوڑا سا بیان کرتے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ مختار بن ابو عبید تابعین سے ہے اور اس کی بہن صفیہ بنت ابو عبید عبداللہ بن عمر الخطاب کے نکاح میں تھی۔ شیخ عبدالحق دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ میں صفیہ بنت ابو عبید کے حالات میں لکھتے ہیں۔ صفیہ دختر ابو عبید بضم ثقفیہ مختار بن ابو عبید کی بہن اور عبداللہ بن عمر کی زوجہ تابعیہ اور ثقہ ہے۔ عائشہ و حفصہ سے روایت کرتی ہے۔

AsliAhleSunnet.com

اور اس نے عمر کو دیکھا ہے۔ اور ابو عبید اجلہ صحابہ سے ہے۔ مختار کی ولادت سال ہجرت میں ہے
اور اس کے لئے صحبت اور روایت نہیں ہے۔ (یعنی وہ صحابی اور راوی نہیں ہے) الی آخرہ
اور صحیح بخاری او صحیح مسلم اور احادیث اہلسنت کی اور معتبر کتابیں اس پر دلالت کرتی ہیں۔
اور اس کو خاندان فاروقیہ سے نہایت خصوصیت اور کمال ارتباط و استیناس تھا چنانچہ جب
یزیدیوں نے مختار کو قید کر دیا۔ تو عبداللہ بن عمر اس کی مدد و اعانت کو مستعد ہو گیا۔ اور ایک
خط اس قوم کو لکھا۔ اور اس میں مختار کی سفارش کی۔ اور اسی خط کی وجہ سے مختار نے ان
ملاعنہ اشرار کے ہاتھ سے رہائی پائی۔ یہی وجہ ہے جو بعض روایات میں بہ طریق امامیہ حضرات
آئمہ معصومین علیہم السّلام سے مروی ہے کہ و لو شق عن قلبه لوجد حبهما فی قلبه اگر اس
(مختار) کا دل شگافتہ کیا جائے تو شیخین کی محبت اس کے دل میں پائی جائے گی۔ اور جب ریاست
کی خواہش اس کے دل پر غالب ہوئی تو ان اہل کوفہ کے تالیف قلوب کی غرض سے جو اپنے کردار ناہنجار
پر نادم اور پشیمان تھے۔ حضرت سید الشہداء علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے طلب خون اور انتقام کو اپنی
دست آویز بنا کر مروانیوں پر خروج کیا۔ اور ان پر غلبہ پایا۔ اور کیا سو کیا۔ اس گروہ شقاوت پژوہ
کے خیر خواہوں نے طرح طرح کے مکروں اور حیلوں سے اس کی مدافعت کی تیاری کی۔ اور مسلمانوں
کو بھڑکانے اور اشتعال دلانے کی غرض سے اس قسم کے کلمات شنیعہ جو عقل اور نقل سے خارج تھے
اس پر افترا کئے اور اپنی افترا بندیوں کو لوگوں میں شائع و ذائع کر دیا۔ تاکہ خاص و عام کے دل
اس سے متنفر ہو جائیں۔ اور ان ملاعنہ کو اس کی بیخ کنی میں آسانی اور سہولت ہو۔ حالانکہ حقیقت میں
مختار کا دامن اس قسم کی اباطیل اور افترآت سے بالکل پاک اور منزہ ہے۔ نیز ابواب سابقہ میں ذکر کیا
گیا ہے۔ کہ مرزبانی نے کتاب الشعراء میں نقل کیا ہے۔ کہ مختار کا ایک غلام تھا۔ جس کا نام جبریل
تھا۔ وہ اپنے اثنائے گفتگو میں کہا کرتا تھا۔ کہ جبریل نے مجھ سے یہ کہا اور میں نے جبریل سے یہ کہا۔ انتہٰی
ممکن ہے۔ کہ اس قول کو مروانیوں نے اپنی افترا سازیوں اور بہتان بندیوں کی اصل قرار دے لیا ہو
الغرض مصنف تحفہ نے جو کچھ مختار کے باب میں بیان کیا ہے۔ بالکل بے اصل اور محض فضول و
بیکار ہے۔ اور بالفرض ان ہفوات و اباطیل کو اگر صحیح تسلیم بھی کر لیا جائے۔ تو یہ ان شطحیاتؑ میں
شمار ہوں گی جو اہلسنت کے اکثر اہل تصوف کی زبان سے نکلی ہیں۔ ابن جوزی نے کتاب تلبیس
ابلیس میں ابو حامد غزالی سے نقل کیا ہے انه قال فی کتابه النصح بالاخوان ان الصوفية

ع شطحیات صوفیوں کی اصطلاح میں خلاف شرع باتیں کہنا۔ ۱۲

AsliAhleSunnet.com

فی یقظتہم یشاھدون الملائکۃ وارواح الانبیاء ویسمعون منہم اصواتاً ویقتبسون منہم فوائد ثم یترقی الحال من مشاھدۃ الصور الی درجات یضعف عنہا نطاق النطق انتھی
یعنی صوفیہ عالم بیداری میں ملائکہ اور ارواح انبیاء کو مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور ان سے بیشمار فوائد اقتباس کرتے ہیں۔ اور حال صورت کے مشاہدے سے ترقی کر کے اس درجہ پر پہنچ جاتا ہے۔ کہ زبان نطق اس کے بیان سے عاجز ہے۔

نیز ابن جوزی نے کتاب مذکور میں نقل کیا ہے قال السلمی واخرج ابوسلیمان الدارانی من دمشق وقالوا یزعم انہ یری الملائکۃ وانہم یکلمونہ۔ نیز بیان کیا ہے۔ وانکر اھل بسطام علی ابی یزید البسطامی مما کان یقولہ حتی انہ ذکر لحسین بن عیسیٰ انہ یقول لی معراج کما کان للنبی معراج فاخرجہ من بسطام فاقام بمکۃ سنتین ثم رجع الی جرجان فاقام بھا الی ان مات الحسین بن عیسیٰ ثم رجع الی بسطام قال السلمی وحکی عن سھل بن عبد اللّٰہ التستری انہ یقول ان الملائکۃ والجن والشیاطین یحضرونہ وانہ یتکلم علیہم فانکر علیہ القوم ذلک فاخرج الی البصرۃ فمات بھا۔
سلمے بیان کرتا ہے۔ ابوسلیمان دارانی دمشق سے نکالا گیا۔ اور بیان کرتے ہیں۔ کہ وہ دعویٰ کرتا تھا کہ وہ فرشتوں کو دیکھتا ہے۔ اور وہ اس سے کلام کرتے ہیں۔

اور اہل بسطام نے ابویزید بسطامی کے اقوال کا انکار کیا۔ یہاں تک کہ اسکے اقوال کو حسین بن عیسیٰ (حاکم بسطام) سے ذکر کیا۔ کہ وہ کہتا ہے۔ کہ مجھکو بھی معراج ہے۔ جیسے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج ہوئی تھی۔ پس حسین بن عیسیٰ نے اس کو بسطام سے نکال دیا۔ اور وہ دو برس مکہ معظمہ میں سکونت پذیر رہا۔ اور حسین بن عیسیٰ کی وفات کے بعد پھر بسطام میں مراجعت کی۔ اور سلمے نے سہل بن عبداللہ کا ذکر کیا ہے۔ کہ وہ کہا کرتا تھا۔ کہ ملائکہ جن اور شیاطین اس کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ اور اس سے گفتگو کرتے ہیں۔ عوام نے اسکی تردید کی۔ اور اس کو بصرہ کی طرف جلا وطن کر دیا۔ اور وہ وہیں مر گیا۔

نیز مصنف نے خود بھی ابواب گذشتہ میں تصریح کی ہے۔ کہ فرقہ زیدیہ فروعات میں فرقہ حنفیہ کا مقلد ہے۔ اور شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی نے بھی اپنی ملفوظات میں فرمایا ہے کہ زیدیہ اصول میں معتزلہ کے مقلد ہیں۔ اور فروع میں چند مسئلوں کے سوا امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تقلید کرتے ہیں۔ انتھی۔ چونکہ یہ لوگ حنفیہ کے مقلد اور قیاس کے قائل ہیں

AsliAhleSunnet.com

ظاہر ہے۔ کہ جن بعض مسائل میں وہ اختلاف رکھتے ہیں۔ اُن کو اُنھوں نے قیاس۔ استحسان اور دیگر دلائل شرعیہ سے استنباط کیا ہوگا۔ سو یہ بات نہ تو معترض کے نزدیک ان مسائل کے فاسد اور باطل ہونیکی دلیل ہوسکتی ہے۔ اور نہ اس قوم کے حق میں تشنیع و ملامت کا باعث قرار پاسکتی ہے۔ اور بارہا ذکر کیا گیا ہے۔ کہ ابو نعیم فضل بن دُکین جو فرقہ زیدیہ کا رئیس۔ اور فرقہ دُکینیہ کا بانی ہی وہ بخاری کے اکابر مشائخ سے ہے۔

اور یہ جو مصنف نے فرمایا ہے ”کہ فرقہ قرامطہ و باطنیہ نے تو سراسر شرائع و احکام کے باطل کرنیکا ہی قصد کرلیا ہے۔ اور ظواہر پر عمل نہ کرنا اپنا شیوہ مقرر کر رکھا ہے۔ اور یہ لوگ درحقیقت فقہ اور شریعت کے اصلی اور حقیقی دشمن ہیں“ فماھذا اول قارورۃ کسرت فی الاسلام پس اس بارے میں اہل اسلام میں انہی لوگوں نے سبقت نہیں کی۔ بلکہ اہل سنت کے بعض صوفی فرقہ ظواہر شریعت پر عمل نہ کرنے اور احکام اسلام کے باطل کرنیمیں باطنیہ اور قرامطہ سے بھی سبقت لے گئے ہیں۔

چنانچہ فخر الاسلام بزدوی[1] نے کلام میں نقل کیا ہے۔ الصوفیۃ اکثرھم اہل السنۃ والجماعۃ ومنھم من یکون صاحب الکرامۃ ومنھم الحبیبیۃ یقولون ان اللہ تعالی اذا احب عبدا رفع عنہ الخطاب فیحل لہ کل النعم ویسقط عنہ کل العبادات ولا یبقی فی حقہ خطر ولا یصلون ولا یصومون ولا یسترون العورۃ ولا یتورعون عن الزنا ولا عن اللواطۃ ولا عن شرب الخمر ولا عن محظور ومنھم الاباحیہ یقولون الاموال کلھا علی الاباحۃ وکذا الفروج ولیس الحلال الا مجرد الاضافۃ ومجرد الاکتساب ویستبیحون اموال الناس وفروج نساءھم ومنھم الحوریہ یقولون باستباحۃ الرقص والغناء والمبالغۃ فی الرقص حتی یسقطون علی الارض من کثرۃ الاتعاب ثم یقومون ویغتسلون ومنھم المتجاھلۃ وھم قوم یضربون المزامیر ویشربون الخمر ویأتون ببعض الفواحش ویلبسون لباس الفسقۃ ومنھم المتکاسلۃ وھم قوم رضوا بملأ بطن من الطعام حراما کان او حلالا ویاکلون کثیرا ان وجدوا ویرقصون ان وجدوا فارغا واختاروا الکسل لا یتعلمون شیئا ولا یتزوجون ولا یعتقدون مذھبا ولا ینازعون احدا انتھی مختصرا) یعنی صوفیہ اکثر اہل سنت و جماعت ہیں۔ بعض ان میں سے صاحب کرامت ہیں اور ایک فرقہ ان میں سے

[1] بزدہ بالفتح ایک گاؤں ہے علاقہ نسف میں جو فخر الاسلام بزدوی مصنف اصول فقہ حنفی کی جائے ولادت ہے ۱۲۔

AsliAhleSunnet.com

حبیبیہ ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ جب خدا کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو اُس سے خطاب کو اٹھا لیتا ہے۔ پس اس کے لئے تمام نعمتیں حلال ہو جاتی ہیں۔ اور ساری عبادتیں اس سے ساقط ہو جاتی ہیں اور اس کے حق میں کوئی ممانعت اور حرمت باقی نہیں رہتی۔ اور وہ نماز نہیں پڑھتے۔ اور روزہ نہیں رکھتے۔ اور ستر عورت نہیں کرتے۔ اور زنا۔ لواطہ۔ شراب خوری اور تمام محرمات سے پرہیز نہیں کرتے۔ اور ایک ان میں سے فرقہ اباحیہ ہے۔ وہ قائل ہیں۔ کہ تمام قسم کے مال مباح ہیں۔ اور اسی طرح فروج زناں حلال و مباح ہیں۔ اور حلال محض اضافت و اکتساب کا نام ہے۔ اور وہ لوگوں کے مالوں اور ان کی عورتوں کی فروج کو اپنے لئے مباح جانتے ہیں۔ اور ایک ان میں سے فرقہ حوریہ ہے۔ وہ قائل ہیں۔ کہ ناچنا اور گانا بجانا مباح ہے۔ اور ناچنے میں اسقدر مبالغہ کرتے ہیں۔ کہ کثرت تعب سے زمین پر گر پڑتے ہیں۔ پھر اٹھکر غسل کرتے ہیں۔ اور ایک ان میں سے فرقہ متجاہلہ ہے۔ اور وہ وہ لوگ ہیں۔ جو مزامیر (باجے) بجاتے ہیں۔ اور شراب پیتے ہیں۔ اور بعض فواحش اور بدکاریوں کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور فاسقوں اور بدکاروں کا لباس پہنتے ہیں۔ اور ایک فرقہ ان میں سے متکاسلہ ہے۔ اور وہ وہ لوگ ہیں۔ جو پیٹ بھر لینے پر خوش ہوتے ہیں۔ خواہ حلال سے بھر لیں۔ یا حرام سے۔ اگر مل جائے تو بہت کھاتے ہیں اور اگر کوئی گا نیوالا مل جائے۔ تو ناچتے ہیں۔ اور انھوں نے کسل و سستی کو اختیار کیا ہے نہ وہ علم سیکھتے ہیں۔ اور نہ نکاح کرتے ہیں۔ اور کسی مذہب و ملت کے معتقد نہیں ہیں۔ اور کسی شخص سے تنازعہ اور جھگڑا نہیں کرتے۔

ابن جوزی نے کتاب تلبیس ابلیس میں اہل اباحت کے احوال میں بیان کیا ہے۔ وهم ينقسمون القسم الثاني يقرون بالاسلام الا انهم ينقسمون قسمين القسم الاول مقلدون في افعالهم لاشياخهم من غير اتباع دليل ولا شبهة يفعلون ما يامرونهم وما رأوهم عليه القسم الثاني قوم عرضت لهم شبهات فعملوا بمقتضاها والاصل الذي نشأت منه شبهاتهم انهم لما هموا بالنظر في مذاهب الناس لبس عليهم ابليس فاراهم ان الشبهة يعارض الحجج وان اليقين يعسر وان المقصود اجل من ان ينال بالعلم وانما الظفر به نور يساق الى العبد مالا يطلب قد غلبهم باب النجاة الذي هو طلب العلم فصاروا يبغضون اسم العلم كما يبغض الرافض اسم ابي بكر وعمر ويقولون العلم حجاب والعلماء محجوبون عن المقصود بالعلم فان انكر عليهم عالم قالوا لاتباعهم هذا

موافق لنا فی الباطن وانما یظهر ضد ما نحن فیہ للعوام الضعاف العقول فان جد فی خلافہم
هذا الا بل مفید بقیود الشریعة محجوب عن المقصود ثم عملوا علی شبهات وقعت لهم ولو
فطنوا العلموا ان عملهم بمقتضی شبها تهم علم فقد بطل انکارهم العلم اباحیہ کی کئی قسمیں ہیں
اُن کی دوسری قسم وہ لوگ ہیں۔ جن کو شبہات عارض ہوئے۔ اور انھوں نے اُن کے موافق عمل کیا
اور اُن کے شبہات کی اصل وبنیاد یہ ہے۔ کہ جب انھوں نے لوگوں کے مذاہب میں غور کرنیکا قصد
کیا۔ تو ابلیس پر تلبیس نے اُن کو فریب دیکر ان کے دلوں میں یہ خیال پیدا کر دیا۔ کہ شبہ مجنونکا معارض
ہے۔ اور یقین کا حاصل ہونا مشکل ہے۔ علم کے ذریعہ سے مقصود و مطلوب تک پہنچنا ناممکن ہے۔ بلکہ
جاذبۂ عنایت ربانی ہی وہاں تک پہنچا سکتا اور مقصود و مطلب پر فائز کر سکتا ہے۔ اور طلب و تلاش
کو اس کے سراپردوں تک پہنچنے کا رستہ نہیں مل سکتا۔ اس شبہ نے نجات کا دروازہ
یعنی طلب علم کو اُن پر مسدود کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ یہ فرقہ علم کے نام کے بھی دشمن ہیں۔
جیسا کہ رافضی ابوبکر اور عمر کے نام کے دشمن ہیں۔ اور وہ کہتے ہیں کہ علم ایک حجاب و رپردہ ہے۔
اور علماء علم کے سبب مقصود سے محجوب اور پردے میں ہیں۔ اور اگر کوئی عالم ان کے اس
عقیدے کا انکار کرے۔ اور اس کا منکر ہو۔ تو اس کے تابعین اور پیروؤں سے کہتے ہیں۔ کہ یہ عالم
باطن میں ہم سے موافقت رکھتا ہے۔ اور عوام ناقص العقول کی خاطرداری کیلئے ہماری مخالفت کا
اظہار کرتا ہے۔ اور اگر وہ عالم ان کی مخالفت میں کوشاں ہو۔ تو یوں کہتے ہیں۔ کہ یہ شخص احمق اور
قیود شریعت میں مقید اور مقصود اصلی سے محجوب اور الگ ہے۔ اور اگر وہ اپنے وجدان کی طرف رجوع
کریں۔ تو اُن کو معلوم ہو جائے کہ مقتضائے شبہات کا علم بھی تو علم ہے۔ پس اس سے ان کا علم سے انکار
کرنا اور اس کا منکر ہونا باطل ہو جاتا ہے۔ نیز کتاب مذکورہ میں منقول ہے۔ ولم یتجاسر الزنا
دقة ان یرفضوا الشریعة حتی جاءت المتصوفة فوضعوا اسماء وقالوا حقیقة وشریعة و
هذا قبیح لان الشریعة وضعه الخالق بمصالح الخلق فکل من رام الحقیقة فی غیر الشریعة
فمغرور مخادع فان سمعوا احد یحدث حدثنا قالوا مساکین اخذ وا علمهم میتا
من میت واخذ نا علمنا عن الحی الذی لا یموت فمن قال حدثنی ابی عن جدی قلت
حدثنی قلبی عن ربی فملکوا بهذه الخرافات قلوب العوام وانفقت علیهم لاجلها الاموال
ولان الفقهاء کالاطباء والنفقة فی ثمن الدواء اصعب والنفقة علی هولاء کالنفقة علی
المغنیات والحق ثقیل کما یثقل الزکوٰة وما اخف صدر المغنیات واعطاء الشعراء

AsliAhleSunnet.com

علی المدائح وقد بدلوا ازال العقل بالخمر بشیئ سموہ السماع والوجد والتعرض بالوجد المزیل للعقل حرام کفی باللہ الشریعۃ شر ھذہ الطایفۃ الجامعۃ من فی الکیس وطینۃ فی العیش وخداع بالفاظ مغسولۃ لیس تحتھا سوی اھمال التکلیف وھجر ان الشرع ولذلک خفوا علی القلوب ولا دلالۃ علی انھم باطل اوضح من محبۃ طباع ارباب الدنیا لھم کمحبتھم ارباب اللھو والمغنیات (اس کا حاصل ترجمہ یہ ہے۔ زنادقہ کو شریعت کے منکر ہونیکی جرأت نہو سکی یہاتک کہ اہل تصوف نے آکر کچھ نام وضع کئے۔ اور حقیقت و شریعت کے قائل ہوئے۔ حالانکہ یہ قبیح اور مذموم ہے۔ اسلئے کہ شریعت وہ ہے جس کو خالق عالم نے اپنی مخلوق کی مصالح کے مطابق وضع فرمایا ہے پس جو کوئی شریعت کے سوا دوسرے طریقہ میں حقیقت کا طالب ہو۔ وہ مغرور و مخادع یعنی شیطانی مکر و فریب میں گرفتار ہے۔ بس یہ لوگ اگر کسی شخص کو سنتے ہیں۔ کہ وہ کوئی حدیث روایت کرتا ہے۔ تو کہتے ہیں۔ کہ یہ مساکین ہیں۔ انھوں نے اپنا علم ایک میت نے دوسری میت سے حاصل کیا ہے۔ اور ہم نے اپنا علم اس حی قیوم سے لیا ہے۔ جو کبھی نہ مریگا۔ پس جو کوئی کہے۔ کہ میرے باپ نے اپنے باپ یعنی میرے دادا کی زبانی حدیث بیان کی۔ تو میں کہوں گا۔ کہ میرے دل نے میرے رب کی طرف سے مجھ سے حدیث بیان کی۔ پس یہ لوگ ان خرافات کے ذریعہ قلوب عوام پر حاکم اور مالک ہوگئے۔ اور انھوں نے اپنے مالوں کو ان خرافات کی خاطر ان پر خرچ کیا۔ نیز چونکہ فقہا کی مثال اطبا کی سی ہے۔ اور دوا پر خرچ کرنا نہایت دشوار اور ناگوار ہوتا ہے۔ اور ان لوگوں پر صرف کرنا بالکل ایسا ہے۔ جیسا کہ مغنیات یعنی گانیوالی عورتوں پر صرف کرنا۔ اور حق ایسا ہی ثقیل اور گراں ہے۔ جیسے زکوٰۃ ثقیل اور گراں ہے۔ اور مغنیات پر صرف کرنا اور شعرا کو مداحی پر دینا بہت ہی آسان اور گوارا ہوتا ہے۔ اور جس طرح شراب سے عقل زائل ہوتی ہے۔ اسی طرح ان لوگوں نے شراب کے بدلہ میں ازالہ عقل کیلئے ایک چیز مقرر کی ہے۔ جس کا نام سماع اور وجد رکھا ہے۔ اور ایسے وجد سے متعرض ہونا جو عقل کو زائل کردے۔ حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ شریعت غرا کو اس گروہ کے شر سے بچائے۔ جو مالوں کو جمع کرتے اور عیش و عشرت کے مزے اڑاتے اور ایسے شستہ الفاظ سے لوگوں کو دام فریب میں پھنساتے ہیں۔ جن کے تحت میں اہمال تکلیف و ترک شریعت کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ عوام کے قلوب ان کو پسند کرتے اور ان کی طرف برضا و رغبت مائل ہوتے ہیں۔ اور ان لوگوں کے باطل پر ہونیکی اس سے زیادہ تر واضح اور کیا دلیل

AsliAhleSunnet.com

ہو سکتی ہے۔ کہ اہل دنیا کی طبیعتیں اُن کی طرف ایسا ہی میلان و رغبت رکھتی ہیں۔ جس طرح کہ وہ ناچنے کودنے اور کھیل تماشے والوں اور مغنیات یعنی گانے بجانیوالی عورتوں سے محبت رکھنے اور ان کی طرف برضا و رغبت مائل ہوتے ہیں) نیز کتاب مذکور میں مرقوم ہے۔ ان قوماً منہم داموا علے الریاضۃ مدۃ فراؤا انہم قد تجوہروا فقالوا لا نبالی الآن ما عملنا و انما الاوامر والنواہی رسوم العوام قالوا وحاصل النبوۃ یرجع الی الحکمۃ والمصلحۃ و المراد منہا ضبط العوام ولسنا من العوام فندخل فی حجر التکلیف لانا قد تجوہرنا و عرفنا الحکمۃ وہولاء راؤا ان من اثر تجوہرہم ارتفاع الحمیۃ حتی قالوا ان رتبۃ الکمال لا یحصل الا لمن رای اہلہ مع اجنبی فلا تقشعر جلدہ فان اقشعر فہو ملتفت الی حظ نفسہ لم یکمل بعد اذ لو کمل لماتت نفسہ فسموا الغیرۃ نفسا وسموا ذہاب الحمیۃ الذی ہو وصف المخانیث لکمال الایمان (انتھی) اس عبارت کا حاصل مطلب یہ ہے۔ کہ جن لوگوں نے اُن میں سے ایک مدت تک ریاضت کشی اختیار کی۔ اور گمان کر لیا۔ کہ ہم حق سے واصل اور متجوہر ہو گئے۔ وہ کہتے ہیں کہ اب ہم کچھ ہی عمل کریں۔ ذرا بھی پرواہ نہیں ہے۔ اور اوامر و نواہی عوام کی رسومات ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ نبوت کا حاصل حکمت اور مصلحت کی طرف راجع ہے۔ اور اس سے ضبط عوام مقصود ہے۔ اور ہم لوگ عوام نہیں ہیں۔ جو دائرۂ تکلیف میں داخل ہوں۔ کیونکہ ہم حق تک پہنچ گئے۔ اور متجوہر ہو گئے ہیں اور حکمت کی معرفت ہم نے حاصل کر لی ہے۔ اور اُس گروہ نے یہ گمان کر لیا ہے۔ کہ تجوہر کا اثر و نتیجہ یہ ہے کہ حمیت اور غیرت بالکل مرتفع ہو جائے۔ یہانتک کہ وہ اس بات کے قائل ہیں۔ کہ کمال کا مرتبہ اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا۔ جب تک کہ یہ شخص اس درجہ بے غیرت و بے حمیت نہ ہو جائے۔ کہ اپنی زوجہ کو غیر شخص کی بغل میں دیکھے اور اس کو اس حال میں دیکھکر ذرا بھی جوش میں نہ آئے۔ اور اس کے بدن پر بال نہ کھڑے ہوں۔ اور اگر اپنی اہلیہ کو غیر سے ہم آغوش دیکھکر بال بدن پر کھڑے ہو جائیں۔ تو ابھی تک یہ شخص اپنے نفس کی طرف متوجہ اور ملتفت ہے۔ اور کمال کے مرتبہ کو نہیں پہنچا۔ اس لئے کہ اگر مرتبۂ کمال کو پہنچ جاتا۔ تو اس کا نفس مردہ ہو جاتا۔ اس فرقہ نے غیرت کا نام نفس رکھا ہے۔ بلکہ بیغیرتی اور بیحمیتی کو جو مخنثوں کے خصائل رذیلہ میں سے ہے۔ کمال ایمان سمجھا ہے۔

نیز ابن جوزی نے کتاب مذکور میں اس گروہ ضلالت پژوہ کے چند شبہات نقل کئے ہیں جن کا حاصل مطلب اس مقام میں درج کیا جاتا ہے۔ اوّل یہ کہ اعمال بالذات مقصود نہیں

بیغیرتی کمال ایمان ہے

AsliAhleSunnet.com

ہیں۔ بلکہ حصول سعادت اور نفی شقاوت کیلئے وضع کئے گئے ہیں۔ اسلئے کہ تمام امور قضائے ربّانی سے وابستہ ہیں۔ جو کچھ قضائے ربّانی میں مقدّر اور مقرر ہو چکا ہے۔ وہ ضرور وقوع میں آئیگا۔ اس کا تبدیل ہونا ناممکن ہے۔ روز ازل میں جس کے نام پر سعادت کا پروانہ جاری ہو چکا ہے۔ اس کیلئے شقاوت کی پروانگی کا اجرا ہونا محال اور غیر ممکن ہے۔ اور جو شخص روز ازل میں شقی اور راندہ درگاہ الہی ہو چکا ہے۔ اُس کا سعید ہونا ممتنع اور محال ہے۔ اسلئے نفس کو اعمال و ریاضات کی تعب و محنت میں ڈالنا بیکار اور فضول ہے اور اس سے کسی قسم کا نفع متصور نہیں۔ دوم یہ کہ خالق جل شانہ بندوں کے اعمال سے مستغنی اور بے پرواہ ہے اور ان سے متاثر نہیں ہوتا۔ خواہ معصیت و نافرمانی ہو۔ خواہ طاعت و بندگی پس مجاہدات اور ریاضات سے نفس کو تعب اور تکلیف میں ڈالنا محض بیکار اور بیفائدہ ہے۔ سوم یہ کہ عقل و نقل سے ثابت ہو چکا ہے کہ حق تعالیٰ غفور اور رحیم ہے اور اس کی رحمت وسیع ہے۔ اور وہ جل شانہ گناہوں کے بخشنے اور معاف کر دینے سے عاجز اور قاصر نہیں۔ پس نفس کو لذات اور اس کی خواہشوں کے حاصل کرنے سے منع کرنا ناموزوں اور نامناسب ہے۔ چہارم یہ کہ اوامر و نواہی مقصود تک پہنچنے کے وسائل اور اسباب ہیں۔ اور کعبۂ عرفان کے واصلین اور پہنچ جانے والوں کو منہیات میں سے کوئی چیز ضرر نہیں دیتی چنانچہ زائر کعبہ جب منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہے۔ تو اس کی سیر و سیاحت منقطع اور ختم ہو جاتی ہے۔

جو شخص کہ عقل و شعور سے ذرا سا بھی بہرہ رکھتا ہے۔ اُس کے نزدیک اُن لوگوں کے شبہات مذکورہ بالا کا جو تار عنکبوت سے بھی زیادہ ترکمزور اور سست ہیں۔ مندفع کرنا نہایت آسان اور سہل ہے۔

جواب شبہ اوّل۔ سعادت اور شقاوت اگرچہ خدا کی قضائے ازلی سے ہے لیکن ہر ایک کا تعلق اسباب سے ہے۔ اور محض تقدیر الہی پر بھروسہ کر کے اسباب موصلہ سے دست کش ہونا آئین عقل سے خارج اور احمقاپن میں داخل ہے۔ دراصل یہ شبہ بعینہٖ ایسا ہے۔ جیسے کوئی کہے۔ کہ سیری اور سیرابی ازل سے مقدر ہو چکی ہے۔ اس لئے کھانا اور پینا بیفائدہ ہے۔ اگر سیری اور سیرابی مقدر ہے۔ تو ہم کھانے اور پینے کے بغیر ہی سیر و سیراب ہو جائیں گے۔ اور وہ شخص اس شیطانی وسوسے میں گرفتار ہو کر کھانے اور پینے سے جو سیری اور سیرابی کا ذریعہ ہے۔ باز رہے۔ اور اپنے آپ کو ہلاک کر ڈالے۔

جواب شبہ دوم۔ دوسرے شبہ کا جواب یہ ہے۔ کہ طاعت سے نفع حاصل کرنا اور

AsliAhleSunnet.com

طاعت و معصیت کا نفع و ضرر بندوں کی طرف راجع ہے۔ نہ جناب اقدس الٰہی کی طرف جس کی ذات مقدس جلب نفع اور دفع ضرر سے منزہ و مبرا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتا ہے ومن جاھد فانما یجاھد لنفسہ یعنی جو کوئی مجاہدہ اور کوشش کرتا ہے۔ وہ خود اپنے ہی واسطے مجاہدہ کرتا ہے۔ شارع علیہ السلام نفسانی طبیب ہے طبیب جو بیمار کو پرہیز کرنیکا حکم دیتا ہے۔ تو اُس کا نفع محض بیمار ہی کے لئے ہے۔ نہ کہ طبیب کیواسطے۔ اور مریض جو ضرر رساں چیزوں سے پرہیز کرتا ہے۔ وہ خود اپنی ہی غرض کیلئے کرتا ہے۔ نہ کہ طبیب کیواسطے۔ جس طرح بعض غذائیں بدن کو نفع دیتی ہیں۔ اور بعض زہریلی چیزیں اُس کو ضرر پہنچاتی ہیں۔ اسی طرح علم و جہل۔ اعتقاد صالح و ظنون فاسدہ۔ اقسام عبادات و مجاہدات اور طرح طرح کے کھیل تماشوں اور منہیات سے نفس کو بھی نفع اور ضرر پہنچتا ہے۔ جس طرح ایک حاذق طبیب جسم کو نفع دینے والی غذاؤں کے استعمال کرنیمیں اور اس کو ضرر رساں چیزوں سے پرہیز کرنے اور بچنے کا حکم دیتا ہے اسی طرح شارع علیہ السلام نے بھی جو نفوس انسانی کا طبیب ہے۔ نفس کے اصلاح کنندہ اعمال صالح و عبادات کے بجا لانے اور اس کو فاسد کرنے اور ہلاکت میں ڈالنے والی منہیات و فواحش سے بچنے اور پرہیز کرنیکا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ تاکہ نفس کو امراض مہلکہ سے نجات اور شفا پانیکا باعث ہو۔

جواب شبہ سوم اس حق سبحانہ و تعالیٰ کی رحمت کے وسیع ہونیمیں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہے لیکن عقاب و عذاب بھی وسعت رحمت سے ہے تاکہ وجود انسانی جو سونے کی مانند ہے۔ دنیا اور آخرت کی عقوبتوں اور عذابوں کی آگ میں پڑ کر کدورت کے کھوٹ اور ملاوٹ سے صاف و پاک ہو کر خالص ہو جائے۔

جواب شبہ چہارم یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے۔ کہ جب تک روح کا بدن سے تعلق ہے۔ اس وقت تک بندے کو رسوم ظاہری کا ترک کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ رسوم و مجاہدات بندوں کی مصالح کیلئے وضع کئے گئے ہیں۔ اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ قلب انسانی کا آئینہ صافی منہیات وغیرہ کے عمل میں لانے اور اُن کا مرتکب ہونیکی وجہ سے مکدر ہو کر زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ اگر مجاہدات و عبادات کے صیقل سے زنگ کے غبار کو اُس کے اوپر سے صاف نہ کیا جائے۔ تو آخر کار زنگ کی کثرت سے یہ حالت ہو جاتی ہے۔ کہ اس کو جلا دینا اور صیقل سے صاف کرنا نہایت مشکل بلکہ محال و ناممکن ہو جاتا

AsliAhleSunnet.com

ہے۔ چنانچہ شیخ سعدی شیرازی کا قول مشہور ہے۔

بیت ۔ آہنے را کہ مورچانہ بخورد ⁂ نتواں بُرد از و بہ صیقل زنگ

حاکم نے مستدرک میں اپنی سند کیساتھ ابو ہریرہ سے روایت کی ہے قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان الذنب العبد نکت فی قلبہ نکتۃ سوداء فان تاب صقل منھا فان عاد زادت حتی یعظم فی قلبہ فذالک الران الذی ذکرہ اللہ عز وجل کلا بل ران علے قلوبھم (آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے۔ تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ پیدا ہوجاتا ہے۔ اگر وہ اس گناہ سے توبہ کرلے تو اس کا دل صیقل ہو کر صاف ہوجاتا ہے۔ اور اگر وہ پھر اُس گناہ کو کرے تو وہ نقطہ زیادہ ہوجاتا ہے یہانتک کہ بار بار گناہوں کی سیاہی بڑھتے بڑھتے تمام قلب پر چھاجاتی ہے یہی وہ زنگ ہے۔ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے "کلا بل ران علے قلوبھم۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ ان کے دلوں پر زنگ آگیا ہے) اگر کسی شخص کو اپنی زندگی میں عبادات اور مجاہدات سے مستغنی اور بے پرواہ ہونا سہل و آسان ہوتا۔ تو خواجۂ کائنات خلاصہ موجودات علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام اس کرامت و بزرگی کے سب سے بڑھکر سزاوار اور حقدار تھے۔ آنحضرتؐ جو تمام عارفان خدا کے سرور و سردار اور جملہ واصلان بحق میں برگزیدہ و سالار ہیں۔ عبادت الٰہی میں نہایت مبالغہ فرمایا کرتے تھے یہانتک کہ کثرت قیام کی وجہ سے قدمہائے مبارک میں ورم آجاتا تھا۔ باوجود ان مجاہدات و ریاضات کے ارشاد فرمایا کرتے تھے ما عبدناک حق عبادتک اے میرے معبود حقیقی ہم سے تیری عبادت کا حق ادا نہیں ہوا۔

قاضی عضد محقق شریف اور دیگر افاضل کرام نے اپنی اپنی کتابوں میں بھی تصریح فرمائی ہے کہ متصوفۂ اہلسنت میں سے ایک گروہ اباحیہ ہیں جنھوں نے تکلیفات شرعیہ کو بالکل ساقط کردیا ہے اور نماز۔ روزہ حج۔ زکوٰۃ اور دیگر احکام اسلام کے پابند نہیں ہیں۔ اور زنا، لواطہ، شرابخوری، چوری، اور غیر کے مال میں تصرف کرنے اور دیگر منہیات شرعیہ کو مباح اور جائز جانتے ہیں۔ اس کتاب کے دوسرے حصوں میں ان کتابوں کی عبارت نقل کردی گئی ہے۔ یہاں اسی قدر اشارہ کافی ہے۔ تاکہ تکرار لازم نہ آئے۔ کسی عربی شاعر نے کیا خوب کہا ہے

AsliAhleSunnet.com

لیس یختص ذا بذاک القوم ✲ فلماذا خصصوا باللوم

(یعنی یہ برائیاں اسی قوم سے مخصوص اور مختص نہیں ہیں۔ اوروں میں بھی پائی جاتی ہیں۔ پھر نہ معلوم کیا وجہ ہے۔ کہ انہی کو خصوصیت کیساتھ کیوں ملامت کیگئی ہے۔)

اور فاضل مصنف نے جو اپنی کتاب تحفہ کے اکثر مقامات میں فرقہ ہائے باطلہ کے اقوال و افعال سے فرقہ حقہ اثنا عشریہ پر زبانی تشنیع درازکی ہے بالکل بیوجہ اور غیر موزوں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے ولا تزر وازرۃ وزر اخری کوئی شخص دوسرے شخص کا بوجھ نہیں اُٹھاتا۔ ایک کا وزرو وبال دوسرے شخص پر عاید نہیں ہوتا۔ حالانکہ اہل سنت کے بعض صوفی فرقے جیسا کہ اُوپر مذکور ہوا۔ ان امور کے قائل ہیں۔ ہاں اتنا فرق ضرور ہے۔ کہ اثنا عشریہ ان اقوال کے قائلین کو کافر مغوی، ضال مضل جانتے ہیں اور اکثر اہل سنت ایسے لوگوں کو جو ان اقوال باطلہ کے قائل ہیں۔ عارف کامل اور مرشد و ہادی سمجھتے ہیں۔ ع فرق باشد زین حسن تا آن حسن۔ اور فرقہ اثنا عشریہ کے مذہب کا حضرات آئمہ اہلبیت علیہم السلام سے منسوب ہونا متواترات سے ہے۔ جیسے مذہب حنفیہ کا ابو حنیفہ کوفی سے منسوب ہونا۔ اور مذہب شافعیہ کا شافعی سے۔ اور مذہب مالکیہ کا مالک بن انس سے۔ اور مذہب حنابلہ کا احمد بن حنبل سے منسوب ہونا۔ اور اس کا انکار گویا بدیہیات کا انکار ہے۔ یا مثلاً مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً کا انکار کرنا ہے۔ اور یہ بات اظہر من الشمس اور ابین من الامس ہے۔ چھپائے سے نہیں چھپ سکتی اور کسی منکر کا انکار یہاں پر مفید نہیں ہوسکتا۔ اکثر علمائے اہلسنت مثلاً علامہ شہرستانی نے ملل ونحل میں اور ابن اثیر نے جامع الاصول میں حضرت امام علی بن موسےٰ الرضا علیہ التحیۃ والثنا کو مجددین مذہب امامیہ سے شمار کیا ہے۔ چنانچہ ابواب سابقہ میں اُن کی عبارت نقل ہو چکی ہیں۔ یہاں بھی جامع الاصول کی عبارت مختصراً مناسب مقام نقل کیجاتی ہے۔ وہ یہ ہے۔ اما من کان علی رأس المائۃ الثانیۃ فمن اولی الامر المامون الرشید ومن الفقہاء الشافعی والحسن الزیاد اللولوی من اصحاب ابی حنیفۃ و اشہب بن عبد العزیز من اصحاب مالک اما احمد فلم یکن یومئذ مشہوراً و من الامامیۃ علی بن موسیٰ الرضا ومن القراء یعقوب الحضرمی ومن المحدثین یحیی ابن معین ومن الزہاد المعروف الکرخی اما من کان علی رأس المائۃ الثالثۃ فمن

AsliAhleSunnet.com

اولی الامر المقتدر باللہ ومن الفقہاء ابو العباس بن شریح من اصحاب الشافعی و ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی من اصحاب ابی حنیفہ وبیاض من اصحاب مالک و ابوبکر احمد بن ہارون الخلال من اصحاب احمد بن حنبل و ابو جعفر محمد ابن یعقوب الرازی الکلینی من الامامیۃ (لیکن جو لوگ کہ دوسری صدی کے آخر میں موجود تھے۔ منجملہ ان کے اولی الامر میں سے مامون رشید اور فقہا سے شافعی اور حسن زیاد لولوی اصحاب ابو حنیفہ سے۔ اور اشہب بن عبد العزیز اصحاب مالک سے۔ لیکن احمدؒ اسوقت مشہور نہ تھا۔ اور امامیہ سے علی بن موسی رضاؑ۔ اور قاریوں میں سے یعقوب حضرمی۔ اور محدثین میں سے یحیی بن معین۔ اور زہادوں سے معروف کرخی۔ اور جو لوگ تیسری صدی کے آخر میں موجود تھے۔ ان میں ولی الامر میں سے المقتدر باللہ اور فقہا میں سے ابو العباس بن شریح اصحاب شافعی سے۔ اور ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ طحاوی اصحاب ابو حنیفہ سے۔ اور بیاض اصحاب مالک سے۔ اور ابو بکر احمد بن ہارون الخلال اصحاب احمد بن حنبل سے۔ اور ابو جعفر محمد بن یعقوب رازی کلینی امامیہ سے) اور چوتھی صدی میں سید مرتضیٰ علم الہدیٰ علیہ الرحمہ کو مذہب امامیہ کے مجددین میں شمار کیا ہے۔ اور ناظرین کتب امامیہ پر یہ بات ظاہر اور روشن ہے۔ کہ اس فرقہ حقہ کے مسائل اور احکام ان احادیث سے اخذ کئے گئے ہیں۔ جن کو معتبر اور ثقہ راویوں نے حضرت آئمہ ہدیٰ علیہم السلام سے روایت کیا ہے۔ اور آئمہ اہلبیت علیہم السلام کی جلالت قدر و علو مرتبت نہایت مشہور و معروف ہے اور کسی بیان اور تشریح کی محتاج نہیں۔ اور بموجب حدیث ثقلین کے جو خاصہ اور عامہ کے نزدیک مستفیض ہے۔ اور بہت سے محدثین عامہ مثلاً احمد بن حنبل نے مسند میں۔ اور حاکم نے مستدرک میں۔ اور مسلم۔ ترمذی۔ بیہقی۔ بغوی۔ شیخ جلال الدین سیوطی اور دیگر علمائے حدیث نے متعدد طریقوں سے روایت کی ہے۔ چنانچہ ترمذی نے جابر بن عبد اللہ سے روایت کی ہے۔ قال رایت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی حجتہ یوم عرفۃ وہو علے ناقتہ القصوی یخطب فسمعتہ یقول یا ایہا الناس انی ترکت فیکم من اخذتم بہ لن تضلوا کتاب اللہ وعترتی اہل بیتی (کہ میں نے رسول خدا صلعم کو حج میں روز عرفہ اپنے ناقہ قصوے پر سوار خطبہ پڑھتے دیکھا۔ میں نے سنا کہ فرماتے تھے۔ اے لوگو! میں نے تم میں وہ چیز چھوڑی ہے۔ کہ اگر تم اس کو پکڑو گے۔ ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ اور وہ کتاب خدا

AsliAhleSunnet.com

اور میری عترت اہل بیت ہیں) اور بموجب حدیث سفینہ کے کہ اس کو بھی محدثین عامہ نے طرق متعددہ سے روایت کیا ہے۔ منجملہ ان کے ابن حجر نے صواعق محرقہ میں ابوذرؓ سے روایت کی ہے۔ قال ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال ان مثل اہلبیتی مثل سفینۃ نوح من رکبھا نجی و من تخلف عنھا ھلك (رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ میرے اہلبیتؑ کی مثال کشتی نوح کی سی ہے جو کوئی اسمیں سوار ہوا۔ وہ نجات پاگیا۔ اور جس نے اس کشتی سے تخلف اور روگردانی کی وہ ہلاک ہوا۔) اور ایک روایت میں ھلك کی جگہ غرق (وہ غرق ہوا ہے) وغیرہ وغیرہ احادیث۔ ان بزرگواروں کے عروۃ الوثقی سے تمسک کرنا ضلالت و گمراہی سے محفوظ اور مامون رہنے کا باعث اور ان کا اتباع اور پیروی فوز و نجات کا ذریعہ اور غوایت و گمراہی سے رہائی پانیکا وسیلہ اور سبب ہے۔

تحفہ کے فاضل مصنف نے ان مسائل و احکام کو جو ان پیشوایان دین متین کی تقریرات اور افعال و اقوال سے ماخوذ ہیں۔ یہودیت، نصرانیت، ہنداۃیت۔ شاستر ہنود اور دساتیر صابئین سی تشبیہ دی ہے۔ یہ بات مصنف مذکور کے کمال نصب و خروج و حروریت پر دلالت کرتی ہے۔ جو آباو اجداد سے وراثت میں پہنچی ہے۔ اس پر بھی آپ اہلبیت علیہم السّلام کی محبّت کا دعوی کرتے ہیں حالانکہ اکثر مسائل جن پر اعتراض اور تشنیع فرمائی ہے۔ کتاب و سنّت سے ماخوذ اور صحابہ و تابعین اور ارباب مذاہب اربعہ یعنی اہل سنّت کے چاروں اماموں کے اقوال کے موافق اور مطابق ہیں۔ اس قسم کے ایرادات و اعتراضات در اصل خدا تعالی اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف راجع اور صحابہ و تابعین اور ارباب مذاہب اربعہ پر وارد ہوتے ہیں۔ سب سے عجیب امر یہ ہے۔ کہ امامیہ کے بعض مسائل پر جو حضرت سید المرسلین علیہ وآلہ السّلام کی ظاہر احادیث سے مقتبس اور مستنبط ہیں۔ اور اہل سنت کی کتب متداولہ و معتبرہ میں وہ حدیثیں موجود ہیں۔ باوجودیکہ مصنف علام کو فنون نقلیہ خصوصاً فن حدیث میں تبحر کا دعوے ہے۔ اعتراض کرکے ابو جہل کی سنت سیئہ کو زندہ کیا ہے۔ اور آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معارضہ کیا ہے۔ اور ان کلمات ہدایت آیات کے مقابلہ میں جو بموجب آیہ وافی ہدایہ ان ھو الا وحی یوحی سرتاسر وحی و الہام ہیں۔ یاوہ گوئی اور ہرزہ درائی کی زبان کھولی ہے۔ اور حیا و شرم کا پردہ منہ پر سے اٹھا کر ان مسائل کو یہودیت وغیرہ سے منسوب کیا ہے۔ اور اس باب میں اپنے آپ کو آیہ من یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدی و یتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی و نصلہ جھنم وساءت مصیرا ؏ کا

؏ جو کوئی ہدایت کے ظاہر ہو جانیکے بعد رسولؐ کی مخالفت کرے۔ اور مومنوں کی راہ کے سوا اور رستے کی پیروی کرے ہم اس کو اسی جگہ کا والی کرتے ہیں جسکو وہ دوست رکھتا ہے اور اس کو جہنم میں جلاتے ہیں۔ اور وہ بری بازگشت کی جگہ ہے ۱۲

مصداق بنا لیا ہے۔

مثنوی

مرحبا اے فقیہ دانشور ٭ اے تو مجموعۂ کمال و ہنر
با خدا کیت گہے است قال و مقال ٭ با رسولت گہے است بحث و جدال
کلکِ طعانِ تو بگاہِ جدال ٭ میزند طعنہ بر پیمبر و آل
فقہا را ز کلکِ تو آزار ٭ روحِ شان از جدالِ تو بیزار
شافعی حنبلی دگر حنفی ٭ باہمہ بحث داری از دغلی
مالکی خالی از جدالِ تو نیست ٭ خارج از حیطۂ مقالِ تو نیست
ہست چوں باہمہ ملل کینت ٭ کس نداند کہ چیست آئینت
قولِ تو جملہ حشو و طامات ست ٭ نزد تو گرچہ از کرامات است
صفحہ ۱۲ گر نہ رنجی بگویم اے ذی شان ٭ ہست قولِ تو لعبتِ صبیان
نے غلط ہست مایۂ تلبیس ٭ مقتبس از وساوسِ ابلیس
مرحبا مرحبا ز راہِ غرور ٭ گشتۂ از رہِ ہدایت دور
گشتی از راہِ کبر و نخوت و جہل ٭ باہمہ فضل نائبِ بوجہل
متصدی شدی معارضہ را ٭ باجنابِ شہنشہِ دوسرا
قولِ او را کہ ہست وحیٔ تمام ٭ می شماری تو از فضولِ کلام
بہ بہودگیت اے ظلوم و جہول ٭ میکنی نسبتِ کلامِ رسولؐ
آنچہ آں مقتبس ز قولِ نبی است ٭ طعن بر وے نمودن از دغلی است
طعنِ آں طعن بر رسولِ خدا است ٭ قدحِ آں قدحِ آں شفیع وری است
قولِ او را بضحکہ انگاری ٭ باز دعوے دینِ او داری
دینِ تو طعن سرورِ دیں ماست ٭ ایں چہ دین است ایں چہ آئین است
ردِّ وحی است ردِّ قولِ رسولؐ ٭ کے بود قولِ اہلِ ردہ قبول
الحذر الحذر ازیں گفتار ٭ وقنا ربنا عذاب النار

بیشک مصنف نے اُن دلیرانہ اور جسارت آمیز تحریرات میں اپنے والد ماجد کو

AsliAhleSunnet.com

کو زندہ کیا ہے۔ جو مجالس درس میں اپنے شاگردوں کے سامنے اکثر مسائل میں فقہاء اربعہ کا تخطیہ فرمایا کرتے تھے اور اس امر کے قائل تھے کہ زمانہ سابقہ میں جیسا کہ اہل سنّت کا مذہب ہے بصرف ان مجتہدین سلف ہی پر اجتہاد کا انحصار نہ تھا۔ بلکہ وہ اپنے آپ کو بھی اس امر جلیل القدر کی قابل تصور فرماتے تھے۔ یہانتک کہ رفتہ رفتہ یہ بات اس زمانے کے بعض فاضلوں نے بھی سن پائی۔ اور آنجناب کو دھمکی دی۔ کہ اس بارے میں ہم سے مباحثہ کریں۔ یہ سنکر اپنی فضیحت و رسوائی کے خوف سے ناچار اس امر کے منکر ہوگئے اور اپنے عقیدے کے برخلاف تقیہ کو عمل میں لائے۔ اور آیندہ اس قسم کی باتوں سے خاموشی اختیار کرلی۔ اور مقالہ وصیہ فی النصیحۃ والوصیۃ میں جو بیان فرمایا ہے۔ وہ اس امر کی ایک قوی اور زبردست دلیل ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں "فروع میں ان علماء سے محدثین کی پیروی کرنی چاہیئے۔ جو فقہ و حدیث کے جامع ہوں۔ اور ہمیشہ تفریعات فقہیہ کو کتاب و سنت پر عرض کرنا ضروری ہے۔ جو مسائل کہ کتاب و سنت کیموافق ہوں۔ اُن کو قبول کریں۔ ورنہ کالائے بدبریش خاوند پر کار بند ہوں۔ امت کسی وقت بھی مجتہدات کو کتاب و سنّت پر عرض کرنیسے مستغنی نہیں ہو سکتی اور فقہاء کی بے تکی بات کو کہ ایک عالم کی تقلید کو دست آویز بنا کر سنت نبوی کی پیروی کو ترک کر دیا ہے۔ نہ سنیں۔ اور اُن کی طرف التفات نہ کریں۔ اور اُن سے دوری اور علیحدگی میں قربت خدا کے طالب ہوں۔" (انتہٰی)

مصنف مذکور نے جو دیکھا کہ اسوقت میدان خالی ہے۔ اپنے والد ماجد کے دلی منشا کو ظاہر کیا۔ اور معارضہ شیعہ کی آڑ میں اپنے قلم جدال رقم کو اساطین فقہا و اجتہاد کے معارضہ کی طرف گردش دی۔ چنانچہ بعض ایسے مسائل اور فتاوے پر جن میں سے کچھ تو صحابہ کرام کے اقوال سے مطابقت رکھتے ہیں۔ اور کچھ احادیث حضرت خیر الانام علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام کے مطابق ہیں۔ اور اہل سنت کی معتبر کتابوں میں موجود و مندرج ہیں۔ نیز فقہائے اربعہ میں سے کسی ایک کے اصحاب اس باب میں بعض فقہائے امامیہ سے بھی زبردست شرکت اور موافقت رکھتے ہیں اعتراض کرنا اس مدعا کا شاہد عادل اور ہمارے اس دعوے کا گواہ صادق ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جناب حروریت مآب کا کوئی مذہب معین اور مقرر نہیں ہے۔ ورنہ ایسے مسائل پر جو کتاب و سنّت سے اقتباس کیئے گئے ہوں۔ اور صحابہ و تابعین کے اقوال اور مجتہدین اربعہ میں سے کسی ایک سے مطابقت اور موافقت رکھتے ہوں۔ اعتراض کرنیکی کوئی وجہ نہ تھی اسی نصب و خروج کے علم بردار کے تدین کی تحقیق یہ ہے۔ جو اس حقیر کی قلم صدق رقم سے صاحبان

AsliAhleSunnet.com

بصیرت وارباب فطنت کے ضمائرِ صافیہ پر عرض کی گئی۔ اُن کی باقی تحقیقات کو بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہئے۔ کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے۔ ع قیاس کن زگلستان من بہار مرا۔ اور بعض مسائل کو جو یہود۔ نصاریٰ۔ پنڈ ائیت۔ شاستر ہنود اور دساتیر صابئین سے مشابہت دی گئی ہے۔ سو یہ اعتراض مشترک الورود ہے۔ کیونکہ اہلسنّت کے بھی بہت سے مسائل اس مشابہت میں شریک ہیں۔ چنانچہ اس باب کے خاتمہ میں انشاء اللہ اس کا اظہار کیا جائیگا۔ اور علل و احکام شرائع کے اسرار و دقائق کو نہ سمجھنا اور اُن کی تہ کو نہ پہنچنا اور کتاب و سنت کے بعض مسائل کے وجوہ استنباط کا سمجھ میں نہ آنا جو دراصل عقول ناقصہ و آرائے کاسدہ کے قصور و فتور کی وجہ سے ہوا کرتا ہے۔ ان شرائع و احکام کے بُطلان کا موجب و در حقیقت ان مسائل کی کتاب و سنت کے مخالف ہونیکا سبب نہیں ہوسکتا۔ اور ایک روایت کو دوسری روایت پر ترجیح دینے یا حدیث صحیح سے مطلع نہ ہونیکی حالتمیں حدیث ضعیف پر عمل کرنے وغیرہ امور کو مخالف سمجھنا انصاف سے بعید ہے۔ نیز چونکہ مصنف نے دعویٰ کیا ہے کہ اس باب میں امامیہ کے شرائع مختصہ کو بیان کیا جائے گا۔ اور الشرط املک کے قول قوی کو فراموش کر کے ازروئے جہل و نادانی اکثر ایسے مسائل کو کہ مذاہب اربعہ میں سے کوئی سا ایک مذہب بلکہ بعض صحابہ و تابعین اور جناب خاتمیت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں شریک ہیں۔ ذکر کیا ہے چنانچہ انشاء اللہ آیندہ اس کا بیان کیا جائے گا۔ اس لئے اس باب کا اکثر حصہ فضول اور محض لغو و بیکار ہے۔ اور کچھ حصہ خود ایجاد و اختراع کیا گیا ہے۔ المختصر مصنف نے اپنی شرط کو پورا نہیں کیا۔ اور اپنے عہد پر قائم نہ رہے۔

بیت۔ چوں شرط وفا کردی اگر جور کنی باز
ما از تو نتالیم و لے شرط چنیں نیست

قول مُصنفِ تحفہ

اُن کے احکام سے پہلا حکم صحابہ اور خلفائے ثلثہ اور چند امہات المومنین کی (جو بالاجماع پیغمبر کو سب بیبیوں سے زیادہ پیاری تھیں) تکفیر کرتا ہے۔ اور اس حکم کا ما انزل اللہ (قرآن) کے مخالف ہونا نہایت واضح اور بُرظاہر ہے۔ دوسرا حکم لعن عمر کو ذکر خدا پر ترجیح و تفضیل دینا ہے۔ حالانکہ ابلیس جو اضلال و گمراہی کی اصلِ اصول ہے۔ اس پر لعن کرنا کسی شریعت میں طاعت شمار نہیں کیا گیا۔ چہ جائیکہ اس کو افضل طاعات سے ارجح اور اعلیٰ جانتے ہیں۔ قرآن میں صریحاً وارد ہے ولذکر اللہ اکبر (خدا کا ذکر بیشک سب سے بزرگ و برتر ہے) تیسرا حکم یہ ہے کہ اعاظم مہاجرین و انصار

AsliAhleSunnet.com

اور خلفائے ثلثہ اور اکثر عشرہ مبشرہ مثلاً طلحہ و زبیر وغیرہما اور عائشہ و حفصہ پر لعن کرنا نماز پنجگانہ کے بعد واجب جانتے ہیں۔ یہ بھی تمام شرائع و ادیان کے اسلوب کے مخالف ہے۔ کیونکہ تمام انبیاء اور مرسلین کے دشمن تھے۔ مثلاً فرعون جو سالہا سال بنی اسرائیل کو طرح طرح کی ایذائیں اور تکلیفیں دیتا رہا چنانچہ خدا فرماتا ہے۔ عہ وَاِذْ نَجَّیْنٰکُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَکُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ یُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَکُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَکُمْ۔ نیز فرماتا ہے وَکَذٰلِکَ جَعَلْنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ الخ (ہم نے شیاطین انس کو ہر ایک نبی کا دشمن بنایا ہے) اور کسی ملت و مشرب میں انبیاء و رسل کے کسی دشمن پر لعن کرنا فرض نہیں کیا۔ اور نماز کی تعقیب میں داخل نہیں ہوا۔ بلکہ مندوب و مستحب بھی قرار نہیں دیا گیا۔ اور اس میں اجر و ثواب کا وعدہ نہیں کیا گیا۔ (انتھٰی)

جواب باصواب اس مقام کے متعلقات کو ابواب گذشتہ و آئندہ خصوصاً باب تولّے و تبرّے میں مفصّل طور پر بیان کیا گیا ہے۔ چونکہ یہاں بھی ضمناً ذکر آگیا ہے۔ اس لئے اس مقام پر بھی مجملاً کچھ ذکر کرتے ہیں۔ فاضل مصنف نے جو کچھ اس مقام پر افادہ فرمایا ہے۔ وہ چند وجوہات سے مردود اور باطل ہے۔

وجہ اوّل یہ کہ مطلقاً تکفیر صحابہ کے حکم کو امامیہ کی طرف منسوب کرنا محض افترا اور سراسر بہتان ہے۔ اس لئے کہ امامیہ اکثر صحابہ کو ممدوح اور جلیل القدر جانتے ہیں۔ بلکہ بعض صحابہ کو تو کاملین اولیائے کرام میں سے شمار کرتے ہیں۔ اور رحمت و رضوان الٰہی کا مستحق و سزاوار سمجھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت سید الساجدین امام زین العابدین علیہ السّلام صحیفہ سجادیہ میں جس کو فرقہ حقہ امامیہ اثنا عشریہ زبور آل محمدؐ کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ ارشاد فرماتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ وَاَصْحَابُ مُحَمَّدٍ خَاصَّۃً الَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الصَّحَابَۃَ وَالَّذِیْنَ اَبْلَوُا الْبَلَآءَ الْحَسَنَ فِیْ نَصْرِہٖ وَکَانَفُوْہُ وَاَسْرَعُوْا اِلٰی وِفَادَتِہٖ وَسَابَقُوْا اِلٰی دَعْوَتِہٖ وَاسْتَجَابُوْا لَہٗ حَیْثُ اَسْمَعَھُمْ حُجَّۃَ رِسَالَاتِہٖ وَفَارَقُوا الْاَزْوَاجَ وَالْاَوْلَادَ فِیْ اِظْھَارِ کَلِمَتِہٖ وَقَاتَلُوا الْاٰبَآءَ وَالْاَبْنَآءَ فِیْ تَثْبِیْتِ نُبُوَّتِہٖ وَانْتَصَرُوْا بِہٖ وَمَنْ کَانُوْا مُنْطَوِیْنَ عَلٰی مَحَبَّتِہٖ یَرْجُوْنَ تِجَارَۃً لَّنْ تَبُوْرَ فِیْ مَوَدَّتِہٖ وَالَّذِیْنَ ھَجَرَتْھُمُ الْعَشَآئِرُ اِذْ تَعَلَّقُوْا بِعُرْوَتِہٖ وَانْتَفَتْ مِنْھُمُ الْقَرَابَاتُ اِذْ سَکَنُوْا فِیْ ظِلِّ قَرَابَتِہٖ فَلَا تَنْسَ لَھُمُ اللّٰھُمَّ مَا تَرَکُوْا لَکَ وَفِیْکَ وَاَرْضِھِمْ مِنْ رِضْوَانِکَ الٰی آخر الدعا۔ (اے خدا اصحاب محمدؐ خصوصاً وہ اصحاب جنہوں نے حق صحابیت اچھی طرح ادا کیا۔ اور وہ اصحاب جنہوں نے آنجناب کی اعانت اور مددگاری میں خوب جہاد کئے۔ اور حضرت کی معاونت کی۔ اور آپ کی سفارت اور ایلچی گری میں جلدی کی

عہ یاد کرو کہ جب ہم نے تمکو آل فرعون سے نجات دی۔ جو تمکو سخت تکلیفیں دیتے تھے تمہارے بیٹوں کو قتل کرتے تھے ۱۲

AsliAhleSunnat.com

اور حضرت کی دعوت کی طرف سبقت کی۔ اور اس کو قبول کیا۔ جبکہ آنحضرت نے اپنی رسالات کی حجت ان کو سنائی۔ اور حضرت کے کلمہ کے اظہار اور اعلان کرنیمیں اپنے عیال اور اطفال کو چھوڑ دیا اور ان سے مفارقت اختیار کی۔ اور آپ کی نبوت کے ثابت اور قائم کرنیمیں اپنے باپ دادوں اور اولادوں سے لڑائی کی۔ اور آپ کی حفاظت اور امداد کی۔ اور وہ اصحاب جو آپ کی محبت میں سرشار اور سرگرم تھے۔ اور آپ کی محبت اور مودت میں ایسی تجارت کے امیدوار تھے جو کبھی ہلاک و تباہ نہ ہوگی۔ اور وہ اصحاب جن کو ان کے اہل عشیرہ اور قوم نے چھوڑ دیا۔ جبکہ وہ آپ کے عروۃ وثقی سے متعلق ہو گئے۔ اور انکی قرابتیں اور رشتہ داریاں جاتی رہیں۔ جبکہ وہ آنحضرت کی قرابت کے سایہ ہمایہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ پس اے خدا جو کچھ ان بزرگواروں نے تیرے واسطے اور تیری راہ میں ترک کیا ان کو اس کے اجر سے محروم نہ رکھ اور انکو اپنی رضوان اور خوشنودی میں خوشنود اور رضامند فرما)

شیخ صدوق محمد بن بابویہ قمی علیہ الرحمہ نے کتاب خصال میں اپنی اسناد کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ قال کان اصحاب رسول اللہ صلعم اثنی عشر الفاً ثمانیۃ آلاف من المدینۃ والفین من غیر المدینۃ والفین من الطلقاء لم یرفیہم قدری ولا مرجی ولا حروری ولا معتزلی ولا صاحب رائ کانوا یبکون اللیل والنہار و یقولون اقبض ارواحنا قبل ان ناکل خبز الشعیر (کہ جناب امام علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول خدا صلعم کے بارہ ہزار اصحاب جن میں سے آٹھ ہزار اہل مدینہ سے اور دو ہزار غیر مدینہ سے اور دو ہزار طلقاء میں سے تھے۔ ایسے تھے۔ جن میں نہ تو کوئی قدری مذہب تھا۔ نہ مرجی۔ نہ حروری۔ نہ معتزلی اور نہ کوئی صاحب رائے تھا۔ وہ رات اور دن یاد الہی میں رویا کرتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے۔ کہ اے خدا تو ہماری روحوں کو قبض کرلے اس سے پہلے کہ ہم نان جویں کھائیں)

الغرض صحابہ کی تکفیر کو امامیہ کی طرف منسوب کرنا اور اس الزام کو ان کے سر تھوپنا محض بہتان اور سراسر باطل ہے۔ ہاں اس میں شک نہیں۔ کہ امامیہ بعض منافقین اور ایسے اصحاب کی جو عداوت اہلبیت علیہم السلام کا اعلان کرتے اور کھلم کھلا ان سے عداوت رکھتے ہیں۔ تفسیق کرتے اور ان کو فاسق کہتے ہیں۔ اور اگر امامیہ میں سے کوئی شخص بعض صحابہ سے ارتداد و وقوع میں آنیکے سبب اہل ردہ کی تکفیر کا قائل ہو گیا ہو تو کچھ بعید نہیں ہے۔ حالانکہ بعض صحابہ کا ارتداد یعنی مرتد ہو جانا احادیث کثیرہ اہلسنت سے جو صحاح ستہ وغیرہ کتب اہلسنت میں مروی ہیں

AsliAhleSunnet.com

ثابت ہے۔ چنانچہ بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے۔ ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ والسلام قال ترد علی یوم القیامۃ رھط من اصحابی فیجلون علی الحوض فاقول یارب اصحابی فیقول انک لا علم لک بما احدثوا بعدک انھم ارتدوا علی ادبارھم القھقری (آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ قیامت کیدن میرے اصحاب کا ایک گروہ مجھ پر وارد ہوگا۔ پس وہ حوض کوثر سے نکالدئے جائیں گے۔ تب میں عرض کرونگا۔ اے میرے پروردگار یہ میرے اصحاب ہیں۔ پس خدا فرمائیگا اے پیغمبر تجھکو معلوم نہیں ہے۔ جو خرابیاں انھوں نے تیرے بعد کی ہیں۔ یہ اپنی پیٹھوں پر رجعت قہقری کر گئے اور مرتد ہو گئے تھے) اور یہ حدیث اسانیدہ متعددہ اور طرق کثیرہ سے مختلف عبارات میں صحیحین اور دیگر صحاح اور کتب معتبرہ میں مروی ہے۔ اس مقام پر ان سب کا بیان کرنا مناسب جان کر ترک کرتے ہیں پس اس قول کا قائل ہونا اور زبان پر لانا نصوص نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق ہوگا۔ نہ کہ حکم ما انزل اللہ کے مخالف اور غیر موافق۔ اور مصنف نے جن زوجات نبوی کی احبیت یعنی سب سے زیادہ محبوب ہونے پر اجماع کا دعوی کیا ہے۔ اس کا متحقق اور ثابت ہونا محال اور ممنوع ہے۔ پس اجماع کی مخالفت کا شبہ جو پیدا کیا گیا ہے۔ وہ بھی مردود اور باطل ہوگا۔ حالانکہ بعض صحابہ کی تکفیر کا قول اہلسنت کے اس حکم کے معارض اور مماثل ہے جو انھوں نے خود بعض صحابہ کی تکفیر اور ارتداد کے بارے میں نافذ کیا ہے۔ جس کو احمد بن حنبل اور بخاری ومسلم نے انس اور حذیفہ سے روایت کیا ہے۔ اور شیخ جلال الدین سیوطی نے بھی اس کی تخریج کی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا۔ لیردن علی ناس من اصحابی الحوض حتی اذا رایتھم وعرفتھم اختلجوا دونی فاقول یارب اصیحابی فیقال لی انک لا تدری ما احدثوا بعدک (میرے اصحاب میں سے کچھ لوگ حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گے۔ یہانتک کہ جب میں دیکھ لونگا۔ اور شناخت کرلوں گا۔ تو میرے پاس سے ہٹادئے جائیں گے۔ تب میں میں عرض کرونگا۔ اے میرے پروردگار۔ یہ تو میرے اصحاب ہیں۔ پس مجھے جواب میں کہا جائیگا۔ تجھکو معلوم نہیں ہے۔ جو تیرے بعد انھوں نے احداث کیا) مناوی نے کتاب فیض القدیر شرح جامع صغیر میں فرمایا ہے قیل ھم اھل الردۃ بدلیل روایۃ سحقا سحقا وقیل اھل الکبائر والبدع والظلمۃ المسرفون فی الجور وطمس الحق وقیل المنافقون وقال القاضی ھم صنفان المرتدون عن الاستقامۃ والعمل الصالح والمرتدون عن الدین (انتھی) اس عبارت کا حاصل مطلب یہ ہے۔ کہ ان صحابہ کی تعیین میں علمائے اہلسنت کا باہم اختلاف ہے۔

AsliAhleSunnet.com

بعض کہتے ہیں۔ کہ اس سے اہل ردّہ مراد ہے۔ اور بعض قائل ہیں۔ کہ اہل کبائر اور صاحبان بدعت اور وہ ظالمین مراد ہیں جنہوں نے ظلم وجور کرنے اور نور حق کے بجھانے اور خاموش کرنے میں اسراف اور تعدی کی ہے۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ اس سے منافقین مراد ہے۔ قاضی عیاض کا قول ہے۔ کہ وہ دو گروہ ہیں۔ ایک تو وہ جماعت ہے۔ جنہوں نے دین پر استقامت رکھنے اور قائم رہنے اور عمل صالح سے ارتداد کیا تھا۔ دوسری وہ جماعت ہے جو دین سے مرتد ہو گئی۔ اور پھر گئی۔

الغرض جب اس حدیث شریف میں علمائے اہلسنت نے صحابہ کی تعمیم اس طرح پر کی ہے۔ کہ یہ حدیث ظالموں منافقوں اور صاحبان بدعت کو شامل ہے۔ بلکہ وہ اشخاص صحابہ بھی اس میں داخل ہیں۔ جو عمل صالح پر قائم نہیں رہے۔ اب اگر شیعہ بعض اصحاب کو کہ جن کی طرف سے صفحہ ۱۷
اہلبیت نبوی علیہم السلام کے حق میں ظلم وجور صادر ہوا ہو۔ اس حکم میں داخل کریں۔ تو اس میں کونسی خرابی لازم آتی ہے۔ پس ان تقریرات وتشریحات کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ جب کسی معمولی سے معمولی شخص پر ظلم کرنا بعض علمائے اہلسنت کے نزدیک بعض صحابہ کو حوض کوثر سے دھتکارے جانے اور ان کے مرتد ہو جانے اور حضرت سید البشر علیہ صلوات اللہ الملک الاکبر کی شفاعت کی سعادت سے محروم رہنے کا باعث ہے۔ تو پھر اگر بعض صحابہ سے اہلبیت نبوی علیہم السلام کے حق میں ظلم وقوع میں آنے کے سبب جو امامیہ کے نزدیک روایات اہل بیت علیہم السلام سے جو بموجب مقولہ مشہورہ اھل البیت ادری بما فی البیت ان واقعات وقضایا سے سب لوگوں کی نسبت زیادہ تر واقف ہیں۔ بطریق تواتر ثابت اور متحقق ہے اُن بعض صحابہ کو اس حکم کے تحت میں داخل جانیں۔ اور ان کو ظالم، منافق اور صاحب بدعت وغیرہ سمجھیں۔ تو ان کا یہ قول علمائے اہلسنت کے اقاویل کثیرہ کے عین مطابق اور موافق ہوگا۔ کیونکہ ظلم عام ہے خواہ اہل بیت علیہم السلام پر ہوا ہو۔ یا ان کے سوا کسی اور شخص پر۔ اور کافہ ناس یعنی تمام لوگوں کیساتھ احسان اور نیکی سے سلوک کرنا اور ان پر ظلم کرنے سے باز رہنا اعمال صالحہ میں داخل ہے۔

اور جو شخص دین اور عقل سے ذرا سا بھی حصہ رکھتا ہے۔ اس پر یہ بات خوب ظاہر اور روشن ہے کہ اہل بیت علیہم السلام پر ظلم کرنے کی عقوبت اور اس کا عذاب ان کے سوا اور لوگوں پر ظلم کرنے کی عقوبت اور عذاب سے زیادہ تر ہے۔ اور اہل بیت پر احسان کرنا اور ان پیشوایان دین مبین پر ظلم کرنے سے باز رہنا اجلّ اعمال صالحہ سے یعنی سب سے بڑا عمل صالح ہے۔ پس اگر کوئی شخص اس بنا پر اہل بیت علیہم السلام پر ظلم کرنے والے اور ان بزرگواروں کیساتھ احسان اور نیکی کے

ف۔ گھر والے گھر کے حالات سب سے بہتر جانتے ہیں ۱۲ منہ

AsliAhleSunnet.com

تارک کو اعمال صالحہ کا تارک اور اہل ارتداد میں داخل جانے تو کچھ بعید نہیں ہے۔ مگر ہاں اگر تفرقہ کے قائل ہو کر یوں کہنے لگیں کہ اہلبیت نبوی علیہم السلام پر احسان اور ترک ظلم کرنا عمل صالح نہیں ہے۔ اور کسی شخص پر ظلم کرنا عقاب و عذاب کا باعث ہے۔ اور اہل بیت علیہم السلام پر ظلم و جور روا رکھنا موجب اجر و ثواب ہے۔ تو بیشک امامیہ کا یہ قول نادرست اور قابل الزام ہو سکتا ہے

وجہ دوم۔ یہ کہ مصنف نے جو یہ تحریر فرمایا ہے۔ کہ امامیہ لعن عمر کو ذکر خدا تعالیٰ پر فوقیت دیتے ہیں یہ بھی محض افترا اور بہتان ہے۔ اور کوئی شخص اس کا قائل نہیں ہے۔ بفرض محال اگر اس کو تسلیم بھی کر لیا جائے۔ تو اس قول سے قائلین کی مراد تقدم رتبی ہے۔ نہ کہ تقدم تفضیلی اور بالکل ایسا ہی ہے۔ جیسے تخلیہ (خالی کرنا) کو تحلیہ (زیور پہننا) پر مقدم رکھا جاتا ہے۔ اور تنقیہ کو تقویہ پر پہلے تنقیہ کر کے مقویات کا استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ بعض علماء نے استعاذہ کو بسم اللہ پر اور نفی کو اثبات پر مقدم رکھنے کے باب میں ایسا ہی بیان کیا ہے۔ تفسیر نیشاپوری میں مرقوم ہے۔ اهل التحقیق یسمّون الترك والفعل بالتخلیه والتحلیه والمحو والصحو وبالنفی والاثبات او بالفنا والبقا والاول مقدم علی الثانی فما لم یفن عما سوی اللّٰه لم یرزق البقا انتہیٰ (اہل تحقیق ترک اور فعل کو تخلیہ و تحلیہ اور محو و صحو اور نفی و اثبات یا فنا و بقا سے موسوم کرتے ہیں۔ حالانکہ اول ثانی پر مقدم ہے۔ پس جبتک ماسوے اللہ سے فنا نہ ہو۔ بقا نصیب نہیں ہوتی۔)

واقفان کتب سلوک و عرفان اور سالکان مقامات عارفان پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ رفض سلوک الی اللہ کا انتہائی مرتبہ ہے۔ جیسا کہ شیخ رئیس نے اشارات میں اور امام رازی نے شرح اشارات میں اس پر نص فرمایا ہے۔ چونکہ یہاں ان اسرار کا بیان مناسب نہیں ہے اس لئے اشارہ ہی کافی ہے۔ اور باب تولیٰ و تبرّیٰ اور دیگر مسائل کے ابواب میں جو ان مقامات کا حیز طبیعی ہے۔ اس طرح سے کشف اسرار میں کلام کیا گیا ہے۔ کہ سالک طالب کو وصول مقامات میں عالم خبر سے عالم مشاہدہ میں پہنچا دیتا ہے۔

وجہ سوم۔ یہ کہ مصنف نے جو یہ تحریر فرمایا ہے۔ کہ امامیہ نماز واجب کے پیچھے لعن کرنا واجب جانتے ہیں۔ یہ بھی امامیہ پر افترا ہے۔ کیونکہ مستحقین لعن پر لعن کرنا امامیہ کے نزدیک شروط ایمان میں داخل نہیں ہے۔ بلکہ اس کے تکملات و متممات میں شمار کیا جاتا ہے۔ فاضل شوستری مصائب النواصب میں تحریر فرماتے ہیں لیس السب عندنا من شروط الایمان کما توهم بعضهم بل یصرحون اصحابنا بان مومنا لو لم یسب ابلیس والکفار والمنافقین لم یکن ذلك نقصا

فی ایمانہ نعم لعن اعداء اھل البیت من مکملات الایمان ولو علی سبیل الاجمال (سب کرنا ہمارے نزدیک شروط ایمان میں سے نہیں ہے۔ جیسا کہ بعض عامہ نے گمان کیا ہے۔ بلکہ ہمارے اصحاب اس طرح تصریح کرتے ہیں۔ کہ اگر کوئی مومن ابلیس۔ کفار اور منافقین کو سب نہ کرے۔ تو اس سے اس کے ایمان میں نقص نہیں ہوتا۔ ہاں اہل بیت علیہم السلام کے دشمنوں پر لعن کرنا مکملات ایمان یعنی ایمان کی تکمیل کرنیوالی چیزوں میں سے ہے۔ اگرچہ اجمالی طور پر ہی ہو) اور بالفرض اگر مصنف کے اس قول کو تسلیم بھی کر لیا جائے۔ جو لوگ اس امر کے قائل ہیں۔ وہ اس کا وجوب آیات کلام اللہ اور احادیث نبوی علیہ وآلہ السلام سے ثابت کرتے ہیں جیسا کہ ابواب گذشتہ میں مذکور ہوا۔ اور انشاء اللہ ابواب آیندہ میں بھی بالاستیعاب مفصل طور پر نقل کے مطابق بیان کیا جائے گا۔ منجملہ ان کے آیہ اولئک یلعنھم اللہ ویلعنھم اللاعنون[عہ] اور آیہ علیہم لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین[عہ]۔ اس آیت اور اس قسم کی دیگر آیات میں لعن اگرچہ اخبار کی صورت میں واقع ہوا ہے۔ لیکن مراد اس سے انشا اور امر ہے۔ جیسا کہ قولہ تعالیٰ والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلاثۃ قروء میں گو حکم صورت اخبار میں وارد ہوا ہے۔ لیکن دراصل انشا اور امر مقصود ہے (یعنی طلاق یافتہ عورتیں تین قروء[سے] تک اپنے نفسوں کو نکاح سے باز رکھیں) جیسا کہ مفسرین نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ نیز لعن کرنا مجاہدۂ لسانی کی ایک قسم ہے۔ شیخ سیوطی نے جامع صغیر میں مسند احمد۔ حاکم اور ابن حبان سے انس سے روایت کی ہے جاھدوا المشرکین باموالکم وانفسکم والسنتکم (تم مشرکوں سے اپنے مالوں اور جانوں اور زبانوں کیساتھ جہاد کرو) اور امر وجوب کے واسطے ہے۔ جیسا کہ اصول فقہ میں بیان کیا گیا ہے اور اس میں کسی قسم کا شک نہیں ہے۔ کہ مکلف جب امر الٰہی کے موافق عمل کرے اور اس کا عمل خالص اور مخلص ہو تو وہ ثواب کا حقدار ہو گا۔ اور مشکوٰۃ میں بیہقی سے روایت کی ہے۔ عن عائشۃ رضی اللہ عنھا قالت قال رسول اللہ ستۃ لعنتھم وکل نبی مجاب الزائد[۱] فی کتاب اللہ والمکذب[۲] بقدر اللہ والمتسلط[۳] بجبروت اللہ لیعز من اذلہ اللہ ویذل من اعزہ اللہ والمستحل[۴] بحرم اللہ والمستحل من عترتی[۵] ماحرم اللہ والتارک[۶] لسنتی (یعنی جناب سالتمآب صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ چھ شخص ہیں۔ جن پر میں اور تمام نبی مرسل لعنت کرتے ہیں۔ [۱] کتاب خدا میں زیادتی کرنیوالا۔ [۲] تقدیر الٰہی کی تکذیب کرنیوالا۔ [۳] جبروت الٰہی پر تسلط کرنیوالا تاکہ خدا کے ذلیل کردہ اشخاص کو عزت دے۔ اور خدا کے عزت دادہ اشخاص کو ذلیل کرے۔ [۴] حرم خدا کو حلال جاننے والا۔ [۵] میری عترت سے جس چیز کو خدا نے حرام کیا ہے۔ اس کو حلال جانے

جواز لعن کا اثبات

[عہ] ان لوگوں کو خدا اور لعنت کرنیوالے لعنت کرتے ہیں ۱۲ [عہ] ان پر خدا اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو ۱۲

www.alhassanain.com

والا۔ ۶ میری سنت کو ترک کرنیوالا) حاکم نے مستدرک میں سورۂ واللیل اذا یغشیٰ کی تفسیر کے تحت
میں بھی اس حدیث کو ذرا سے تفاوت اور اختلاف عبارت کیساتھ عایشہ سے روایت کیا ہے۔ نیز
اپنی سند کیساتھ سفیان سے اور اس نے عبداللہ بن عبدالرحمن بن عبداللہ بن موہب سے روایت کی
ہے۔ قال سمعت علی بن الحسین یحدث عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ستۃ لعنتھم ولعنھم اللہ وکل نبی مجاب الزاید فی کتاب اللہ والمکذب
بقدر اللہ والمتسلط بجبروت اللہ لیزل من اعزہ اللہ ویعز من اذل اللہ والتارک لسنتی
والمستحل من عترتی ماحرم اللہ والمستحل بحرم اللہ (راوی کہتا ہے کہ میں نے امام زین العابدین
کو سنا کہ حضرت نے اپنے آبار طاہرین کے سلسلے سے جناب رسالتمآب صلعم سے روایت کی
کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ چھ شخص ہیں۔ جن کو میں نے لعنت کی ہے۔ اور اللہ نے ان کو لعنت کی ہے
اور تمام رسولوں نے الخ) اور تھوڑے سے تفاوت کیساتھ شیخ جلال الدین سیوطی نے بھی
اس حدیث کو جامع صغیر میں ترمذی سے بروایت عائشہ اور حاکم سے بہ روایت علی علیہ السلام
روایت کیا ہے۔ فیض القدیر میں اس کی شرح میں مرقوم ہے المستحل من عترتی وقرابتی
ماحرم اللہ یعنی من فعل باقاربی مالا یجوز فعلہ من ایذائھم او ترک تعظیمھم فان اعتقد
حلہ کافر والا فمذنب وخصھما باللعن لتاکد حق الحرم والعترۃ وعظم قدرھما باضافتھما الی
اللہ والی رسولہ (میری عترت اور قرابت سے اس چیز کو حلال جاننے والا جس کو اللہ نے حرام کیا
ہے یعنی جس شخص نے میرے اقربا سے ایسا فعل کیا۔ جس کا کرنا جائز نہیں ہے جیسے ان کو ایذا دینا۔
یا ان کی تعظیم نہ کرنا پس اگر وہ اس کو حلال جانتا ہے تو وہ کافر ہے۔ ورنہ گنہگار ہے۔ اور ان دونو
حرم خدا اور عترت رسول خدا کی حرمت کو ضائع کرنیوالوں) کو لعنت سے مخصوص کیا ہے۔ اس لئے
کہ حرم خدا اور عترت رسول خدا کا حق زبردست ہے اور ان دونو کی قدرومنزلت نہایت عظیم ہے۔
کیونکہ یہ دونو خدا اور اس کے رسول سے منسوب ہیں یعنی حرم خدا کی طرف اور عترت رسول خدا
کی طرف) پس جو لوگ اس قول کے قائل ہیں۔ ان کے کلام کی تقریر یہ ہے۔ جو بیان کی گئی۔ اور
ان مسائل کی دلیلیں ہمارے رسالہ نفحات اللاہوت میں بہ تفصیل تمام مذکور ہیں۔ حضرات شائقین وہاں
ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

نیز اپنے مقام پر بیان کیا گیا ہے۔ کہ مباح محض بحیثیت اباحت بلا رجحان وشائبہ استحباب
جناب سرور کائنات علیہ وآلہ السلام سے صادر نہیں ہوا۔ اور آنحضرتؐ کے مطلقاً سب

AsliAhleSunnet.com

افعال خصوصاً افعال غیر عادیہ بندوں پر بار کئے گئے ہیں صحیحین میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ کہ آنحضرتؐ علیہ و آلہ السلام کفار پر لعنت فرمایا کرتے تھے خصوصاً قنوت نماز میں مسلم نے اپنی صحیح میں اپنی سند کیساتھ انس بن مالک سے روایت کی ہے۔ قال دعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الذین قتلوا اصحاب بیئر معونۃ ثلثین صباحا یدعو علی رعل ولحیان وعصیۃ عصیت اللہ ورسولہ الحدیث (رسول خداؐ نے ان لوگوں کے حق میں تیس صبحوں کو ان لوگوں پر بد دعا کی جنھوں نے بیرِ معونہؑ کے اصحاب کو قتل کیا تھا۔ اور قبیلہ رعل اور لحیان اور عصیہ کو جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ بد دعا فرماتے تھے)

نیز اپنی اسناد سے خفاف بن ایما غفاری سے روایت کی ہے۔ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی صلوٰۃ اللہم العن بنی لحیان ورعلاً وذکوان وعصیۃ عصوا اللہ ورسولہ غفار غفر اللہ لہا واسلم سالمہا اللہ (کہ رسول خدا نے ایک نماز میں یوں فرمایا۔ اے خدا بنی لحیان وبنی رعل و بنی ذکوان وبنی عصیہ پر لعنت کر۔ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ بنی غفار کی خدا مغفرت کرے۔ اور بنی اسلم کو خدا سالم رکھے)۔

اور بطریق متعددہ اس روایت کے مضمون کو حاکم نے مستدرک میں بہ اسناد خود ابن عباس سے روایت کیا ہے قال قنت رسول اللہ صلعم شہرا متتابعاً فی الظہر والعصر والمغرب والعشاء والصبح فی دبر کل صلوٰۃ واذا قال سمع اللہ لمن حمدہ صلے الرکعۃ الآخرۃ یدعو علی حیّ من بنی سلیم رعل وذکوان وعصیۃ ویؤمن من خلفہ وکان ارسل الیہم یدعوہم الی الاسلام فقتلوہم (راوی کہتا ہے۔ کہ رسول خدا صلعم نے لگاتار ایک مہینہ بھر ظہر، عصر، مغرب، عشا اور صبح کو ہر نماز کے بعد قنوت پڑھا۔ اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے۔ تو دوسری رکعت پڑھتے۔ بنی سلیم کے قبیلہ رعل اور ذکوان اور عصیہ کیلئے بد دعا کرتے۔ اور اہل جماعت (ماموم) آمین کہتے۔ اور آنحضرتؐ نے انکی طرف اپنے آدمی بھیجکر ان کو اسلام کی طرف دعوت کی تھی۔ اور انھوں نے ان کو قتل کر دیا تھا) نیز ذکر کیا ہے۔ قال عکرمہ ھذا مفتاح القنوت (عکرمہ کا قول ہے۔ کہ یہ قنوت کی کنجی ہے) اور کہتا ہے۔ ھذا حدیث صحیح علی شرط البخاری (یہ حدیث شرط بخاری کے موافق صحیح ہے) اور دوسری صحاح اور مشکوٰۃ میں بھی مروی ہے۔ جس کا جی چاہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائے۔

نیز مشکوٰۃ میں ابو ہریرہ سے روایت کی ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا

ع بیر معونہ ایک کنوئیں کا نام ہے ۱۲ منہ

AsliAhleSunnet.com

اراد ان یدعو علی احدٍ او یدعو لاحدٍ قنت بعد الرکوع (کہ رسول خدا صلعم جب کسی کیلئے بددعا یا دعا کرنیکا ارادہ کیا کرتے۔ تو رکوع کے بعد قنوت پڑھا کرتے تھے) نیز یہ عمل حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا دستور ہے۔ کہ والی شام اور اس کے تابعین پر لعنت فرمایا کرتے تھے۔ اور بہت سے صحابہ کی بھی یہی عادت تھی۔ مسلم نے اپنی صحیح میں بسند خود ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے روایت کی ہے۔ انہ سمع اباھریرۃ یقول واللہ لاقربن لکم صلوٰۃ رسول اللہ صلعم فکان ابو ھریرۃ یقنت فی الظھر والعشاء الآخرۃ ویدعو للمومنین ویلعن الکفار (کہ اس نے ابو ہریرہ کو یہ کہتے ہوئے سنا خدا کی قسم میں تمہارے واسطے رسول خدا کی نماز پڑھتا ہوں۔ پس ابو ہریرہ ظہر اور عشا کی نماز میں قنوت پڑھتے اور مومنین کیلئے دعا کرتے اور کفار پر لعنت بھیجتے) آنحضرت علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کبار اصنام کو سب وشتم کیا کرتے تھے چنانچہ کتب سیر واحادیث اور تفاسیر اس پر شاہد اور ناطق ہیں۔ اگر یہ عمل طاعت اور مشروع نہ ہوتا۔ تو ان بزرگواروں کی اس امر پر مداومت کبھی متصور نہیں ہو سکتی تھی۔ نیز امام رازی نے تفسیر کبیر میں آیۂ ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا الخ کی تفسیر کے تحت میں رقم فرمایا ہے لقائل ان یقول شتم الاصنام من اصول الطاعات فکیف یحسن من اللہ تعالیٰ ان ینھی عنھا والجواب ان ھذا الشتم وان کان طاعۃ الا انہ اذا وقع علی وجہ یستلزم وجود منکر عظیم وجب الاحتراز منہ والامر ھھنا کذلک لان ھذا الشتم یستلزم اقدامھم علی شتم اللہ وشتم رسولہ وعلی فتح باب السفاھۃ وعلی تنفیرھم عن قبول الدین وادخال الغیظ والغضب فی قلوبھم ولکونہ مستلزماً لھذہ المنکرات وقع النھی عنہ انتھٰی (اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے۔ کہ جب اصنام کو شتم کرنا اصول طاعات میں داخل ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کا اس سے منع فرمانا کیونکر حسن اور پسندیدہ ہو سکتا ہے۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ شتم اگرچہ طاعت ہے۔ لیکن جب ایسے طریق پر واقع ہو جس سے منکر عظیم کا وقوع پذیر ہونا لازم ہو جائے۔ تو اس سے بچنا اور پرہیز کرنا ہی واجب ہے۔ اور یہاں ایسا ہی ہے۔ اسلئے کہ اس شتم سے یہ لازم آتا ہے۔ کہ کفار خدا اور اس کے رسول کو شتم کریں۔ اور باب سفاہت کھل جائے۔ اور دین کے قبول کرنیسے ان کو نفرت پیدا ہو جائے۔ اور ان کے دلوں میں غیض وغضب داخل ہو جائے۔ چونکہ اس سے ان منکرات عظیمہ کا وجود میں آنا لازم آتا ہے اسلئے نہی وارد ہوگئی) پس ثابت ہوگیا کہ لعنت کے حقداروں پر لعنت کرنا اصول طاعات میں داخل ہے۔ اور جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم ہمیشہ ایسا کیا کرتے تھے۔ اور نماز میں اس عمل کو بجا لاتے تھے۔ پس مصنف

AhliAhleSunnet.com

تحفے نے جو یہ تحریر فرمایا ہے "کہ کسی ملت و مشرب میں انبیاء اور رسولوں کے کسی دشمن پر لعنت کرنا فرض نہیں کیا گیا اور نماز کی تعقیبات میں داخل نہیں کیا۔ بلکہ مندوب اور مستحب بھی قرار نہیں دیا۔ اور اس میں ثواب و جزا کا وعدہ نہیں کیا گیا" سراسر باطل اور درجۂ اعتبار سے ساقط ہے اور مستحقین لعن پر لعنت کا غیر مشروع ہونا اور اس کیلئے اجازت کا وارد نہ ہونا اور ہم سے پہلی شریعتوں میں نماز کی تعقیبات میں اس کو داخل نہ کرنا غیر مسلم اور ناقابل تسلیم ہے۔ اور بالفرض اگر یہ صحیح بھی مان لیں کہ شرائع سابقہ میں یہ دستور نہ تھا۔ تو جس حالت میں کہ جناب خاتمیت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس کو مشروع فرمایا ہے۔ اور ہمیشہ اس پر عامل اور کاربند رہے۔ اور نماز کے قنوت میں اس کو بجا لائے۔ پھر اگر دوسری شریعتوں میں غیر مشروع بھی تھا۔ تو ہوا کرے ہم کو کیا پرواہ ہے۔ ان کا یہ دستور ہرگز قابل عمل اور التفات و توجہ کے لائق نہیں۔

قول مصنف تحفہ **چوتھا حکم** ۔عید غدیر یعنی اٹھارہ ماہ ذی الحجہ کی عید کا احداث و اختراع کرنا اور اس کو عید الفطر اور عید الضحیٰ پر فضیلت دینا اور اس عید کو عید اکبر کے نام سے نامزد کرنا ہے۔

پانچواں حکم عید بابا شجاع الدین کا اختراع ہے۔ جو ان کے نزدیک ابو لؤلؤ گبر مجوسی قاتل عمر کا لقب ہے یعنی ان کے خیال میں ربیع الاول کی نویں تاریخ۔ روی علی بن مظاہر الواسطی عن احمد بن اسحاق انہ قال ھذا الیوم یوم العید الاکبر و یوم المفاخرۃ و یوم التبجیل و یوم الزکوٰۃ العظمیٰ و یوم البرکۃ و یوم التسلیۃ (علی بن مظاہر واسطی نے احمد بن اسحاق سے روایت کی ہے وہ بیان کرتا ہے۔ کہ یہ روز روز عید اکبر۔ روز مفاخرت۔ روز تبجیل۔ روز زکوٰۃ عظمیٰ۔ روز برکت اور روز تسلی ہے) اور احمد بن اسحاق پہلا شخص ہے جس نے اسلام میں اس عید کو اول ہی اول اختراع کیا۔ اور اس کے بعد اوروں نے اس کی پیروی کی۔ بعد ازاں ایک مدت دراز کے بعد اس عید کو ائمہ سے منسوب کرنا شروع کر دیا۔ حالانکہ یہ عید بھی دراصل مجوسیوں کی عید ہے۔ کہ انھوں نے جب یہ خبر سنی۔ کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایک مجوسی کے ہاتھ سے قتل ہو گئے۔ کمال فرحت و شادمانی کا اظہار کیا۔ اور اس دن کا نام روز انتقام روز مفاخرت اور روز تسلیہ رکھا۔ کیونکہ حضرت عمر کے ہاتھ سے ان پر اور ان کے دین اور ان کی سلطنت پر جو کچھ گزرا تھا۔ وہ ظاہر و باہر ہے۔ چونکہ قتل کی خبر ان کو اسی روز تحقیقاً معلوم ہوئی تھی۔ اسلئے انھوں نے اس روز کو روز عید قرار دیا ورنہ حضرت عمر کا قتل تو بلا اختلاف اٹھائیسویں ماہ ذی الحجہ کو واقع ہوا۔ اور محرم کی پہلی تاریخ کو دفن ہوئے۔ اگرچہ

AsliAhleSunnet.com

آئمہ اس عید کو مناتے تھے۔ تو دن کو کیوں تبدیل کرتے تھے۔ حالانکہ خود شیعہ بھی اقرار کرتے ہیں کہ یہ عید آئمہ کے زمانہ میں نہ تھی۔ اور اسی احمد بن اسحاق کی اختراع ہے۔

چھٹا حکم۔ روز نوروز کی تعظیم کرنا ہے۔ جو مجوسیوں کی ایک عید ہے۔ قال ابن فہد فی المہذب انہ اعظم الایام (ابن فہد نے مہذب میں بیان کیا ہے کہ وہ سب سے بڑا دن ہے) اس تعظیم میں گویا اسلام میں محض زمانہ جاہلیت کی رسومات کو بجا لانا مقصود ہے۔ امیر المومنین سے صحیح طور پر ثابت ہے۔ کہ ایک شخص نوروز کے دن ان کے پاس حلوا اور فالودہ لایا تھا۔ حضرت نے اس سے پوچھا۔ یہ کیوں لایا؟ عرض کی الیوم یوم النیروز (آج نوروز کا دن ہے) فرمایا نیروزنا کل یوم ومھرجونا کل یوم (ہمارا نوروز ہر روز ہے۔ اور ہمارا مہرجان ہر روز ہے) اور اس میں ایک نہایت دقیق اشارہ ہے یعنی روز نوروز کی خوبی اسی وجہ سے ہے۔ کہ آفتاب معدل النہار سے اپنی حرکت خاصہ کیساتھ عرض ہائے شمالی کے باشندوں کی طرف رُخ کرتا ہے۔ اور نزدیک آجاتا ہے۔ اور اس سبب سے ابدان اور اجسام میں ایک حرارت پیدا ہوتی ہے۔ اور قوت نامیہ تیزی پر آتی ہے۔ اور نباتات میں تازگی پیدا ہوجاتی ہے۔ اور یہ بات روزانہ طلوع میں زیادہ تر متحقق اور ثابت ہے۔ اس لئے کہ آفتاب حرکت اولی میں جو تمام حرکات میں زیادہ تر تیز اور اظہر ہوتی ہے۔ دائرہ افقی سے گذر کر اس افق کے باشندوں پر روشنی ڈالتا ہے۔ اور قوت باصرہ کو جلا دیتا ہے۔ اور روح کو قوت بخشتا ہے۔ اور انتفاعات یعنی ذرائع محاصل و آمدنی خصوصاً زراعت۔ تجارت اور صناعات و حرفات اس کے سبب سے بہتر اور بکثرت پیدا ہوتی ہیں اور مردہ پن کے بعد زندگی کی صورت نمودار ہوتی ہے چنانچہ خدا فرماتا ہے وجعلنا نومکم سباتا وجعلنا اللیل لباسا وجعلنا النھار معاشا (اور خدا نے تمہاری نیند کو آرام کا باعث بنایا ہے۔ اور ہم نے رات کو لباس اور دن کو ہم نے ذریعہ معاش بنایا ہے) پس اس وقت عید منانا نہایت سزاوار اور ادنی ہے۔ بلکہ اگر کوئی عقلمند شخص ذرا غور و فکر سے کام لے۔ تو معلوم کر سکتا ہے۔ کہ رات دن کے ایک دورے کی مدت میں چاروں فصلیں متحقق اور ثابت ہو جاتی ہیں۔ صبح کے وقت دوپہر تک فصل ربیع ہے۔ جس سے سبزہ ہرا بھرا اور پھول شگفتہ اور حیوانات کا مزاج خوش رہتا ہے۔ اور جب آفتاب دائرہ نصف النہار پر پہنچ جائے۔ تو اس وقت ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ گویا اپنی حرکت خاصہ سے خط سرطان پر پہنچ گیا۔ اور گرمی شروع ہو گئی۔ پژمردگی نے غلبہ کیا اور پیاس و خشکی اجسام میں نمودار ہوئی۔ اور جب غروب کے قریب پہنچتا ہے۔ تو گویا برج میزان میں داخل ہو گیا۔ فصل خریف کا آغاز ہو گیا۔ اور جب آدھی رات ہو جاتی ہے۔ اور انحطاط یعنی اتار سے

AsliAhleSunnet.com

ارتفاع یعنی چڑھاؤ کی طرف مائل ہوا۔ گویا خط جدی پر پہنچ گیا۔ اور جاڑے کا موسم پیدا ہو گیا۔ اور شبنم پڑنے لگی گویا برف باری شروع ہو گئی۔ (انتہیٰ کلامہ)

جواب باصواب

عیدین ہی پر عید کا اطلاق کرنا یعنی دونوں عیدوں ہی کو عید کہنا ممنوع اور باطل ہے۔ کیونکہ شارع علیہ السلام نے روز جمعہ پر بھی عید کا اطلاق فرمایا ہے۔ بلکہ جس روز اہل ایمان کو کوئی مسرت اور خوشی حاصل ہو۔ اس روز پر بھی کلام الٰہی میں عید کا اطلاق کیا گیا ہے۔ چنانچہ خدا حضرت عیسٰیؑ کے قول کو نقل کرتے ہوئے فرماتا ہے اللھم ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء یکون لنا عیدا لاولنا وآخرنا (اے ہمارے پروردگار ہم پر آسمان سے ایک سنر خوان نازل فرما۔ جو ہمارے اوّل اور آخر کے واسطے عید ہو) الحتصر عید مشتق ہے لفظ عود سے۔ جس کے معنی برگشتن یعنی پھرنا ہے۔ اور بعض دنوں کو عید کے نام سے اسلئے نامزد کیا گیا ہے۔ کہ ان میں مسرت و شادمانی اور فرح و سرور عود کرتی ہے۔

امام رازی نے تفسیر کبیر میں فرمایا ہے والعید فی اللغۃ اسم لما عاد الیك فی وقت معلوم اشتقاقہ من عاد یعود فاصلہ ھو العود سمی العید عیدا لانہ یعود کل سنۃ بفرح جدید (اور عید لغت میں اس چیز کا نام ہے جو وقت مقررہ پر تیری طرف عود کرے۔ اور وہ یعنی عید عاد یعود سے مشتق ہے۔ پس اس کی اصل لفظ عود ہے۔ روز عید کو اس لئے عید کہتے ہیں کہ وہ ہر سال ایک نئی اور جدید خوشی لیکر واپس آتا ہے) اور خوشی منانے اور فرح و سرور کی رسومات قائم کرنے کے باب میں شارع علیہ السلام کی طرف سے فی الجملہ اجازت دی گئی ہے۔ اور جب کہ فرح و سرور کا باعث محض ایک دینی امر ہو۔ تو ایسے دن تو جبکہ وہ مسرت اور خوشی بخشنے والا امر وقوع پذیر ہوا ہو۔ فرح و سرور کے مراسم ولوازمات کو برپا کرنا بدرجہ اولیٰ مباح ہوگا۔ اسلئے کہ اشیاء میں اصل اباحت یعنی مباح ہونا ہے۔ جبتک کہ شارع علیہ السلام کی طرف سے نہی و ممانعت واقع نہ ہوئی ہو۔ یہی وجہ ہے۔ کہ مذہب امامیہ میں بعض ایسے دنوں کی تعظیم مشروع ہو گئی ہے۔ جن میں کوئی ایسا امر واقع ہوا ہو۔ جو اعلائے کلمۃ الٰہی کا باعث ہو۔ تاکہ اس موہبت عظمٰی اور عطیہ کبریٰ کی شکرانہ میں وظائف عبادات وطاعات اور اعمال خیر مثلاً مومنین کو کھانا کھلانا۔ مساکین کو صدقہ دینا۔ اہل و عیال خدم وحشم اور بال بچوں پر ہر روز کی نسبت زیادہ صرف کرنا وغیرہ امور نیک بجا لائیں۔ اور مراسم سرور ونشاط اور لوازم فرح وانبساط میں مشغول ہوں۔ اور یہ تمام امور مذکورہ لوازمات عید میں داخل ہیں۔ ہمارے اس ملک میں ایام معظمہ یعنی بزرگ دنوں مثلاً روز مولود حضرت سرور کائنات

AsliAhleSunnet.com

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ بروایت جمہور امامیہ سترہویں ماہ ربیع الاول ہے اور روز مبعث کہ ستائیسویں ماہ رجب المرجب ہے اور روز مباہلہ کہ چوبیسویں ماہ ذیحجہ ہے۔ اور عید غدیر کہ اٹھارہویں ماہ ذیحجہ ہے۔ اور ایسے ہی اور دنوں پر عید کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ اور امامیہ اصطلاح میں ان کو ایام عید کہا جاتا ہے ولا مشاحۃ فی الاصطلاح اصطلاح میں کسی قسم کی گرفت اور مضائقہ نہیں ہوا کرتا۔ اور روز عید غدیر کو عید اکبر کہنا کچھ بعید نہیں ہے۔ لفظ اکبر کبر سے مشتق ہے۔ جو امر اضافی ہے۔ اور اس روز کی اکبریت اضافی ہے یعنی روز مولود حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور روز مبعث کے سوا اور دنوں سے اکبر یعنی بزرگ تر ہے۔ اور اگر بالفرض یہی کہا جائے۔ کہ اس کو سب دنوں سے بزرگ تر مانا جاتا ہے۔ تو بھی چنداں قباحت نہیں ہے اس لئے کہ اس روز حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امیر المومنین علی بن ابیطالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت و امامت پر نص فرمایا ہے۔ اگرچہ نبوت کا اقرار کرنا افضل ہے۔ اور وہ اصل ہے لیکن چونکہ امامت کے اقرار کرنیکے لئے نبوت کا اقرار کرنا لازم ہے۔ اور اقرار نبوت کیلئے اقرار امامت لازم نہیں ہے اور امامت کا اقرار ایمان کا ایک جزء ہے۔ اسلئے امامت کا اقرار نجات کا باعث ہے۔ اور صرف نبوت کا اقرار نجات کا موجب نہیں ہے۔ کیونکہ قاعدہ ہے۔ کہ عام کے متحقق ہونے سے خاص متحقق ہو جاتا ہے۔ اور خاص کے تحقق سے عام متحقق نہیں ہوتا۔ مثلاً جہاں حیوان موجود ہے ضروری نہیں کہ وہاں انسان بھی موجود ہو۔ اور جہاں انسان موجود ہے۔ وہاں حیوان ضرور موجود ہے۔ چنانچہ کلمہ توحید کا اقرار اقرار رسالت سے افضل ہے۔ لیکن اقرار کلمہ توحید کو اقرار رسالت لازم نہیں ہے اور اقرار رسالت کیلئے صانع متعال کے وجود اور اس کی توحید کا اعتقاد کرنا لازم اور ضروری ہے۔ اور صرف ان دونوں کا اقرار نجات کیلئے کافی نہیں ہے۔ جبتک کہ اقرار امامت ان دونو کیساتھ شامل نہ کیا جائے۔ اور اس امر پر فریقین کا اتفاق ہے۔ کیونکہ اہلسنت بھی فقط شہادتین کے اقرار کو موجب نجات نہیں جانتے۔ جب تک کہ خلافت خلفاء کا اقرار اسکے ساتھ شامل اور ضم نہ کیا جائے۔ کتاب خزانۃ المفتیین میں مرقوم ہے۔ والرافضی ان فضل علیاً علی غیرہ فھو مبتدع ولو انکر خلافۃ الصدیق فھو کافر (رافضی اگر علی کو اوروں پر فضیلت دے تو وہ بدعتی ہے۔ اور اگر وہ خلافت صدیق کا منکر ہو۔ تو وہ کافر ہے) اور امیر المومنین کی امامت کا اقرار اور آپکی ولایت اور متابعت کیلئے اقرار شہادتین اور باقی آئمہ کا اقرار اور معاد اور تمام ضروریات دین کا اقرار لازم ہے۔ اسلئے کہ وہ جناب جملہ اہل عالم کے ایمان کی تکمیل کرنیوالے ہیں۔ کیونکہ

AsliAhleSunnet.com

آپ ہی کے بیان سے تمام اجزار ایمان خلقت پر ظاہر و آشکار ہوئے۔ پس اس اعتبار سے اس دن پر کہ جس دن آنجناب علیہ السّلام امامت و ولایت پر نصب کئے گئے۔ اور اسی روز اس دلیل سے اور بموجب آیۂ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی الآیۃ کہ حسب روایات معتبرہ جو آئیندہ مذکور ہونگی۔ اس دن نازل ہوا۔ ایمان کامل کیا گیا ہو۔ اگر اعظم اعیاد کا اطلاق کیا جائے۔ اور اس کو سب عیدوں سے بڑی عید کہا جائے۔ تو اس سے کسی قسم کی خرابی لازم نہیں آتی۔ اور کسی طرح خلاف شرع نہ ہوگا۔

الغرض کوئی نعمت کمال ایمان اور اتمام دین کی نعمت سے کامل تر فاضل تر اور بڑھکر نہیں ہے۔ اور یہ نعمت اسی روز سعید میں متحقق ہوئی۔ پس یہ دن سب وقتوں سے بزرگتر اور سب عیدوں سے فاضل تر اور عید اکبر ہے۔ برخلاف اور عیدوں کے کہ ان میں فروع دین مثلاً روزہ حج کی تکمیل و تتمیم ہوئی۔ جو شخص انصاف سے ذرا بھی بہرہ رکھتا ہو۔ اسکے نزدیک یہ بات نہایت واضح اور ظاہر و باہر ہے۔ اور معاند محض مکابر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب آیۂ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی صحابہ کے گوش زد ہوا۔ تو یہ سنکر سب نے فرح و سرور عظیم کا اظہار کیا۔ امام رازی نے تفسیر کبیر میں فرمایا ہے لما قراء ھذہ الایۃ علی الصحابۃ فرحوا و اظھروا السرور العظیم (جب آنحضرتؐ نے یہ آیت صحابہ کے سامنے تلاوت فرمائی تو وہ خوش ہوئے اور سرور عظیم کا اظہار کیا) اور قصۂ غدیر باب ہفتم میں بہ تفصیل ذکر کیا گیا ہے یہاں پر ضمناً ذکر آجانیکی وجہ سے اجمالی بیان پر اکتفا کی جاتی ہے۔ صاحب مشکوٰۃ نے براء بن عازب اور زید بن ارقم سے روایت نقل کی ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما نزل بغدیر خم اخذ بید علی فقال الستم تعلمون انی اولی بالمومنین من انفسھم قالو بلی قال الستم تعلمون انی اولی بکل مومن من نفسہ قالو بلی فقال اللھم من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ و عاد من عاداہ و احب من احبہ و ابغض من ابغضہ و انصر من نصرہ و اخذل من خذلہ و ادر الحق معہ حیث دار فلقیہ عمر فقال ھنیئاً لک یا ابن ابی طالب اصبحت و امسیت مولیٰ کل مومن و مومنۃ یعنی براء بن عازب اور زید بن ارقم نے جو مشاہیر صحابہ سے ہیں روایت ہے۔ کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت اس مقام میں فروکش ہوئے۔ جس کا نام غدیر خم ہے۔ اور حرمین شریفین کے درمیان جحفہ[ع] سے ایک فرسخ کے فاصلہ پر واقع ہے اپنے اصحاب کو جمع کیا۔ اور منبر پر تشریف

[ع] جحفہ بضم جیم و سکون حاے مہملہ و فائکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام کا نام ہے ۱۲ از مجمع البحرین

AsliAhleSunnet.com

لیگئے۔ جو اونٹوں کے پالانوں سے تیار کیا گیا تھا۔ اور اوپر جاکر علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ کیا تم نہیں جانتے ؟ کہ میں مومنوں کا ان کی جانوں سے زیادہ اور بڑھکر مالک و مختار ہوں۔ اور ایک روایت میں آیا ہے۔ کہ حضرتؐ نے تین بار اس کلمہ کو دہرایا سب نے جواب دیا کہ بلےٰ یعنی ہاں بیشک آپ ولے اور سب سے بڑھکر انکی جانوں کے مالک و مختار ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ میں ہر مومن کا اس کی جان سے بڑھکر والی و مختار ہوں۔ سب نے عرض کی۔ بیشک آپ مالک و مختار ہیں بعد ازاں بارگاہ الہی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے خدا جس شخص کا میں مولا ہوں علیؑ بھی اس کا مولا ہے اے خدا تو دوست رکھ اس شخص کو جو علیؑ کو دوست رکھے۔ اور دشمن رکھ اس شخص کو جو علیؑ کو دشمن رکھے۔ اور اس شخص کی مدد کر۔ جو علیؑ کی مدد کرے۔ اور جو کوئی علیؑ کو چھوڑ دے اور اس کی مدد نہ کرے۔ تو بھی اس کو چھوڑ دے اور مدد نہ کر۔ اور جس طرف کہ علیؑ گردش کرے۔ تو حق کو اس کیساتھ گردش دے۔ بعد ازاں عمرؓ نے علیؑ سے ملاقات کی اور کہا اے ابوطالب کے بیٹے تجھ کو مبارک ہو تو نے صبح کی اور شام کی۔ درآنحالیکہ تو ہر مومن اور مومنہ کا مولا بن گیا۔

امام رازی نے تفسیر کبیر میں آیہ کریمہ یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس کے محتملات کے ذیل میں فرمایا ہے۔ نزلت ھذہ الآیۃ فی فضل علی ولما نزلت ھذہ الآیۃ اخذ بیدہ وقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ فلقیہ عمرؓ فقال ھنیئاً لک یا ابن ابی طالب اصبحت مولای و مولے کل مومن ومومنۃ وھو قول ابن عباس والبراء بن عازب ومحمد بن علی (یہ آیت علیؑ کی فضیلت میں نازل ہوئی ہے۔ اور جب یہ آیت نازل ہوئی۔ تو حضرتؐ نے علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا من کنت .... عاداہ۔ پس حضرت عمر علیؑ سے ملے۔ اور ارشاد فرمایا۔ کہ اے ابیطالب کے بیٹے تجھ کو مبارک ہو۔ تو میرا اور ہر مومن اور مومنہ کا مولا ہو گیا۔ اور یہ قول ابن عباس۔ براء ابن عازب اور محمد بن علیؑ کا ہے) بعض علماء نے شرح مصابیح بغوی سے نقل کیا ہے۔ کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیؑ کو حکم دیا۔ کہ وہ اس خیمہ میں جاکر بیٹھیں۔ جو آنجناب کیلئے مقرر ہوا تھا۔ تاکہ عامہ اشراف و اعیان قریش حاضر خدمت ہو کر ولایت کی مبارکباد دیں۔ اول ہی اول جس شخص نے مبارکباد دی وہ عمر بن خطاب تھے۔ کہ خدمت اقدس علویؑ میں حاضر ہو کر بہایت شفقت و فریفتگی کے عالم میں فرمایا۔ بخ بخ لک یا ابن ابی طالب اصبحت مولای و مولے کل

AsliAhleSunnet.com

مومن و مومنۃ۔ اے پسر ابیطالب تجھ کو مبارک ہو۔ کہ تو میرا اور ہر مومن اور مومنہ کا مولا ہو گیا۔ انتھے۔

اور جلال الدین سیوطی نے کتاب اتقان میں ابن مردویہ سے ابو سعید خدری رض اور ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ آیۂ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا روز غدیر نازل ہوا۔ یعنی آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کر دیا۔ اور اپنی نعمت کو تم پر تمام کر دیا۔ اور تمہارے لئے اسلام کو جو تمہارا دین ہے۔ پسند کیا۔ المختصر حدیث غدیر تواتر معنوی کو پہنچ گئی ہے۔ چنانچہ فریقین کے محققین نے اس کی تصریح کی ہے۔ اور ابن عقدہ نے اسکو ایک سو پانچ طریق سے روایت کیا ہے۔ شیخ عماد الدین ابی کثیر شامی شافعی نے محمد ابن جریر طبری شافعی کے حالات میں ذکر کیا ہے۔ کہ میں نے ایک کتاب دیکھی ہے۔ جس میں اس نے احادیث غدیر خم کو دو ضخیم جلدوں میں جمع کیا ہے۔ اور ایک کتاب میں حدیث طیر کے طرق کو جمع کیا ہے۔ اور ابو المعالی جوینی سے نقل کیا ہے۔ کہ وہ از روئے تعجب کہتا تھا کہ میں نے بغداد میں ایک کتب فروش کے ہاتھ ایک کتاب دیکھی۔ جس میں اس حدیث (غدیر) کی روایات کو جمع کیا تھا۔ اور اس کے اوپر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی المجلد الثامنۃ والعشرون من طرق من کنت مولاہ فعلی مولاہ ویتلوہ المجلد التاسع والعشرون (یعنی یہ کتاب حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کے طرق کی اٹھائیسویں[28] جلد ہے۔ اور اس کے بعد انتیسویں[29] جلد ہے) اور باب ہفتم میں اس کے متعلقات کو مفصل بیان کیا گیا۔ اور اس دن میں خدا تعالی نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے سبب سے دین کو کامل کیا۔ اور اس امر کے وقوع میں آنحضرت کی وجہ سے مومنین کو بیحد خوشی حاصل ہوئی۔ اور صحابہ عظام نے جناب امیر المومنین علیہ السلام کو اس امر جلیل القدر کی تہنیت دی۔ اور اس کے لوازمات بجا لائے۔ عمر فاروق بھی انہی تہنیت گذاروں میں سے ہیں۔ بلکہ بعض روایات میں تو یوں وارد ہوا ہے کہ پہلے پہل جس نے مراسم تہنیت ادا کئے۔ وہ یہی بزرگوار تھے۔ اور آئمہ اہلبیت علیہم السلام سے اس دن کی فضیلت میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ پس شیعہ اور سنی دونو کو لازم ہے۔ کہ اکابر آل و اصحاب کی تاسی اور پیروی میں لوازمات فرح و سرور بجا لائیں اور باہم ایکدوسرے کو تہنیت اور مبارکباد دیں۔ تعجب ہے کہ فاضل مصنف امیر المومنین علیہ السلام اور فرقہ امامیہ کی عداوت کی وجہ سے اصحاب رسول کی اقتداء سے پہلو تہی اور کنارہ کشی کرتے ہوئے اس دن میں فرح و سرور کرنیکو بدعت شمار کرتے

ہیں۔ ان ھذا الشئی عجاب۔

جب کہ یہ بات ثابت ہوگئی کہ اس قسم کے دن میں صحابہ خصوصاً جناب فاروق مراسم تہنیت ادا کرتے اور لوازم فرح و سرور بجالاتے تھے۔ اور عید انہی امور کو کہتے ہیں، تو اس سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ اس عید میں عید منانا صحابہ کرام سے ماثور و منقول ہے۔ اس لئے فاضل مصنف نے جو اس مسئلہ کو خصائص امامیہ سے گمان کیا ہے۔ اس کا اس باب میں جو محض خصائص امامیہ کے بیان کرنیکے لئے خاص کیا گیا ہے۔ ذکر کرنا عبث اور لغو ہے۔

صفحہ ۲۸۵

قتل عمر بن سعد نہم ربیع الاول

اور نہم ربیع الاول کی سعادت میں اشہر قول یہ ہے۔ کہ اس روز عمر بن سعد قتل ہوا ہے۔ اور جو جو ظلم و ستم اس کے ہاتھوں اہلبیت علیہم السلام پر جو جگر گوشہ ہائے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بموجب حدیث ثقلین شقیق قرآن عظیم ہیں۔ ڈھائے گئے۔ طشت از بام اور آفتاب سے زیادہ تر روشن اور ظاہر ہیں کہ اس نے اور اس کے تابعین نے دریائے فرات کے پانی کو سلالۂ عترت طاہرہ حضرت ابا عبداللہ الحسین علیہ السلام اور آپ کے شیعوں پر بند کیا۔ اور آنجناب کو بیٹوں بھائیوں اور برادران و انصار اور اصحاب سمیت بھوکا پیاسا بے یار دیا اور نہایت ظلم و ستم سے شہید کر ڈالا۔ اور آنجنابؑ کی شہادت کے بعد مخدرات عصمت و طہارت کو بے ردا و بے نقاب سر برہنہ شتران بے کجاوہ پر سوار کرکے شہر بہ شہر پھرایا۔ اور جور و ستم اور ہتک حرمت کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ اور ان کے حق میں ان کے جد امجد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذرا بھی لحاظ اور پاس خاطر ملحوظ نہ رکھا۔ اور ان افعال شنیعہ اور حرکات ناشائستہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح اقدس کو آزردہ کیا۔ اگرچہ یہ واقعہ ہائلہ اپنی شہرت تامہ کی وجہ سے کسی استشہاد اور ثبوت کا محتاج نہیں ہے۔ تاہم قلب عوام کی اطمینان خاطر کی غرض سے علامہ تفتازانی کا کلام نقل کیا جاتا ہے۔ کہ شرح مقاصد میں بیان کرتے ہیں۔

قول علامہ تفتازانی

واما ملجری بعدھم من الظلم علی اھل بیت النبوۃ صلعم من الظھور بحیث لامجال للخفاء ومن الشناعۃ بحیث لا اشتباہ علی الآراء یکاد یشھد بہ الجماد العجماء ویبکی لہ من فی الارض والسماء وتنھدم الجبال وتنشق منہ الصخور ویبقی سوء عملہ علی کر الشھور والدھور فلعنۃ اللہ علی من باشر اورضی اوسعی و لعذاب الآخرۃ اشد وابقی (لیکن اس (عمر سعد) نے ان بزرگواروں کی شہادت کے بعد اہل بیت نبوۃ صلعم پر جو ظلم و ستم ڈھائے۔ وہ کسی طرح چھپائے نہیں چھپ سکتے۔ اور اہل حرم کی جو شناعت اور ہتک حرمت کی گئی سو کسی طرح مشتبہ اور پوشیدہ نہیں ہو سکتی۔ قریب ہے۔ کہ بے زبان

AsliAhleSunnet.com

سنگ و کلوخ بھی جو جمادات سے ہیں۔ ان ظلموں اور رسوائیوں کی شہادت دیں اور ساکنان زمین و آسمان اس پر روئیں۔ اور پہاڑ منہدم ہو جائیں۔ اور پتھر شق ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ اور اس ملعون کی بداعمالی ہمیشہ ہمیشہ ہر زمانہ میں تا قیام قیامت یادگار رہیگی۔ پس خدا کی لعنت ہو۔ اس شخص پر جو اس ظلم و ستم میں شامل ہوا۔ یا اس پر رضامند ہوا۔ یا اس نے اس میں سعی و کوشش کی اور عذاب آخرت بیشک نہایت سخت اور باقی رہنے والا ہے)

اور جو شخص دین کا تھوڑا سا درد بھی اپنے پہلو میں رکھتا ہے۔ اس پر خوب واضح اور روشن ہے کہ جس شخص نے اس قسم کا ظلم و ستم اہل بیت نبوی علیہ و آلہ السلام پر ڈھائے ہوں۔ اہل ایمان کے نزدیک اس کے روز قتل کے عید اکبر۔ روز تبجیل۔ روز مفاخرت۔ روز زکوۃ عظمیٰ۔ روز برکت اور روز تسلیہ ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ فاضل مذکور جو نصب فی خروج میں بنی امیہ اور بنی مروان کی رواسم سئیہ کو زندہ کرنے والا ہے اگر اس روز عید منانے اور لوازم تہنیت اور مراسم فرح و سرور برپا کرنیکو بدعت جانے۔ تو کچھ بعید نہیں ہے۔ بہر حال چونکہ علمائے عامہ و خاصہ کا دستور یہ ہے۔ کہ مستحبات میں احادیث ضعیفہ سے متمسک ہوتے اور ان کے موافق عمل کرتے ہیں۔ چونکہ احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے۔ کہ اگر کسی شخص کو یہ خبر پہنچے کہ فلاں عمل پر خدا نے اتنا ثواب مقرر فرمایا ہے۔ اور وہ شخص اس عمل کو بجا لائے۔ وہ ثواب بارگاہ اقدس الٰہی سے اسکو عطا کیا جائے گا۔ اگرچہ جیسا کہ اس کو معلوم ہوا ہے۔ فی الواقع ویسا نہ ہو۔ پس کوئی شخص اس روز کے اعمال جن کی نوع شارع علیہ السلام سے وارد ہوئی ہو۔ اور وہ آیات و احادیث سے مخالفت نہ رکھتے ہوں عمل میں لائے تو بہت بہتر ہوگا اور وہ شخص ثواب کا حقدار ہوگا۔ اور یہ جو مصنف علام نے تحریر فرمایا ہے۔ کہ یہ مجوسیوں کی عید ہے۔ کیونکہ اس روز ان کو عمر بن خطاب کے قتل کی خبر پہنچی۔ اور انھوں نے اس روز کو روز عید مقرر کر لیا۔ یہ محض اخبار میں بدعت ہے۔ جو مصنف تحفہ کی طرف سے ظہور میں آئی ہے۔ کیونکہ کتب سیر و تواریخ میں کہیں اس کا نشان تک بھی نہیں ملتا۔ اور کسی کتاب میں ماثور و مرقوم نہیں ہے۔ کہ روز نہم ربیع الاول عمر بن خطاب کے قتل کی خبر مجوسیوں کے نزدیک متحقق ہوئی۔ اور انھوں نے اس روز مراسم جشن و سرور کو ادا کیا چنانچہ ناظرین کتب آثار و تواریخ پر یہ بات ظاہر و آشکار ہو سکتی ہے۔ اور یہ جو مصنف نے رقم فرمایا ہے کہ حضرت عمر کا قتل بلا اختلاف ۲۸ ذیحجہ کو وقوع میں آیا۔ اور اس پر سب علماء کا اتفاق ہے بالکل ممنوع اور باطل ہے۔ اس لئے کہ قتل عمر بن خطاب کی تاریخ میں اختلاف ہے۔ صاحب تواقف نے چھبیسویں لکھی ہے۔ اور

AsliAhleSunnet.com

اس کی اصل عبارت یہ ہے۔ وبالجملۃ یجتمع اھل کاشان وھی بلدۃ من عراق العجم بین قم و اصفھان فی الیوم السادس والعشرین من ذی الحجۃ یوم شھادۃ عمر الیٰ ما قال (المختصر اہل کاشان جو قم اور اصفہان کے مابین عراق عجم کا ایک شہر ہے۔ اس پر اتفاق کرتے ہیں۔ کہ عمر کی شہادت چھبیسویں ذیحجہ کو واقع ہوئی) اور حاکم نے مستدرک میں ذکر کیا ہے۔ عن معدان بن ابی طلحۃ العمری قال اصیب عمر یوم الاربعاء لاربع لیال بقین من ذی الحجۃ (معدان بن ابی طلحہ سے روایت ہے۔ کہ عمر بن خطاب نے بدھ کے روز انتقال کیا۔ جبکہ ذیحجہ کی چار دن باقی تھے۔ یعنی چھبیسویں کو) یہ اس صورت میں ہے۔ جبکہ ۲۹ دن کا مہینہ ہو۔ اگر تیس دن کا تصور کیا جائے تو ستائیسویں سمجھی جائے گی۔ اور اس باب میں اس کے سوا اور احتمالات بھی ہیں۔ اسلئے کہ خلافت کی مدت میں اختلاف ہے۔ حاکم نے مستدرک میں روایت کی ہے۔ کہ خلافت ابوبکر صدیق کی مدت دو سال تین ماہ بائیس روز ہیں۔ اور خلافت عمر فاروق کی مدت دس سال پانچ ماہ انتیس روز۔ اس کی اصل عبارت یوں ہے عن محمد بن اسحاق قال توفی ابوبکر واستخلف عمر علی راس سنتین وثلاثۃ اشھر وثنتین وعشرین یوما من متوفی رسول اللہ صلعم (محمد بن اسحاق سے روایت ہے۔ کہ جب آنحضرت صلعم کی وفات کو دو سال تین ماہ اور بائیس روز گزر گئے۔ تو ابوبکرؓ نے وفات پائی۔ اور عمرؓ کو خلیفہ کیا) نیز بیان کیا ہے عن الواقدی وکانت خلافتہ ای خلافۃ عمر عشر سنین وخمسۃ اشھر وتسعۃ وعشرین یوما (واقدی سے روایت ہے عمرؓ کی خلافت دس سال پانچ ماہ اور انتیس ۲۹ روز تھی) چونکہ خلافت کی ابتدا روز وفات حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔ اور اس میں عامہ کے نزدیک اختلاف ہے۔ بعض ربیع الاول کی پہلی کو روز وفات آنحضرت صلعم کہتے ہیں بعض دوسری کو۔ بعض آٹھویں کو بعض دسویں کو بعض بارہویں کو اور بعضے اٹھارہویں کو۔ اور ان کے نزدیک سب سے اقوی قول دوسری اور بارہویں کا ہے۔ پس مستدرک کی روایت کیموافق اختلاف مبدا کو مدنظر رکھتے ہوئے وفات عمر خطاب کا احتمال اکیسویں بائیسویں تیئیسویں اٹھائیسویں انتیسویں اور تیسویں ذیحجہ بلکہ پہلی دوسری تیسری چوتھی محرم کو ہو سکتا ہے۔ اور مواہب لدنیہ کی روایت کیموافق خلیفہ اول کی مدت خلافت ڈھائی برس۔ اور خلیفہ دوم کی مدت خلافت دس سال چھ ماہ اور چار روز ہے۔ اس کی اصل عبارت یہ ہے اولھم ابوبکر صدیق ولی الخلافۃ سنتین ونصفا وثانیھم عمر بن الخطاب ولیھا عشر سنین وستۃ اشھر واربع لیال قتلہ ابولولو غلام المغیرۃ بن شعبۃ انتھی نقلا

روز قتل عمر کی تحقیقات

AsliAhleSunnet.com

عن تلخیصہ مختصراً (پہلا خلیفہ ابوبکر صدیق ہے۔ دو سال چھ ماہ والی خلافت رہا۔ اور دوسرا خلیفہ عمر ابن خطاب ہے۔ دس برس چھ ماہ اور چار روز خلافت کی۔ اس کو ابولولو غلام مغیرہ بن شعبہ نے قتل کیا اس قول کیموافق دونوں خلیفوں کی مدت خلافت کا مجموعہ روز وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تیرہ سال اور چار دن ہوگا۔ اس روایت کی بنا پر اگر آنحضرت صلعم کی وفات دوم ربیع الاول کو سمجھی جائے۔ تو روز وفات عمر بن خطاب ششم ربیع الاول ہوگا۔ اور اگر آنحضرتؐ کی وفات آٹھویں کو صحیح شمار کیجائے۔ تو روز وفات خلیفہ دوم بارھویں ربیع الاول قرار پائے گی۔ نیز حاکم نے مستدرک سے اپنی سند کیساتھ سعید بن جمہان سے اور اس نے سفینہ عبدالرحمٰن غلام رسول خدا صلعم سے روایت کی ہے۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال خلافۃ النبوۃ ثلاثون سنۃ قال سعید امسک ابوبکر سنتین و عمر بن الخطاب عشر سنین و عثمان بن عفان اثنی عشر سنۃ و علی ست سنین (کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ خلافت نبوت تیس سال ہے۔ سعید بیان کرتا ہے کہ ابوبکرؓ کی خلافت دو سال۔ عمرؓ کی دس سال۔ عثمانؓ کی بارہ سال اور علیؑ کی چھ سال رہی) اور ظاہر ہے۔ کہ خلافت کی ابتدا وفات حضرت سرور کائنات علیہ السلام سے ہے۔ اور ایک روایت کی بنا پر آنحضرتؐ کی وفات آٹھویں ربیع الاول کو ہوئی۔ پس خلافت کی ابتدا نویں ربیع الاول سے ہوگی۔ اس روایت کیموافق صاف ظاہر ہے۔ کہ خلیفہ دوم کی وفات کا روز نہم ربیع الاول ہوگا۔ اور احمد بن اسحاق نے اسی روایت کو اختیار کیا ہو۔ اور یہی شیعوں میں مشہور ہوگئی ہو۔ اور احمد بن اسحاق کا قول مواہب لدنیہ کی روایت سے اس طرح مطابق ہو سکتا ہے۔ کہ احتمال ہو سکتا ہے۔ کہ ششم ربیع الاول کو اس بزرگوار کو زخم لگا ہو۔ اور نویں کو وفات ہوئی ہو۔ یا یہ کہ نویں کو زخم لگا ہو۔ اور بارھویں کو وفات پائی ہو۔ پس مصنف کا یہ استبعاد روایات قلت مطالعہ کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ چنانچہ ناظرین کتب تواریخ پر صاف ظاہر ہے۔ اور مصنف نے یہ جو تحریر فرمایا ہے۔ کہ روز نوروز کی تعظیم کرنی محض رسوم جاہلیت کی خواہش ہے۔ الخ یہ قول چند وجوہات سے ممنوع اور باطل ہے۔

وجہ اول - یہ کہ اہل اسلام کے نوروز کے دن کا مجوس کے نوروز کے دن سے مطابق ہونا مسلم نہیں ہے اور جو نوروز زمانہ اسلام میں معتبر ہے۔ وہ اس نوروز سے جدا اور اس کے سوا ہے جس کی اکاسرہ عجم تعظیم کیا کرتے تھے۔ اور اس کو معزز و معظم جانتے تھے۔ اہل سنت میں سے ایک فاضل نے ایک رسالہ اس باب میں تالیف کیا ہے۔ اس نے تصریح کی ہے۔ کہ روز نوروز جس کی ملوک

عجم تعظیم کیا کرتے تھے۔ اور حدیث میں اس سے نہی وارد ہوئی ہے۔ وہ اسلامی نوروز سے جدا ہے جس کو عجم کے بعض سلاطین اہل اسلام نے مقرر کیا ہے۔ کیونکہ سلطان جلال الدین ملک شاہ نے نوروز کی رسم کو وضع کیا۔ اور برج حمل میں تحویل آفتاب کے پہلے روز کو اس غرض سے مقرر کیا۔ کہ وہ سال جدید کی ابتدا ہے۔ اور اسی وجہ سے نوروز جلالی کے نام سے مشہور ہوگیا۔ اور صاحب تعلیقہ نے حدیث میں نوروز کو پہلے معنی پر محمول کیا ہے نہ دوسری معنی پر۔ شیخ جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء میں ۴۶۷ھ کے حالات میں رقمطراز ہیں وفیہا جمع نظام الملک المنجمین وجعلوا النیروز اول نقطة فی الحمل وکان قبل ذلک عند حلول الشمس نصف الحوت وصار ما فعلہ نظام الملک مبدء التقاویم (اور اس سال میں نظام الملک نے اہل نجوم کو جمع کیا اور برج حمل کے نقطہ اول کو نوروز مقرر کیا۔ اور اس سے پہلے اس وقت نوروز کیا جاتا تھا۔ جبکہ آفتاب برج حوت کے نصف میں حلول کرتا ہے۔ اور جو کچھ نظام الملک نے کیا۔ وہی تقویمات کا مبدء قرار پایا۔) اور تاریخ وصاف میں ہے "لیکن اہل فارس کا ایک گروہ جن کی تاریخ کی ابتداء عجم کے آخری بادشاہ یزدجرد بن شہریار کے زوال سلطنت سے ہوتی ہے۔ ان کے معاملات اور محاورات برابر کے سالوں پر مترتب ہوتے ہیں اور مہینے بارہ۔ اور ایک مہینہ تیس روز کا۔ اور ایک سال تین سو ساٹھ روز کا ہوتا ہے۔ اور پانچ روز الگ ماہ آبان یا اسفندارمذ کے آخر میں بڑھاتے ہیں۔ اور اس کو خمسہ مسروقہ کہتے ہیں تاکہ کباس[ع] کا اعتبار نہ کیا جائے۔ اور ایک سو بیس سال کے بعد ایک مہینہ کبیسہ یعنی زائد کر دیتے ہیں (یعنی وہ سال تیرہ مہینہ کا کر لیتے ہیں) اور دوسرا گروہ جو علم حکمت میں نہایت مہارت ور مداخلت رکھتے تھے۔ انھوں نے اپنے مہینوں کو قریب قریب صحیح رصدوں اور معین اصولوں کے موافق رکھا ہے۔ اور خمسہ زائدہ کو صرف ابتدائی مہینوں میں زیادہ کیا ہے۔ اور چار مہینوں تشرین آخر۔ نیسان حزیران ایلول کو تیس تیس کا رکھا ہے۔ اور سات کو اکتیس اکتیس روز کا۔ اور شباط کو اٹھائیس روز کا۔ بس کبیسہ ربع کو چوتھے سال میں ایکدن اور ایک ربع بڑھا کر شمسی سالوں کے موافق کر لیتے ہیں۔ اگرچہ یہ وضع چنداں مستند نہ تھی۔ لیکن سب کو اسکی متابعت آسانی سے حاصل ہوگئی۔ امیر معتضد باللہ نے ان کے رسوم کی متابعت کر کے رسومات کو ان کے اصول و قواعد کے موافق رکھا۔ اور خزیران کی گیارھویں کو نوروز مقرر کر دیا۔ پس جو کچھ زمانہ گزشتہ کے نوروزوں میں لاحق ہوتا تھا اور ہلالی اور شمسی سالوں کے آخر میں بطور کبیسہ زیادہ کرتے تھے۔ وہ بدستور قائم رہا۔ پھر حساب

ع کباس جمع کبیسہ وہ زائد دن جو چوتھے سال زیادہ کیا ہے۔ اور اس کو انگریزی میں لیپ اور ہندی میں لوند کہتے ہیں

AsliAhleSunnet.com

کر کے دیکھتے تھے۔ جب یہ زیادتی شمسی کی رو سے پورا ایک مہینہ زیادہ کرنیکی ضرورت ہوتی تھی۔ تو سال ثانی کو تیرہ مہینے کا کر لیتے تھے۔ اور حساب کبیسہ موافق جیسا موقع ہوتا تھا۔ دو سال یا تین سال کی مدت میں تیرہواں مہینہ پورا ہو جاتا تھا۔ ان اعمال کی تنسیق اور سالہائے شمسی کے حالات میں تطبیق کرنیکی بنا پر انکے نزدیک ہم ایک دوسرے کے قریب قریب سال کی ابتدا ہوتی تھی۔ انتہٰی

صاحب تعلیقہ فرماتے ہیں۔ کہ کتاب روضۃ المنجمین میں مرقوم ہے۔ کہ اہل فارس آفتاب کے برج حمل میں داخل ہونیسے پہلے دس روز کی تعظیم کیا کرتے تھے اور جونہی ذرا آفتاب برج حمل میں داخل ہونے لگتا تھا۔ ترک کر دیتے تھے۔ یہ قول بھی اس امر کی دلیل ہے۔ کہ کفار عجم حمل کے پہلے روز کی جو نوروز اسلامی ہے تعظیم نہ کرتے تھے۔ اور جن لوگوں کو اس قدیم اور جدید نوروز اور کفار عجم اور ان موجودہ اہل عجم کے شعار اور رسم و رواج میں فرق ظاہر نہ ہوا۔ وہ بلا وجہ اس روز اسلامی میں ایسے مباحات میں انبساط و سرور سے ممانعت کرتے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں۔ کہ حدیث اس نوروز کی مانع ہے۔ حالانکہ یہ سہو اشتراک لفظی سے واقع ہوا ہے۔ اور جب فرق ظاہر ہو گیا۔ تو ممانعت بھی مندفع ہو گئی۔ خدا فرماتا ہے قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق" (انتہٰے کلامہ) (اے پیغمبر ان سے کہدے۔ کہ کس شخص نے حرام کیا ہے۔ خدا کی زینت کو جو اس نے اپنے بندوں کیلئے پیدا کی ہے اور رزق کی پاک و پاکیزہ چیزوں کو)

نیز صاحب تعلیقہ فرماتے ہیں "پس اس بنا پر اگر کوئی شخص اس روز رفاہیت و خوشحالی سال کی فال کے طور پر بعض مباحات کو بجا لائے۔ مثلاً پاکیزہ لباس زیب تن کرے۔ اور لطیف غذائیں کھائے اور مرغزاروں اور گلزاروں کی سیر کرے۔ اور مباح اور پاکیزہ اسماع سنے۔ اس کو منع نہ کرنا چاہیے اس لئے کہ ممانعت شرعی ثابت نہیں ہے۔ میل و رغبت کی وجہ سے مباحات میں کمی اور زیادتی کرنا مکلف کے اختیار میں ہے۔ حجۃ الاسلام سماع کے باب میں فرماتے ہیں۔ کہ مباحات کی افراد کو جب تم جمع کرو گے۔ تو وہ مباح ہونگی" انتہٰے کلامہ

وجہ سوم۔ یہ کہ بالفرض اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ وہی نوروز ہے۔ تو ہم اسکے جواب میں کہتے ہیں۔ کہ امامیہ جو نوروز کی تعظیم کرتے ہیں۔ اس کی وجہ اہل جاہلیت کی وجہ تعظیم سے مغائر اور بالکل جدا ہے۔ اور جہات وحیثیات کے تخالف اور اعتبارات کے تغائر کی صورت میں اس پہلے زمانے میں نوروز کی تعظیم سے رسوم جاہلیت کی خواہش اور پیروی اور شریعت مطہرہ کی مخالفت ہرگز منصور نہ ہوگی۔ مثلاً اگر نوروز عیدین میں سے کسی ایک روز آ پڑے۔ تو اس صورت میں اس روز کی تعظیم تغائر

AsliAhleSunnet.com

جہات کی وجہ سے تمام اہل اسلام پر واجب اور لازم ہے۔

وجہ سوم۔ یہ کہ نوروز کے دن عید کرنا محض امامیہ ہی سے مخصوص نہیں ہے۔ کیونکہ معتبر تاریخوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ اکثر اسلامی بادشاہ مثلاً سلطان ملک شاہ اور آفاق و اطراف کے اور بادشاہ اور سلسلہ عالیہ تیموریہ انار اللہ برہانھم کے اکثر بادشاہ اور اکثر ممالک اسلام مثلاً کابل وغیرہ میں اس روز عید کرتے رہے ہیں۔ کتب تاریخ کے مطالعہ سے ہمارا دعویٰ بخوبی ثابت ہو سکتا ہے۔ کتاب فوائد الفواد میں مرقوم ہے۔ کہ سلطان المشائخ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ کل کے روز عید تھی۔ تم نے موسم کی تہنیت کے طور پر کچھ نظم کہی ہو گی۔ میں نے عرض کی۔ اس سے چار پانچ دن پہلے کہ نوروز تھا۔ میں نے ایک نظم کہی ہے اس میں عید اور نوروز کا ذکر ایک جگہ کر کے پیش خدمت کر دیا۔

ابو عمر و یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر نے جو اعاظم علمائے اہل سنت سے ہے۔ کتاب استیعاب میں معاویہ بن ابی سفیان کے حال میں لکھا ہے۔ وقال الزبیر وھو اول من اتخذ دیوان الخاتم وامر بھدایا النیروز (انتھی) زبیر بیان کرتا ہے۔ کہ معاویہ پہلا شخص ہے جس نے دیوانِ خاتم (دفتر مہر) شروع کیا۔ اور نوروز کے تحف و ہدایا کا حکم دیا) تعجب نہیں ہے۔ جو فاضل مصنف سنی گری سے ہاتھ اٹھا کر حاکم شام کے عمل کو بھی محض رسوم جاہلیت کی تقلید جانتے ہوں ان ھذا الشئ عجاب۔ پس اس مسئلہ کو جو سنی اور شیعہ دونوں میں مشترک ہے۔ اس باب میں جو محض خصائص امامیہ کیلئے مقرر کیا گیا ہے۔ درج کرنا سراسر لغو اور بیفائدہ ہے۔ نیز مصنف تحفہ نے جو اس مقام پر حاشیہ میں تحریر فرمایا ہے کہ شیعہ روز نوروز کی تعظیم میں ایک اور وجہ پیدا کر کے کہتے ہیں۔ کہ یہ روز جناب امیرؑ کے تخت خلافت پر جلوہ افروز ہونے کا روز ہے۔ حالانکہ اس فرقہ کا یہ دعوےٰ محض بے اصل ہے اور حسابِ زیچ کی روسے سراسر غلط ہے۔ علم نجوم کے ماہرین نے اس کیخلاف لکھا ہے۔ حسن بن جعفر القصاری جو اس فرقہ میں علم نجوم کا بڑا ماہر اور صاحب کمال شخص ہے۔ کتاب ورعطاردی میں جو کمال اولین پر شاہد ہے۔ بیان کرتا ہے۔ اور یہ کتاب ۳۰۰ھ ہجری کے چند سال بعد تصنیف ہوئی ہے۔ وانا مصور ھیئۃ الفلک لسنۃ قتل عثمان وجلوس امیر المومنین لیعتبر بذلک ویصح عندک ما عرفنا من الفتن والخلاف فی العرب وفساد المھاجرین وانتقال الملک من قوم الی قوم وانتقال السریر من المدینۃ الی العراق ومن العراق الی الشام لیحسن القیاس علیہ انشاء اللہ وھیئۃ الفلک لمسنۃ التی قتل فیھا عثمان وجلس امیر المومنین علیہ السلام علی

AsliAhleSunnet.com

مافی الزایرجه وهی السنة السابعة من القران الخامس من مثلثة الماء تحولت علی هذه السنة علی زیجات المصححة یوم الخمیس سادس عشر شهر رمضان سنة خمس وثلثین هجریة والماضی من النهار من الساعات بافق الیمن طیج وبافق مکة طط قریباً من ذلک المدینة والحجاز وبافق العراق ے یط وبافق العالم بایط والطالع بافق الیمن والحجاز الاسد لح وبافق العراق السنبلة ص وبافق العالم حدلو من السنبلة ومواضع الکواکب ما هو ثبت فی مواضعها اور میں اس سال کی ہیئت فلکی کی تصویر کھینچتا ہوں۔ کہ جس سال عثمان قتل ہوئے۔ اور امیر المومنین نے تخت خلافت پر جلوس فرمایا۔ تاکہ جو جنگ و جدال عرب۔ فساد مہاجرین اور ایک قوم سے دوسری قوم میں سلطنت کی تبدیلی اور مدینہ سے عراق اور عراق سے شام میں تخت خلافت کا بدلکر جانا ہم نے تم سے بیان کیا ہے۔ وہ اس ذریعہ سے بڑے نزدیک قابل اعتبار اور صحیح ہو جائے۔ اور اس پر اچھا قیاس ہو سکے انشاء اللہ۔ اور جس سال عثمان قتل ہوئے۔ اور امیر المومنینؑ تخت نشین ہوئے۔ بحساب زائچہ ذیل میں مذکور ہے اور وہ مثلثۃ الماء کے قران پنجم کا ساتواں سال ہے۔ حسب زیجات صحیحہ اس سال تحویل آفتاب سولہ ماہ رمضان ۳۵ھ کو ہوئی۔ جبکہ دن کی گھڑیاں بہ تفصیل ذیل گزری تھیں۔ افق یمن کیموافق ۹ گھنٹہ ۱۸ دقیقہ۔ اور افق مکہ پر ۹ گھنٹہ ۹ منٹ اور افق مدینہ وحجاز میں اس کے قریب قریب اور افق عراق پر دس گھنٹے ۹ امنٹ۔ اور افق عالم پر تین گھنٹے ۹ امنٹ۔ اور طالع افق یمن اور حجاز میں برج اسد ایک درجہ ۳۸ دقیقہ اور افق عراق میں برج سنبلہ ۳ درجہ اور افق عالم میں سنبلہ سے ۱۲ درجہ ۳۴ دقیقہ۔ اور کواکب کے مقامات اپنے اپنے مقام پر ثابت ہوں گے۔ بعد ازاں سال مذکور کا زائچہ لکھا ہے۔ زحل برج سنبلہ میں۔ مریخ برج اسد میں مشتری جدی میں۔ راس میزان میں شمس زہرہ میں۔ عطارد و ذنب حمل میں۔ اور طالع میزان اور رابع جدی اور سابع حمل اور عاشر سرطان واقع ہے) بعد ازاں اس زائچہ کے دلالات کی تفصیل بیان کی ہے۔ اور امیر المومنین علیہ السلام کا روز جلوس جو اٹھارھویں ماہ ذیحجہ ہے۔ نو روز سے تین مہینے بعد ہے۔ انتہیٰ۔

مصنف کا یہ قول بھی ساقط اور باطل ہے۔ اس لئے کہ دورہ عطاردی کے اس کلام مذکور میں اس امر کی تصریح نہیں کی گئی۔ کہ امیر المومنین علیہ السلام کا روز جلوس اٹھارہویں ماہ ذیحجہ ہے۔ اس عبارت کا خلاصہ مطلب یہ ہے۔ کہ ۳۵ھ میں تحویل شمس ۱۶ ماہ رمضان کو واقع ہوئی۔ جو یہ بات اس قول کی منافی نہیں ہے۔ جو عوام شیعہ میں مشہور ہے۔ بلکہ اس قول کی شیعوں کے مشہور قول سے تطبیق کرنی ممکن ہے۔ اس لئے کہ حسب روایت سعید بن جہان راوی بجلیین

AsliAhleSunnet.com

غلام رسو لخدا صلعم ابو بکر صدیق کی مدت خلافت دو سال اور عثمان بن عفان کی مدت خلافت بارہ سال بلا کسر ہے۔ اور روایت زہری کیموافق بھی عثمان کی مدت خلافت بارہ سال بلا کسر ہے شیخ عبد الحق دہلوی نے رجال مشکوۃ میں ذکر فرمایا ہے۔ قال الزہری ولی عثمان اثنی عشر سنۃ فعمل ست سنین لا ننقم الناس علیہ شیئاً وانہ لاحب الی قریش من عمر بن الخطاب لان عمر کان شدید آ فلما ولیہم عثمان لان لہم ووصلہم ثم توانی فی اخرہم واستعمل اقرباءہ واہل بیتہ المال وتاول فی ذلک الصلۃ التی امر اللہ بہا وقال ان ابو بکر وعمر ترکا من ذلک ما ہو لہما وانی اخذتہ فقسمتہ فی اقربائی انتہیٰ۔ (زہری ناقل ہے۔ عثمان نے بارہ برس خلافت کی۔ چھ برس تو ایسا کام کیا۔ کہ لوگوں کو اس سے کسی قسم کی پرخاش نہ ہوئی۔ اور وہ قریش کے نزدیک عمر بن خطاب سے زیادہ تر محبوب تھے۔ اسلئے کہ عمرؓ سخت تھے۔ پس جب عثمانؓ ان کے والی ہوئے۔ تو ان سے نرمی برتی۔ اور ان سے صلہ رحمی سے پیش آئے۔ پھر آخر میں ان سے برگشتہ ہو گئے۔ اور اپنے اقربا اور کنبہ والوں کو مال وملک کا والی اور عامل بنایا۔ اور اس باب میں یہ تاویل کر لی۔ کہ یہ صلہ رحمی ہے۔ جس کا خدا نے امر فرمایا ہے۔ اور یہ بیان کیا۔ کہ ابو بکر اور عمر نے اس سے اپنا حق ترک کیا۔ اور میں نے لے لیا۔ اور اس کو اپنے اقربا میں تقسیم کر دیا۔)

اور مواہب لدنیہ کی روایت کیموافق عمر فاروق کی مدت خلافت دس سال چھ ماہ اور چار دن تھی۔ تو اور التاریخ میں بھی اسی قول کو ترجیح دی گئی ہے۔ اور حضرت رسالتمآب علیہ وآلہ الصلوۃ والسلام کی وفات کا روز ایک روایت کیموافق بارہویں ربیع الاول ہے۔ اور عامہ کے نزدیک بھی قول اشہر اور ارجح سمجھا جاتا ہے۔ پس جب ہم تیرہویں ربیع الاول سے جو اس روایت کی بنا پر خلافت کا ابتدائی روز ہے۔ شمار کریں۔ تو تینوں خلیفوں کی مدت خلافت جو روایات مذکورہ بالا کیموافق چوبیس سال چھ ماہ اور چار دن ہے۔ سولہ ماہ رمضان ۳۵ھ کو ختم ہوتی ہے اور خلافت سوم کی انتہا خلافت امیر المومنین علیہ السلام کی ابتدا ہے۔ پس ہمارا مدعا ثابت ہو گیا۔ الغرض کہ اٹھارھویں ذیحجہ کا روز جلوس حضرت امیر المومنین علیہ السلام ہونا اجماعیات ومتواترات سے نہیں ہے تو اسکے مسلم نہ ہونیکا احتمال نہ ہو سکے۔ اور توجیہ کرنیوالے کیلئے ایک ادنیٰ احتمال بھی کافی ہے۔

وجہ چہارم - یہ کہ مصنف نے جو روایت حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے نقل کی ہے۔ وہ اس روایت کے معارض اور مخالف ہے جس کو شیخ عبد الحق دہلوی نے کتاب تحصیل الکمال فی رجال مشکوۃ میں روایت کیا ہے۔ ابو حنیفہ کے جد ثابت کا باپ لپنے بیٹے ثابت کو صغر سنی میں حضرت امیر المومنینؑ

AsliAhleSunnet.com

کے حضور فائض النور میں لیگیا تھا۔ اور فالودہ نوروز کے روز بطور ہدیہ آنجناب کی خدمت میں پیشکش کیا تھا۔ اور حضرتؑ نے دعا فرمائی تھی کہ خدا اس میں اور اس کی ذریت میں برکت دے۔ اس کتاب کی اصل عبارت یہ ہے صنف الشیخ ابن حجر المکی الھیثمی الشافعی رسالۃ مسما بقلائد العقیان فی ترجمۃ الامام ابی حنیفۃ النعمان وذکر فیہ انہ قال اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفۃ انہ ذھب والد ثابت جد ابیحنیفہ بابنہ ثابت الی علی بن ابیطالب وھو صغیر واھدی الیہ الفالوذج فی یوم النیروز فدعا لثابت بالبرکۃ فیہ وفی ذریتہ (شیخ ابن حجر مکی ہیثمی شافعی نے ایک رسالہ مسمی بہ قلائد العقیان فی ترجمۃ الامام ابی حنیفہ تصنیف کیا ہے۔ اسمیں مذکور ہے۔ کہ اسماعیل بن حماد ابو حنیفہ نے بیان کیا ہے۔ کہ جد ابو حنیفہ ثابت کا والد اپنے بیٹے ثابت کو جبکہ وہ بچہ ہی تھا۔ حضرت علی بن ابیطالب کی خدمت میں لیگیا۔ کہ وہ نوروز کا دن تھا۔ اور فالودہ بطور ہدیہ نوروز حضرتؑ کے حضور میں پیش کیا۔ حضرتؑ نے ثابت اور اس کی ذریت کے حق میں برکت کی دعا فرمائی۔)

قول مصنف تحفہ ساتواں حکم۔ سلاطین ظلمہ کیلئے سجدہ کرنا ہے۔ جسکو اخوند ملا محمد باقر مجلسی اور اُن کے اور علماء نے جائز کیا ہے۔ جو شریعت کے قواعد کلیات کے صریح مخالف ہے۔ قولہ تعالیٰ لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا للہ الذی خلقھن ان کنتم ایاہ تعبدون (نہ سجدہ کرو تم آفتاب کو اور نہ ماہتاب کو۔ اور سجدہ کرو تم اس خدا کو جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔ اگر تم اسکی عبادت کرتے ہو) اور خدا فرماتا ہے الا تسجدوا للہ الذی یخرج ما فی السموات والارض ویعلم ما تخفون وما تعلنون (یہ کہ نہ سجدہ کرو تم اس خدا کو جو آسمانوں اور زمین کی چیزوں کو نکالتا ہے۔ اور تمہاری پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کو جانتا ہے) وغیرہ وغیرہ بہت سی آیات ہیں۔ جو اس امر پر دلالت کرتی ہیں۔ کہ سجدہ محض اس خالق قادر و توانا ہی کیلئے ہے جو تمام پنہاں و آشکارا ہے۔ خصوصاً شریعت مصطفوی ہیں۔ اور آدم علیہ السلام کیلئے ملائکہ کے سجدہ کرنیکو اس مقام پر پیش کرنا اور اس سے متمسک ہونا نہایت بیجا اور بے محل ہے۔ کیونکہ آدمی کے احکام کو احکام ملائکہ پر قیاس نہیں کر سکتے۔ اور ایسا ہی یوسف علیہ السلام کیلئے برادران یوسف کے سجدہ کرنے کا حال ہے۔ وہ بھی اس مقام میں قابل تمسک نہیں ہے۔ کیونکہ اول تو وہ اصطلاحی سجدہ ہی نہیں ہے۔ دوسرے شرائع گذشتہ سے تمسک کرنا اس وقت درست ہوا کرتا ہے جبکہ ہماری شریعت میں اس کا نسخ وارد نہ ہوا ہو۔ اور یہ حکم ہماری شریعت میں بلا شبہ منسوخ ہے۔ ورنہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امیر سبطین اور باقی اور آئمہ اس تعظیم کے سبب سے بڑھکر حقدار اور سزاوار ہوتے۔ نہ

AsliAhleSunnet.com

کہ شاہ عباس اور شاہ طماسپ۔ انتہیٰ۔

جواب باصواب

مصنف علام نے جو کچھ اس مقام میں افادہ فرمایا ہے۔ وہ چند وجوہات سے مردود ہے۔ **وجہ اوّل**۔ یہ کہ بادشاہان صفویہ کے حضور میں حاضر ہونے کے وقت سجدے کا معمول ہونا بالکل غلط اور نادرست ہے۔ ثقات ومعتبرین کی تحریر وبیان سے بھی ثابت ہے۔ کہ ان کے ہاں یہ معمول تھا۔ کہ لوگ حاضری کے وقت زمین کو بوسہ دیا کرتے تھے۔ چونکہ زمین بوسی کو سجدہ کرنے سے کامل مشابہت ہے۔ اس لئے ناواقف لوگوں کو اس سے اشتباہ واقع ہوا۔ اور زمین بوسی کو سجدہ پر محمول کرلیا۔ حالانکہ زمین بوسی یعنی زمین کو بوسہ دینا تکفیر کا باعث نہیں ہے۔ اور اس کے مرتکب کو کافر نہیں کہہ سکتے۔ شرح اشباہ النظائر میں جو اہل سنت کی ایک معتبر کتاب ہے۔ منقول ہے قال العینی فی مختصر الفتاوے الظہیریۃ قال ابو منصور الماتریدی اذا قبل احد بین یدے السلطان الارض او انحنالہ او طأطأ راسہ لایکفر لانہ یرید تعظیمہ لاعبادتہ انتہیٰ (عینی نے مختصر فتاوے ظہیریہ میں بیان کیا ہے۔ کہ ابو منصور ماتریدی کا قول ہے۔ کہ جب کوئی شخص بادشاہ کے سامنے زمین کو بوسہ دے۔ یا اسکے لئے جھکے یا اسکے لئے اپنے سر کو خم کرے۔ اس کو کافر نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ وہ اسکی تعظیم کا ارادہ رکھتا ہے۔ نہ کہ اس کی عبادت کا) شیخ عبدالحق دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ میں زیارۃ القبور کی فصل سوم میں فرماتے ہیں۔ ”فقہ کی بعض روایات میں باپ اور ماں کی قبر کو بوسہ دینا بھی وارد ہوا ہے۔“ انتہیٰ۔

وجہ دوم یہ کہ بالفرض اگر اس کو تسلیم بھی کرلیں۔ تو مصنف نے جو سلاطین ظلمہ کیلئے سجدہ جائز کرنیکو اخوند ملّا محمد باقر مجلسی علیہ الرحمۃ سے منسوب کیا ہے۔ یہ محض افتراء بہتان صریح اور سراسر کذب ہے۔ اور سلاطین صفویہ کے لئے سجدہ کرنیکو جائز رکھنا۔ دیگر علماء کی نسبت بھی کتب معتبرہ ومشہورۂ تواریخ وسیر سے ثابت نہیں ہے۔ اور خصم کا دعویٰ ثبوت وبینہ کے بغیر قابل تسلیم نہیں ہوسکتا من ادعے فعلیہ البیان مدعی کو لازم ہے۔ کہ ثبوت پیش کرے۔

وجہ سوم۔ یہ کہ اگر بالفرض سلاطین صفویہ کیلئے سجدہ معمول تھا۔ اور ہمیشہ عمل میں لایا جاتا تھا۔ تو ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں۔ کہ سلاطین صفویہ کے اسلاف کمّل صوفیہ اور اکابر اولیائے عظّام سے تھے اور سلاطین زمانہ اور اور لوگ ان کے مرید اور مطیع تھے۔ ان کے لئے سجدے کا معمول ہونا بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ مشائخ چشتیہ کیلئے سجدہ کا معمول ہونا جو کہ

AsliAhleSunnet.com

اہل سنت کے کمّل اولیائے کرام سے تھے مثل خواجہ قطب الدین بختیار کاکی۔ شیخ فرید شکر گنج۔ اور سلطان المشائخ۔ شیخ نظام الدین کہ ان کے مرید اور معتقدین جب انکی خدمتمیں مشرف ہوتے تھے ان کو سجدہ کرتے تھے۔ اور ان مشائخ میں سے بھی ہر ایک شخص اپنے مرشد کو سجدہ کیا کرتا تھا۔ کتاب فوائد الفواد میں جو کہ اہل سنت کی ایک معتبر مشہور اور متداول کتاب ہے۔ مولانا برہان الدین نسفی کی حکایت کے بعد لکھا ہے: "بعد ازاں فرمایا۔ کہ لوگ میرے پاس آتے ہیں اور اپنا چہرہ زمین پر رکھتے ہیں۔ چونکہ شیخ الاسلام فرید الدین۔ اور شیخ قطب الدین قدس اللہ سرہما العزیز کے نزدیک منع نہ تھا۔ اس لئے میں بھی منع نہیں کرتا۔ اسی اثنا میں میں نے عرض کی۔ کہ یہ شخص جو مخدوم کے سامنے چہرہ زمین پر رکھتا ہے۔ اس میں اس کو مریدی حاصل ہوتی ہے۔ اور اس کا نفس شکستہ ہوتا ہے لیکن مخدوم ایسا شخص ہے۔ جس کو خدا نے بزرگ کیا ہے۔ اس کی بزرگی مرید کی خدمت کرنے سے متعلق نہیں ہے۔ بعد ازاں خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے اس باب میں ایک حکایت بیان فرمائی۔ کہ اگلے گذشتہ ایام میں ایک بزرگ زادہ جو شام و روم کی سیر و سیاحت کئے ہوئے تھا۔ آیا تھا جب وہ آکر بیٹھا۔ تو اتنے میں وحید الدین قریشی اندر آیا۔ اور خدمتگاروں کی طرح آداب بجالایا۔ اور سر زمین پر رکھا۔ وہ شخص جو بیٹھا تھا۔ اس نے چلا کر اس سے کہا۔ کہ سجدہ مت کر۔ کہیں اس کا حکم نہیں آیا۔ اور اس باب میں جھگڑا کرنا شروع کر دیا۔ میں نے نہ چاہا کہ اس کو جواب دوں۔ لیکن جب اس نے بہت ہی غلو اور بے ادبی کی تو میں نے اتنا ہی کہا کہ سن زیادتی اور غلبہ نہ کر۔ جو امر کہ فرض ہو۔ جب اس کی فرضیت جاتی رہے۔ تو استحباب باقی رہجاتا ہے۔ جیسا کہ ایام بیض اور ایام عاشورا کے روزے پہلی امتوں پر فرض تھے۔ رسول علیہ السّلام کے زمانہ میں ماہ رمضان کے روزے فرض ہوگئے۔ ایام بیض اور ایام عاشورا کی فرضیت تو جاتی رہی لیکن استحباب باقی رہ گیا۔ اب ہم سجدے کو لیتے ہیں۔ گذشتہ امتوں میں سجدہ کرنا مستحب تھا چنانچہ رعیت بادشاہ کو اور شاگرد استاد کو اور امتی اپنے پیغمبر کو سجدہ کیا کرتے تھے۔ جب رسول کا زمانہ آیا تو وہ سجدہ موقوف ہوگیا۔ اگر استحباب جاتا رہا۔ تو اباحت (جائز ہونا) تو باقی رہی۔ اب مستحب نہیں۔ تو مباح تو ہوگا۔ مباح پر نفی اور ممانعت کہاں آئی ہے؟ کوئی مجھ سے بیان تو کرے۔ محض انکار سے کیا حاصل؟ جب میں نے اتنا بیان کیا۔ تو وہ خاموش رہ گیا۔ اور کچھ نہ بول سکا۔" انتہیٰ۔ اور اس امر کا قائل ہونا کہ بعض اشخاص کو تو سجدہ کرنا جائز ہے۔ اور بعض کو حرام ہے یہ اجماع مرکب کا توڑنا اور باطل کرنا ہے۔

AsliAhleSunnet.com

وجہ چہارم ۔ یہ کہ بالفرض اگر مان بھی لیا جائے۔ کہ شاہان صفویہ کو سجدہ کیا جاتا تھا۔ تو یہ سجدہ تعظیمی تھا۔ نہ کہ سجدۂ عبادتی۔ اسلئے کہ بادشاہان صفویہ اپنے آپ کو معبود نہ جانتے تھے۔ بلکہ اپنے آپ کو بندۂ خاکسار اور ذرۂ بیمقدار کہتے تھے۔ اور شاہ عباس صفوی اپنے آپ کو کلب آستانِ علی ابن ابی طالب کہا کرتا تھا۔ اور اس زمانہ کی رعایا میں سے کوئی شخص بھی اپنے سلاطین صفویہ کو معبود نہ جانتا تھا۔ پس اگر بالفرض سجدہ کو تسلیم بھی کر لیا جائے۔ تو یہ سجدہ تعظیم کے ارادے سے تھا۔ نہ کہ عبادت کے ارادے سے۔ اس صورت میں بھی اکثر علماء کیموافق موجب تکفیر اور باعث ملامت نہ ہوگا۔ کتاب کافی میں جو فقہ حنفیہ کی ایک معتبر کتاب ہے مذکور ہے۔ ذکر الصدر الشہید انہ لا یکفر بھذا السجود لغیر اللہ لانہ یرید بہ التحیۃ دون العبادۃ۔ (صدر شہید نے ذکر کیا ہے۔ کہ اس سجدہ سے جو غیر خدا کیلئے کیا جائے۔ تکفیر کا فتویٰ نہیں دیا جاتا اس لئے کہ وہ شخص تحیت و سلام کا ارادہ رکھتا ہے۔ نہ کہ عبادت کا) کتاب شرح اشباہ و نظائر میں مذکور ہے۔ قال اکثرھم ھو لاء السجود علی وجوہ ان اراد العبادۃ یکفر وان اراد التحیۃ لا یکفر و لا لوم علیہ فی ذلک (اکثر علماء کا قول ہے۔ کہ یہ سجدہ کئی طرح کا ہوتا ہے۔ اگر اس سے عبادت مقصود ہو۔ تو اس شخص کی تکفیر کی جاتی ہے۔ اور اگر اس سجدہ سے تحیت و سلام مطلوب ہو۔ تو اس کی تکفیر نہیں ہو سکتی۔ اور اس باب میں وہ کسی قسم کی ملامت کا سزاوار نہیں)

وجہ پنجم ۔ بالفرض اگر تسلیم کر لیا جائے۔ تو ان کا یہ فعل بالکل ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ بعض علمائے اہل سنت نے بادشاہ جہاں گیر بادشاہ کیلئے سجدہ کرنا جائز کر دیا تھا۔ صاحب تاریخ بداؤنی جو علمائے اہل سنت سے ہے۔ تاریخ مذکور میں بیان کرتا ہے۔ کہ قاضی نظام بدخشی ملقب بہ قاضیخاں ولایت بدخشاں کا باشندہ ہے۔ جو اس پہاڑ کے قریب واقع ہے۔ جس میں لعل کی کان ہے۔ علوم مکتبی میں مولانا عصام الدین ابراہیم کا شاگرد ہے۔ اور ملا سعید سے بھی استفادہ کیا ہے۔ اور علوم تصوف میں بہرہ کامل رکھتا ہے۔ طریقت میں مخدومی اعظم شیخ حسین خوارزمی کا مرید ہے۔ اور اہل معنی و باطن کیخدمت کر کے اعتبار ظاہری بھی حاصل کر لیا تھا۔ یہانتک کہ بدخشاں میں امرائے سلطنت سے تھا۔ جب ہندوستان میں آیا۔ ملازمت شاہی میں حد سے بڑھکر اس کا اعزاز کیا گیا پہلے قاضیخاں کا بعد ازاں غازی خاں کا خطاب دیا گیا۔ نہایت فصیح زبان اور خوش تقریر آدمی تھا۔ اس کی تصنیفات نہایت معتبر ہیں منجملہ ان کے اثبات کلام۔ بیان ایمان اور تحقیق تصدیق میں کتابیں ہیں۔ اور شرح عقائد پر حاشیہ لکھا ہے۔ اور تصوف میں متعدد رسالے

AsliAhleSunnet.com

تصنیف کئے ہیں۔ آخر کار ملک اودھ میں ۹۹۲ھ میں ستر سال کی عمر میں رحمتِ الٰہی سے واصل ہوا وہ پہلا شخص ہے جس نے فتحپور میں بادشاہ کے سامنے سجدہ کرنا اختراع کیا۔ ملّا عالم کابلی حسرت سے کہا کرتا تھا۔ کہ افسوس! میں اس امر کا موجد اور مخترع نہ ہوا" انتہیٰ کلامہ۔

اور یہ رسم خاندان علیہ عالیہ تیموریہ میں بادشاہ ججاہ شاہجہاں انار اللہ برہانہ کے اورنگ سلطنت وجہانبانی کے جلوس فرمانے کے وقت تک برابر جاری تھی۔ ابوطالب کلیم شاہجہان نامہ میں قمطراز ہے

دریں خاندان شرف رسم بود	بہنگام تعظیم شاہاں سجود
شہنشاہ روشن دل حق پرست	ہماندم کہ بر تخت شاہی نشست
لبش در فشاں شد بایں حکم باز	کہ از سجدہ مردم کنند احتراز
شہنشاہ باحق بخت اشتراک	کہ سجدہ بود خاص یزدانِ پاک
رسانند ارباب دولت بعرض	کہ تعظیم ایں دودمان است فرض
اگر شاہ از سجدہ دارد ابا	زمیں بوس آرند مردم بجا
زمیں بوس را سرور حق شناس	پذیرفت آنہم بصد التماس
زمیں بوس تا مشتبہ با سجود	نگردد بدینساں مقرر نمود
کہ لب را رسانند بر پشت دست	نسازد رُخ از خاک جائے نشست
زمیں بوس را نیز از اہل حال	زسادات وارباب فضل وکمال
زگوشہ نشینان آئینہ صاف	نمود ازرہ قدردانی معاف

خلاصہ مطلب ان اشعار کا یہ ہے۔ کہ اس خاندان تیموریہ میں یہ رسم تھی۔ کہ تعظیم بادشاہ کے وقت سجدہ کیا کرتے تھے لیکن جب شاہجہاں تخت نشین ہوا۔ تو تخت پر بیٹھتے ہی حکم دیا۔ کہ لوگ آئندہ سجدہ نہ کیا کریں۔ کیونکہ سجدہ محض خدا ہی کیلئے مخصوص ہے۔ دوسرا کوئی اس میں شریک نہیں۔ ارکان سلطنت نے عرض کی۔ کہ اس خاندان کی تعظیم سب پر فرض ہے۔ اگر بادشاہ سجدہ کو منظور نہیں کرتا۔ تو لوگ آئندہ سجدہ کی جگہ زمین بوسی کیا کریں۔ بادشاہ نے نہایت اصرار و انکار کے بعد زمین بوسی کو منظور کر لیا۔ مگر اس میں بھی یہ شرط کی۔ کہ زمین بوسی اس طرح کیا کریں۔ کہ لب کو اپنے ہاتھ کی پیٹھ پر لگایا کریں اور چہرہ کو زمین پر نہ لگنے دیں۔ تاکہ سجدہ سے مشتبہ نہ ہو جائے۔ اور زمین بوسی بھی ازراہ قدر دانی اہل حال۔ سادات صاحبان فضل وکمال اور گوشہ نشینوں کو معاف کر دی۔

AsliAhleSunnet.com

الغرض علمائے اثنا عشریہ کا شاہان صفویہ کیلئے سجدہ کو جائز کرنا سیر و تاریخ کی کسی کتاب میں موجود نہیں ہے۔ برخلاف اس کے علمائے اہل سنت کا سجدہ کو جائز کرنا تاریخ کی کتب معتبرہ میں مرقوم و مندرج ہے۔ اور سب سے عجیب تر بات یہ ہے کہ بشر بن غیاث مریسی جو فقہ میں قاضی ابو یوسف صاحب ابو حنیفہ کا شاگرد ہے۔ اس امر کا قائل ہے۔ کہ شمس و قمر کو سجدہ کرنا کفر نہیں ہے۔ چنانچہ یاقوت حموی کتاب معجم البلدان میں رقمطراز ہے بشر بن غیاث المریسی صاحب الکلام مولی زید بن الخطاب اخذ الفقہ عن ابی یوسف صاحب ابی حنیفہ ثم اشتغل بالکلام وجرد القول بخلق القرآن وحکی عنہ اقوال شنیعۃ کقولہ ان السجود للشمس والقمر لیس بکفر انتہٰی بشر بن غیاث مریسی صاحب کلام غلام زید بن الخطاب نے فقہ ابو یوسف صاحب ابو حنیفہ سے حاصل کیا۔ پھر علم کلام میں مشغول ہوا۔ اور خلق قرآن کے قول میں متفرد ہوا۔ اور اس سے بہت سے اقوال شنیعہ منقول ہیں۔ مثلاً وہ قائل ہے کہ سورج اور چاند کو سجدہ کرنا کفر نہیں ہے) پس تشنیع اور ملامت کے زیادہ تر سزاوار اور حقدار اس قسم کے علمائے اہل سنت ہیں۔ نہ کہ علمائے اثنا عشریہ (جو اس قسم کے جملہ قبائح سے مبرا اور منزہ ہیں) جیسا کہ اہل عقل و انصاف پر مخفی اور پوشیدہ نہیں ہے۔ تعجب ہے۔ کہ مصنف تحفہ شیعوں کی آڑ میں بدہ و دانستہ اہل سنت کے مشائخ سلف پر تشنیعات رکیکہ کرتا ہے۔

وجہ ششم یہ کہ سلاطین صفویہ کیلئے سجدہ کو جائز کرنے میں علمائے امامیہ میں سے کسی عالم نے بھی حضرت ابو البشر علی نبینا و علیہ السلام کو ملائکہ کے سجدہ کرنے اور حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں کے سجدہ بجالانے کو دلیل میں پیش نہیں کیا۔ اگر کوئی مجادل احیاناً اس طریق پر جیسا کہ سلطان المشائخ کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے فاضل مشکک کے برخلاف ان سے استدلال کرے۔ تو چنداں بعید نہیں ہے۔ بخاری نے برہنہ غسل کرنے کے جواز پر حضرت موسیٰ اور ایوب علی نبینا و علیہما السلام کے برہنہ غسل کرنے سے استدلال کیا ہے۔ حالانکہ کشف عورت کرنا ہماری شریعت میں حرام ہے۔ اور شرائع سابقہ میں جائز تھا۔ باب من اغتسل عریانا وحدہ والتستر افضل میں روایت کی ہے۔

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کانت بنو اسرائیل یغتسلون عراۃ ینظر بعضھم الی بعض وکان موسیٰ علیہ السلام یغتسل وحدہ فقالوا واللہ ما یمنع موسیٰ ان یغتسل معنا الا انہ ادر فذھب مرۃ یغتسل فوضع ثوبہ علی حجر ففر الحجر بثوبہ فخرج موسیٰ فی اثرہ یقول ثوبی یا حجر ثوبی یا حجر حتی نظرت بنو اسرائیل الی موسیٰ فقالوا واللہ ما بموسیٰ من باس واخذ

AsliAhleSunnet.com

بثوبہ فطفق بالحجر ضربا قال ابو ھریرۃ واللہ انہ لندب بالحجر ستۃ او سبعۃ ضربا بالحجر (ابوہریرہ نے جناب رسول خدا سے روایت کی ہے۔ کہ بنی اسرائیل ننگے نہایا کرتے تھے۔ اور ایک دوسرے کو دیکھتے تھے اور حضرت موسیٰؑ تنہا غسل فرمایا کرتے تھے۔ لوگوں نے کہا کہ موسیٰ کے الگ غسل کرنیکی یہی وجہ ہے۔ کہ وہ ادرہ ہیں۔ ایکدفعہ آپ غسل کرنیکے لئے تشریف لیگئے۔ اور اپنا کپڑا ایک پتھر پر رکھدیا۔ وہ پتھر آپکے کپڑے سمیت بھاگا۔ حضرت موسیٰؑ پانی سے نکل کر اسکے پیچھے یہ کہتے ہوئے دوڑے اے پتھر میرا کپڑا۔ اے پتھر میرا کپڑا۔ یہانتک کہ بنی اسرائیل نے آپکو دیکھ کر کہا۔ خدا کی قسم موسیٰؑ میں کوئی نقص نہیں ہے۔ اور حضرت موسےؑ نے اپنا کپڑا لیا اور پتھر کو مارنا شروع کیا۔ ابوہریرہ بیان کرتے ہیں۔ خدا کی قسم موسیٰؑ نے چھ یا سات دفعہ اس پتھر کو مارتے ہوئے پکارا۔

نیز۔ روایت کی ہے۔ عن النبی علیہ الصلوۃ والسلام بینا ایوب علیہ الصلوۃ والسلام یغتسل عریانا فخر علیہ جراد من ذھب فجعل یحتثی فی ثوبہ فناداہ ربہ عزوجل الم اغنیک عما تری قال بلی وعزتک ولکن لا غناء عن برکتک (آنحضرتؐ سے روایت ہے۔ کہ حضرت ایوب علیہ السّلام ننگے نہا رہے تھے۔ کہ سونیکی ٹڈی آپ پر گری آپ اس کو پکڑ کر اپنے کپڑے میں ڈالنے لگے پس پروردگار بزرگ و برتر نے حضرتؑ کو آواز دی۔ کیا میں نے تجھکو اس چیز سے جس کو تو دیکھتا ہے۔ غنی نہیں کیا۔ عرض کی قسم ہی تیری عزت کی۔ ہاں غنی کیا ہے۔ لیکن تیری برکت سے مستغنی نہیں ہوں) صاحب فتح الباری نے حدیث بھز عن ابیہ عن جدہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ احق ان یستحیی منہ من الناس (بہز نے اپنے باپ دادا کی زبانی آنحضرت صلعم سے روایت کی ہے۔ کہ لوگوں کی نسبت اللہ تعالیٰ زیادہ تر احق وادلے ہے۔ کہ اس سے حیا کی جائے) کی شرح میں فرمایا ہے قال الحافظ ابن حجر حدیث بہز ان التعری فی الخلوۃ غیر جائزۃ لکن استدل المصنف علی الجواز فی الغسل بقصۃ موسےٰ علیہ وایوب علیہما السلام (حافظ ابن حجر نے بیان کیا ہے۔ کہ حدیث بہز کا مقصد یہ ہے۔ کہ خلوت میں ننگا ہونا ناجائز ہے۔ لیکن مصنف (بخاری) نے ننگا نہانیکے جواز پر حضرت موسیٰؑ وایوبؑ کے قصہ سے استدلال کیا ہے) اور حدیث قصہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی شرح میں ذکر فرمایا ہے۔ وفی الحدیث دلیل علی اباحۃ التعری فی الخلوۃ للغسل وغیرہ بحیث یا من اعین الناس وفیہ دلیل علی جواز النظر الی العورۃ عند الضرورۃ الداعیۃ علیہ من المداواۃ او ابراء من العیوب واشباھھا کالبرص وغیرہ مما یتحاکم الناس

عہ اور اس شخص کو کہتے ہیں جس کے ایک خصیے میں فتق کا عارضہ ہو ۱۲ از مجمع البحرین۔

AsliAhleSunnet.com

فيهما مما لا بد فيهامن رؤية البصر بها الى ان قال وكشف العورة حرام فى شرعنا واما فى شرعهم فلا والدليل عليه انهم كانوا يغتسلون عراة وموسى عليه السلام يراهم ولا ينكر عليهم ولو كان حراما لانكره عليهم وموسى عليه السلام انما كان يفعل ذلك من باب الحياء لا انه كان يجب عليه ذلك (اور یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ ضرورت ضروریہ مثلاً علاج کرنے یا عیوب وغیرہ مثل برص وغیرہ بریت حاصل کرنیکے وقت جس میں لوگ جھگڑا کرتے ہوں۔ اور آنکھ سے دیکھنا ضروری ہو۔ شرمگاہ کی طرف نظر کرنا جائز ہے۔ یہانتک کہ بیان کیا ہے اور کشف عورت یعنی شرمگاہ کا کھولنا ہماری شریعت میں حرام ہے۔ لیکن ان کی شریعت میں حرام نہ تھا۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ لوگ ننگے غسل کیا کرتے تھے۔ اور حضرت موسیٰ ان کو دیکھتے تھے۔ اور منع نہ کرتے تھے۔ اگر حرام ہوتا تو ضرور منع فرماتے۔ اور حضرت موسیٰ جو خود علیحدہ ہوکر غسل فرمایا کرتے تھے۔ وہ حیا کی وجہ سے تھا۔ نہ کہ ایسا کرنا ان پر واجب تھا)

اور حدیث حضرت ایوب علیہ السلام کی شرح کے ضمن میں فرمایا ہے۔ ومايستنبط عنه ما قاله ابن بطال جواز الاغتسال عريانا لان الله تعالى عاتب على ايوب على نبينا وعليه الصلوٰة والسلام على جمع الجراد ولم يعاتبه على الاغتسال عريانا انتهى (اور اس قول سے جو کچھ مستنبط ہوتا ہے وہ ننگا غسل کرنیکا جواز ہے، جیسا کہ ابن بطال نے کہا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ٹڈیوں کے جمع کرنے پر ایوب علیہ السلام پر عتاب فرمایا ہے۔ اور ننگا غسل کرنے پر عتاب نہیں فرمایا) حالانکہ حنیفہ کی ایک جماعت اس امر کی قائل ہے۔ کہ پہلی شریعتیں ہم پر لازم ہیں اور وہ منسوخ نہیں ہوئیں۔ اور اپنے اس دعوے پر قولہ تعالی وكيف يحكمونك وعندهم التورنة فيها حكم الله (وہ کیونکر تجھکو اے رسولؐ حکم بناتے ہیں۔ حالانکہ توریت ان کے پاس ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ کا حکم موجود ہے) سے احتجاج کرتے ہیں۔ امام رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں احتج جماعة من الحنفية بهذا الاية على ان حكم التوراة وشرائع من قبلنا لازم علينا لم ينسخ وهو ضعيف ولو كان كذلك حكم التوراة كحكم القرآن فى وجوب طلب الحكم منه لكن الشرع نهى عن النظر فيه بل المراد الحكم الخاص وهو الرجم لانهم طلبوا الرخصة بالتحكيم انتهى (حنفیہ کی ایک جماعت نے اس آیت سے اس پر احتجاج کیا ہے۔ کہ توریت اور ہم سے پہلی شریعتوں کا حکم ہم پر لازم ہے۔ اور وہ منسوخ نہیں ہوا۔ حالانکہ ان کا یہ قول ضعیف ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو توریت بھی محکم قرآن کی طرح توریت سے بھی طلب حکم واجب ہوتا۔ لیکن شریعت نے اس میں نظر کرنیکی ممانعت فرمائی ہے۔ بلکہ اس سے

AsliAhleSunnet.com

حکم خاص مراد ہے ۔ اور وہ رجم ہے ۔ اسلئے کہ انھوں نے تحکیم کی رخصت طلب کی تھی) ۔

وجہ ہفتم ۔ یہ ہے ۔ کہ فاضل مصنف نے جو الزام علمائے امامیہ پر افترا کیا ہے ۔ جبکہ ویسا ہی علمائے اہل سنت سے بھی وقوع میں آیا ہے ۔ تو پھر اس صورت میں اس مسئلہ کو خصائص امامیہ سے شمار کرنا اور اسکو اس باب میں ذکر کرنا جو امامیہ کے شرائع مختصہ کیلئے مقرر کیا گیا ہے محض لغو اور بالکل بیجا ہے ۔

قول مصنف تحفہ اب مسائل فقہیہ کو شروع کرتے ہیں منجملہ انکے ایک حکم یہ ہے کہ جس پانی سے استنجا کیا گیا ہے ۔ اور ابھی مقام استنجا پاک نہ ہوا ہو ۔ اور اجزائے نجاست پانی میں شامل اور منتشر ہوں ۔ یہانتک کہ انکے ملنے سے پانی کا وزن زیادہ ہو گیا ہو ۔ وہ پانی پاک ہے ۔ حالانکہ یہ حکم قواعد شریعت کے صریحاً مخالف ہے قولہ تعالیٰ ویحرم علیکم الخبائث (اور وہ تم پر خبائث کو حرام کرتا ہے) اور آئمہ کی روایات کے بھی برخلاف ہے ۔ کما رواہ صاحب قرب الاسناد عن علی بن جعفر عن اخیہ موسیٰ بن جعفر و کما رواہ ابو جعفر الطوسی عن عبد اللہ بن سنان و ابی بصیر کلیھما عن ابی عبد اللہ علیہ السلام وقد روی فی کتاب المسائل ایضاً عن علی بن جعفر انہ قال سألت اخی موسیٰ ابن جعفر عن جرۃ فیھا الف رطل من ماء وقع فیہ اوقیۃ بول ھل یصح شربہ او الوضوء منہ قال لا النجس لا یجوز استعمالہ (جیسا کہ صاحب قرب الاسناد نے علی بن جعفر سے اپنے بھائی موسیٰ بن جعفر سے روایت کی ہے ۔ اور جیسا کہ ابو جعفر طوسی نے عبد اللہ بن سنان اور ابو بصیر سے اور ان دونوں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے روایت کی ہے ۔ اور کتاب المسائل میں بھی علی بن جعفر سے مروی ہے ۔ کہ وہ کہتا ہے ۔ کہ میں نے موسیٰ بن جعفر سے سوال کیا ۔ کہ ایک گھڑا ہے جسمیں ہزار رطل پانی ہے ۔ اس میں ایک وقیہ پیشاب پڑ جائے ۔ آیا اس کا پینا یا اس سے وضو کرنا صحیح ہے فرمایا نہیں ۔ نجس کا استعمال جائز نہیں ہے) طرفہ بات یہ ہے کہ مذہب اثنا عشریہ یہی ہے ۔ کہ جب پانی کر کی مقدار سے کمتر ہو ۔ تو وہ نجاست کے پڑنے سے متنجس ہو جاتا ہے لیکن معلوم نہیں ہے ۔ کہ استنجا کے پانی میں زیارت مقعد کے سبب جو نجاسات کی کان ہے ۔ کیا خوبی پیدا ہو جاتی ہے ۔ کہ پانی اس پر واقع ہونے سے ذرا بھی متنجس نہیں ہوتا ۔ اور اس مسئلہ سے اور اور مسائل سے جو عنقریب مذکور ہونگے ۔ صریحاً واضح ہوتا ہے ۔ کہ انکے نزدیک آدمی کا گوہ وہی حکم رکھتا ہے جو ہنود کے نزدیک گائے کا گوبر پھر بھی خدا کا شکر ہے کہ الاسلام یعلو ولا یعلیٰ (اسلام غالب ہوتا ہے ۔ مغلوب نہیں ہوتا) آدمی اور گائے میں بڑا فرق ہے ۔ اگر کوئی اثنا عشری اس مسئلہ کا انکار کرے ۔ یہ کتاب

AsliAhleSunnet.com

منتہی ابن مطہر حلی موجود ہے۔ اس میں آب استنجا کی طہارت اور دوبارہ اسکے استعمال کا جواز اجماعیات فرقہ سے لکھا ہے۔ انتہیٰ۔

جواب باصواب

امامیہ کے نزدیک استنجا کرنا واجب ہے لیکن پیشاب کے استنجا میں پیشاب کے مخرج کو پانی سے دہونا واجب ہے۔ پانی کے بغیر کافی نہیں۔ اسی طرح غائط متعدی (جو اطراف مقعد میں پھیل جائے) میں بھی مخرج غائط کا پانی سے دہونا واجب ہے۔ اور غیر متعدی کی صورت میں جبکہ غائط مخرج غائط یعنی سوراخ مقعد کے اطراف میں نہ پھیلا ہو۔ تو اختیار ہے۔ کہ خواہ اسکو پانی سے طاہر کرے۔ یا پتھر اور ڈھیلے وغیرہ چیزوں سے جو نجاست کو دور کردیں، اور اس کے اجزا مخرج میں باقی نہ رہیں، اور وہ طاہر ہوجائے اور متعدی اور غیر متعدی دونو حالتوں میں طہارت کے دونو طریقوں کا جمع کرنا اکمل ہے۔ اس طرح سے کہ اول اپنے آپ کو پتھر وغیرہ سے پاک کرے۔ بعد ازاں پانی سے دہوئے لیکن چونکہ اکثر اوقات خصوصاً جلدی کے موقع پر استنجا کرنیکے وقت آب استنجا کے قطرے استنجا کرنیوالے کے بدن پر پہنچتے ہیں۔ اور ان سے بچنا دشوار ہے اسلئے بموجب آیہ یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر وما جعل علیکم فی الدین من حرج (خدا تعالیٰ تم پر آسانی کا ارادہ رکھتا ہے۔ اور تم پر تنگی کرنیکا ارادہ نہیں رکھتا۔ اور اس نے دین کے باب میں تم پر کسی قسم کی تنگی نہیں کی) اور حسب قاعدہ اصول فقہ المشقۃ موجبۃ للیسر (مشقت آسانی کو واجب کرتی ہی) اس باب میں رخصت اور تخفیف واقع ہوئی ہے۔ تاکہ حرج اور تنگی لازم نہ آئے۔ اور وسواسی لوگ اس میں بھول بنیاں لگا کر اور شاخیں زیادہ کرکے وساوس شیطانی کے سبب ترک نماز پر اقدام نہ کریں۔ نیز زمانہ گذشتہ میں عرب کی اکثر خوراک خشک اور سوکھی غذائیں مثلاً غورہ خرما اور ذرہ (جوار) وغیرہ تھی۔ جو یبوست طبع کا باعث اور خشک پاخانہ آنیکا سبب تھی۔ جیساکہ علمائے فریقین نے اسکی تصریح فرمائی ہے۔ کافی جو فقہ حنفیہ کی معتبر کتاب ہے۔ اس میں مرقوم ہے لانھم کانوا یبعرون بعراً وانتم تثلطون ثلطاً۔ یعنی چونکہ وہ عرب پاخانہ خشک مینگنیوں کی صورت میں نکالتے تھے کہ مقعد کے اطراف بہت ہی کم ملوث اور آلودہ ہوتے تھے۔ اور اس زمانہ میں پاخانہ رقیق ہوتا ہے۔ فاضل مجلسی نے بھی لوامع صاحبقرانی میں ایسا ہی فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ جو بعض روایات میں وارد ہوا ہے۔ کہ اگر کپڑے کو استنجا کا پانی لگ جائے۔ تو کچھ ڈر نہیں۔ چونکہ یہ کلام مجمل اور مختصر ہے واسلئے علمائے امامیہ نے اس باب میں باہم اختلاف کیا ہے۔ کہ آب استنجا معفو (قابل معافی)

AsliAhleSunnet.com

ہے۔ یا پاک۔ بعض علماء مثل سید مرتضیٰ علم الہدیٰ مصباح میں۔ محقق شیخ علی شرح قواعد میں اور شیخ نجم الدین ابوالقاسم صاحب شرائع الاسلام اپنی بعض کتابوں میں قائل ہوئے ہیں۔ کہ آب استنجا معفو ہے۔ شرح جعفریہ میں مذکور ہے قال المحقق نجم الدین لیس فی الاستنجاء تصریح بالطھارۃ بل ربما وقع فی العفو خاصۃ (محقق نجم الدین نے فرمایا ہے۔ کہ استنجے کے باب میں طہارت یعنی پاک ہونیکی تو تصریح نہیں ہے۔ بلکہ بعض وقت خاصکر معفو واقع ہوا ہے) اور دیگر علماء طہارت کے قائل ہوئے ہیں۔ جو علماء طہارت کے قائل ہیں۔ وہ بھی اسکو مطلقاً طاہر نہیں جانتے۔ بلکہ اسکی طہارت کو مشروط بہ شرائط جانتے ہیں۔ منجملہ ان کے ایک شرط یہ ہے۔ کہ نجاست سے متغیر نہ ہو گیا ہو۔ کیونکہ اس امر پر سب علماء کا اجماع ہے کہ جو پانی متغیر بہ نجاست ہو جائے۔ وہ نجس ہے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ کسی نجس شے پر وارد نہ ہو۔ کیونکہ نجس سے ملاقی ہونیوالی چیز بھی نجس ہے۔ محقق حلیؒ نے ان شروط کو ذکر کیا ہے۔ شرائع میں فرمایا ہے والماء المستعمل فی غسل الاخباث نجس سواء تغیر بالنجاسۃ او لم یتغیر عدا ماء الاستنجاء فانہ طاھر مالم یتغیر بالنجاسۃ او یلاقیہ نجاسۃ من خارج (جو پانی اخباث (گندگیوں) کے دھونیں استعمال کیا جائے۔ وہ نجس ہے۔ خواہ متغیر بنجاست ہو۔ یا نہ ہو۔ سوائے آب استنجاکے کہ وہ پاک ہے۔ جبتک کہ متغیر بنجاست نہ ہو۔ یا باہر سے کوئی نجاست اس سے نہ ملے۔ صاحب مدارک نے بھی انہی دو شرطوں پر ظاہر جاتا ہے۔ علامہ حلیؒ نے اپنی بعض کتب مثلاً ارشاد الاذہان میں ان شرطوں کو ذکر فرمایا ہے۔ اور کچھ اور شرطیں بھی زیادہ کی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے۔ کہ استنجا غیر متعدی پاخانہ کا ہو۔ اسلئے کہ متعدی دوسری جگہ کی نجاست ہے۔ نیز متعدی کی صورت میں آب استنجا کا متغیر بنجاست ہونا لازم آتا ہے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ محل براز سے نجاست کے اجزاء متمیزہ پانی کیساتھ منفصل نہ ہوں۔ شرح جعفریہ میں فرمایا ہے۔ اعلم ان لطھارتہ شرطاً آخر وھو ان لا ینفصل من المحل مع الماء اجزاء من النجاسۃ متمیزۃ معلوم رہے۔ کہ آب استنجا کی طہارت کیلئے ایک اور شرط یہ ہے۔ کہ محل طہارت سے پانی کیساتھ نجاست کے اجزائے متمیزہ منفصل اور جدا نہ ہوں۔ جو قیود کہ صاحب شرائع نے ذکر کی ہیں۔ ان سے یہی قیود مراد ہیں۔ چنانچہ صاحبان غور و تامل پر پوشیدہ نہیں ہے۔ المختصر آب استنجا کی طہارت کی شرائط شاذ و نادر ہی متحقق ہوتی ہیں۔ پس آب استنجے کے معفو ہونیکا قول ہی احوط اور اثبت ہے۔ اور جب طہارت کی شرطیں متحقق ہو جائیں۔ تو آب استنجا کا طاہر ہونا کچھ مستبعد نہیں ہے۔ اسلئے کہ وہ آب خالص ہے۔ اجزائے نجاست اس کیساتھ شامل نہیں ہیں۔ جو انکے سبب سے وہ

AsliAhleSunnet.com

متغیر بنجاست ہو جائے۔ اور پانی کے زیادہ ہونیکا احتمال ان رطوبات کیساتھ ملنے سے ہوتا ہے جو غالباً غائط کے ہمراہ خارج ہوتی ہیں۔ اور مقام استنجا کے اطراف اس سے ملوث ہوتی ہیں۔ نہ کہ اجزائے فضلہ کے ملنے سے۔ اس مقام میں مسئلہ کی تقریر یہ ہے۔ اور فاضل موصوف کا قول جو اسکے بول کی مانند ہے۔ چند وجوہات سے مدفوع اور مردود ہے۔

وجہ اوّل۔ یہ کہ مصنف نے محققین کی عبارات فقہیہ میں غور و تامل سے کام نہیں لیا۔ اس لئے ایسا رقم فرمایا ہے۔ ورنہ اگر غور و فکر سے کام لیتے۔ تو اس قول کے قائل نہ ہوتے۔ اور شرائط کے متحقق ہونیکی صورت میں آب استنجا کی طہارت یا اسکے معفو ہونیکا حکم قواعد شریعت کے مخالف نہیں ہے۔ اور نہ قولہ تعالیٰ ویحرم علیکم الخبائث کے منافی ہے اور نہ اس حدیث کے برخلاف جس کو جناب علیؑ بن جعفر نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کیا ہے۔ اور مصنف نے اسکو استشہاد میں پیش کیا ہے اسلئے کہ ایسے آب استنجا میں جس میں شرائط طہارت متحقق ہوں۔ بالکل اجزائے نجاست موجود نہیں ہوتے۔ کہ وہ متغیر بہ نجاست ہو کر نجس ہو جائے پس خبائث اور نجس کا استعمال ہرگز لازم نہیں آتا اور واقعاً مذہب اثنا عشریہ یہی ہے۔ کہ جب پانی مقدار کر سے کم ہو وہ نجاست کے پڑ جانیسے متنجس ہو جاتا ہے۔ لیکن پانیکا معدن نجاست کی زیارت کرنا اور اس کا اس پر سے گذرنا اکثری الوقوع ہے۔ اور اکثر وقوع میں آتا ہے اور استنجا کرنے وقت اکثر اوقات خصوصاً جلدی اور دیگر موانع مثل سفر وغیرہ کی حالت میں آب استنجا کے قطرات استنجا کرنیوالے کے بدن اور کپڑے میں لگتے ہیں۔ اور اس سے بچنا بہت مشکل اور دقت طلب ہے۔ اسلئے عموم بلوے یعنی تمام تکلیف کی وجہ سے حکم کیا گیا۔ کہ آب استنجا جبکہ اسمیں شرائط طہارت متحقق ہوں۔ طاہر ہے۔ اور جبکہ شرائط معدوم ہوں۔ تو معفو ہے۔ تاکہ وساوس شیطانی سے محفوظ رہیں۔ اور حرج و تنگی لازم نہ آئے۔ اور اس پر سب کا اجماع ہے۔ کہ وہ طاہر ہے۔ یا معفو ہے۔ اور بالفرض اگر مصنف کے قول کو تسلیم کر لیا جائے۔ کہ وہ نجس ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ مطلقاً طاہر نہیں بلکہ اسکی طہارت مشروط بہ شرائط ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ الغرض اس مسئلہ اور دوسرے مسائل سے جو عنقریب آتے ہیں یہ لازم نہیں آتا کہ امامیہ کے نزدیک آدمی کا پاخانہ ایسا ہے۔ جیسے ہندوؤں کے نزدیک گائے کا گوبر۔ زیادہ سے زیادہ یہ نتیجہ ہو سکتا ہے۔ کہ طہارت آب استنجا کے قول کیموافق جبکہ شرائط طہارت اس میں پائے جائیں۔ اس پانی کی طہارت لازم ہو گی جس میں اجزائے نجاست مطلقاً موجود نہ ہوں اور اس میں کسی قسم کا مضائقہ نہیں ہے۔ اور ان دونوں لزوم میں فرق ظاہر اور بیّن ہے۔

AsliAhleSunnet.com

وجہ دوم - یہ کہ امام مالک کے نزدیک جو پانی کہ متغیر نہ ہو۔ وہ آب کثیر کی قسم سے ہے۔ شیخ عبدالحق دہلوی شرح مشکوٰۃ میں ناقل ہیں "کہ امام کے نزدیک جس پانی کا رنگ۔ بُو اور مزہ متغیر نہ ہو۔ وہ کثیر ہے اور جو متغیر ہو جائے۔ وہ قلیل ہے۔ پس اس نے تغیر اور عدم تغیر ہی کو قلت و کثرت کا معیار قرار دیا ہے۔ پس اس بنا پر اس آب استنجا کو جو متغیر نہ ہوا ہو۔ طاہر جاننا کسی قسم کی شناعت و برائی کا سزاوار نہیں ہے۔

وجہ سوم - یہ کہ بالفرض یہ اس آب قلیل کی افراد میں سے ہے۔ جو بعض فقہائے کے مذہب کیموافق وقوع نجاست سے متنجس نہ ہوا ہو۔ اور یہ حکم امامیہ ہی سے مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ مالک اور احمد ایک روایت کیموافق۔ اور زہری۔ حماد اور اہل سنت کے بہت سے محدثین مثل البخاری وغیرہ بھی اس کے قائل ہیں۔ شیخ عبدالوہاب شعرانی کتاب رحمۃ للامۃ فی اختلاف الائمۃ میں فرماتے ہیں اذا کان الماء الراکد دون قلتین ینجس بمجرد ملاقات النجاسۃ وان لم یتغیر عند الشافعی واحمد فی احدے روایۃ وقال مالک واحمد فی روایۃ انہ طاھر مالم یتغیر (جبکہ آب ساکن قلتین سے کم ہو۔ تو وہ نجاست سے ملتے ہی متنجس ہو جاتا ہے۔ اگرچہ متغیر نہ ہو۔ ایک روایت کیموافق شافعی اور احمد حنبل کے نزدیک اور ایک روایت کے موافق مالک اور احمد کا قول یہ ہے۔ کہ وہ طاہر ہے جب تک کہ متغیر نہ ہو) اور امام رازی نے آیۂ کریمہ فلم تجدوا ماءً فتیمموا صعیداً طیباً (پس اگر تم پانی نہ پاؤ۔ تو پاک مٹی سے تیمم کر لو) کی تفسیر کے ضمن میں فرمایا ہے قال مالک الماء اذا وقعت فیہ نجاسۃ ولم یتغیر بتلک النجاسۃ بقی طاھرا طھورا سواء کان قلیلا او کثیرا وھو قول اکثر الصحابۃ والتابعین وقال الشافعی ان کان اقل من القلتین ینجس وقال ابو حنیفۃ ان کان اقل من عشرۃ فی عشرۃ ینجس حجۃ مالک ان اللہ جعل فی ھذہ الایۃ عدم الماء شرط الجواز التیمم وواجد ھذا الماء الذی وقع فیہ النزاع واجد للماء فوجب ان لا یجوز لہ التیمم اقصے ما فی الباب ان یقال ھذا المعنی حاصل عند صیرورۃ الماء القلیل متغیرا الا انا نقول ھو حجۃ فی غیر محل التخصیص وایضا قولہ تعالی فاغسلوا امر بمطلق الغسل ترک العمل بہ فی سائر المائعات وفی الماء القلیل یعنی بالنجاسۃ فیبقی حجۃ فی الباقی قال مالک ثم تاید التمسک بھذہ الآیۃ لقولہ علیہ السلام خلق الماء طھورا لا ینجسہ شیئ الا ما غیر طعمہا وریحہ وھذا لا یعارض بقولہ اذا بلغ الماء قلتین لم یحمل خبثا لان القرآن اولی من خبر الواحد والمنطوق اولی من المفہوم (مالک کا قول یہ ہے۔ کہ جس پانی میں نجاست پڑ جائے۔ اور وہ اس نجاست سے متغیر نہ ہو۔ وہ طاہر اور طہور رہتا ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر۔ اور یہ اکثر صحابہ و تابعین کا قول ہے۔ اور شافعی کا قول یہ ہے۔ کہ اگر پانی قلتین سے

ع۵۔ پانی کے دو مشکے جو شافعی کے نزدیک آب کثیر کی مقدار ہے ۱۲

AsliAhleSunnet.com

کم ہو۔ تو نجس ہو جاتا ہے۔ اور ابو حنیفہ کا قول ہے۔ کہ اگر دہ در دہ سے کم ہو۔ تو نجس ہو جاتا ہے۔ مالک کی دلیل یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں عدم آب کو جوازِ تیمم کی شرط ٹھیرایا ہے۔ اور جو شخص ایسے پانی کو پائے جس میں نزاع ہے۔ اسکو پانی مل گیا پس واجب ہوا کہ اسکے لئے تیمم جائز نہیں۔ زیادہ سے زیادہ اس مقام میں یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ یہ بات اُسوقت حاصل ہوتی ہے جبکہ آب قلیل متغیر ہو جائے اسلئے کہ ہم کہتے ہیں۔ کہ وہ ان مقامات میں حجت ہے۔ جہاں تخصیص نہ ہو۔ نیز قولہ تعالیٰ فاغسلوا (تم دہوؤ) مطلق غسل یعنی دہونیکا حکم دیتا ہے۔ اور پانی کے سوا اور بہنے والی چیزوں اور آب قلیل میں جس میں نجاست پڑ گئی ہو۔ اسپر عمل متروک ہے بس باقی میں دلیل بحال خود باقی ہے۔ مالک کہتا ہے۔ پھر اس آیت سے تمسک کرنیکی تائید رسول اللہؐ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا ہے۔ کہ پانی طاہر و مطہر پیدا کیا گیا ہے۔ سوا اس چیز کے جو اسکے ذائقہ اور بُو کو بدل دے اور یہ آنحضرت کے اس قول کے منافی نہیں ہے۔ کہ جب پانی قلتین کی مقدار کو پہنچ جائے۔ تو نجس نہیں ہوتا۔ اسلئے کہ قرآن پر عمل کرنا بمقابلہ خبر واحد کے زیادہ مناسب ہے۔ اور منطوق یعنی ظواہر الفاظ پر عمل کرنا مفہوم یعنی معانی مرادی پر عمل کرنے سے بہتر ہے) شرح منظومہ میں فرمایا ہے۔ لا ینجس الماء القلیل مالم یبین نوع اثر او وقعت النجاسۃ فی الماء القلیل فانھا لا ینجس عند مالك مالم یتغیر طعمہ او لونہ او ریحہ لقولہ علیہ السلام الماء طھور لا ینجسہ شیئ الا ما غیر طعمہ او لونہ او ریحہ (آب قلیل نجس نہیں ہوتا۔ جبتک کہ اس میں کسی قسم کا اثر ظاہر نہ ہو۔ یا آب قلیل میں نجاست پڑ جائے تو بھی وہ نجس نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ نجاست مالک کے نزدیک اس کو نجس نہیں کرتی جبتک کہ اُسکے مزے یا رنگ یا بُو کو متغیر نہ کر دے۔ اسلئے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ کہ پانی طاہر ہے۔ اس کو کوئی چیز نجس نہیں کرتی۔ سوا اس چیز کے جو اسکے مزے یا رنگ یا بُو کو متغیر کر دے) غزالی جو ائمہ شافعیہ سے ہے۔ انہے بھی اسی مذہب کو اختیار کیا ہے۔ چنانچہ احیاء العلوم میں اسکی تصریح کی ہے۔ محقق شریف شرح مشکوٰۃ میں بیان کرتے ہیں۔ قال ابو حامد فی الاحیاء وددت ان مذھب الشافعی ومالك فی الماء القلیل انہ لا بأس الا بالتغیر اذ الحاجۃ ماسۃ الیہ وثار الوسواس من اشتراط القلتین ولاجلہ شق علی الناس ذلك ولعمری ان کان الحال علی ما قالہ ولو کان ما ذکر شرطا لکان اعسر البقاع فی الطھارۃ مکۃ والمدینۃ اذ لا یکثر فیھما الماء الجاریۃ والراکدۃ الکثیرۃ من اول عصر النبی صلے اللہ علیہ وسلم الی آخر عصر الصحابۃ ولم ینقل واقعۃ وکیفیۃ حفظ الماء من النجاسات وکانت اوانی میاھھم یتعاطاھا الصبیان والاماء وتوضئ عمر بماءٍ فی

AsliAhleSunnet.com

جرة النصرانیة کالصریح فی انه لم یعول الا علے تغیر الماء و کان استغرا قهم فی تطهیر القلوب و تساهلهم فی امر الظاهر - انتهی - (ابو حامد غزالی نے احیاء العلوم میں ذکر کیا ہے اور روایت ہی کہ آب قلیل کے بارے میں شافعی اور مالک کا مذہب یہ ہے کہ اس کے استعمال میں کچھ ڈر نہیں ہے - جبتک کہ وہ متغیر نہ ہو جائے - کیونکہ اسکی احتیاج ہے - اور وسواس قلتین کی شرط لگانے سے پیدا ہوا ہے - اور اسی وجہ سے اس شرط نے لوگوں پر دقت ڈالدی ہے - اور مجھے اپنی جان کی قسم ہے - در اصل حال ایسا ہی ہے - جیسا کہ اسنے بیان کیا - اور اگر یہ شرط قلتین ہوتی تو مکہ اور مدینہ میں سب مقامات سے زیادہ طہارت میں دقت پڑتی - کیونکہ ان دونو مقاموں میں آنحضرت صلعم کے ابتدائی زمانہ سے لیکر صحابہ کے آخری زمانہ تک نہ تو آب جاری رہا ہے - اور نہ آب کثیر ساکن - اور طہارت اور نجاست سے پانی کو محفوظ رکھنے کے بارے میں کوئی واقعہ منقول نہیں ہے - اور انکے برتنوں کو بچے اور کنیزیں ہاتھ لگاتی تھیں - اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نصرانیہ عورت کے گھڑے سے وضو کرنا صریحا ظاہر کرتا ہے کہ وہ جناب صرف تغیر آب کو معتبر سمجھتے تھے - اور صحابہ کا یہ حال تھا کہ وہ بزرگوار قلوب کی تطہیر میں نہایت مستغرق تھے اور ظاہری طہارت کے باب میں تساہل فرماتے تھے - م

اور شرح مسند شافعی میں بیان کرتے ہیں ذهب طائفة الی ان القلیل والکثیر سواء لا ینجس الا بالتغیر و روی ذلك عن ابن عباس وحذیفة وابو هریرة والحسن البصری وابن المسیب و ابن لیلے وجابر بن زید والیه ذهب مالك والاوزاعی والثوری وداؤد واختاره ابن المنذر (ایک گروہ کا مذہب یہ ہے - کہ پانی قلیل ہو یا کثیر نجس نہیں ہوتا - لیکن جب متغیر ہو جائے - اور یہ قول ابن عباس - حذیفہ - ابو ہریرہ - حسن بصری، ابن مسیب - ابن لیلے اور جابر بن زید سے مروی ہے - اور مالک - اوزاعی - ثوری - داؤد کا یہی مذہب ہے - اور ابن المنذر نے اسی مذہب کو اختیار کیا ہے) اور بخاری نے اپنی جامع صحیح میں ذکر کیا ہے باب ما یقع النجاسات فی السمن والماء قال الزهری لا باس بالماء ما لم یغیر طعم او ریح او لون الی آخر الباب (باب نجاسات کے روغن اور پانی میں پڑ جانے کے بیان میں - زہری کا قول ہے - کہ پانی میں نجاست کے گرنیکا کچھ ڈر نہیں - جبتک مزہ یا بُو یا رنگ نہ بدل دے - الی آخر الباب اور بخاری کا مذہب بھی یہی ہے - جیسا کہ اسکے سیاق کلام سے ظاہر ہے - اور شارحین بخاری نے اسکی تصریح کی ہے - جو شخص چاہے اسکی شروح میں دیکھ لے - منجملہ انکے ابن حجر شرح صحیح بخاری میں حدیث کل کلم یکلمه المسلم فی سبیل الله کے ایراد کے جواب میں یوں رقمطراز ہے مقصود المصنف بایراده تاکید مذهبه فی ان الماء لا ینجس

AsliAhleSunnet.com

بمجرد الملاقاۃ مالم یتغیر (اسکے درج کرنیسے مصنف کا مقصد یہ ہے۔ کہ اس مسئلہ میں اپنے مذہب کی تاکید کرے۔ کہ پانی کسی چیز کے ملنے سے نجس نہیں ہوتا۔ جبتک کہ وہ اسکو متغیر نہ کردے) اور ظاہر ہے کہ اس مذہب کیموافق اگر آدمی کا گوہ پانی میں گرے۔ اور اسکے ملنے سے پانی میں تغیر واقع نہ ہو۔ اور اسکے رنگ بُو اور مزے میں فرق نہ آئے۔ وہ پانی طاہر ومطہر ہوگا۔ اسی طرح اگر پیشاب پانی میں مل جائے۔ اور اسکے ملنے سے پانی میں کسی قسم کا تغیر واقع نہ ہو۔ اسکا بھی بعینہ یہی حکم ہوگا کہ وہ بدستور طاہر اور مطہر رہیگا۔ بعض علمائے عامہ اس مذہب کی خرابی سے واقف ہو کر اس پر معترض ہوئے ہیں فتح الباری میں باب مایقع من النجاسات فی السمن والماء کی شرح کے ضمن میں مذکور ہے مذھب الزھری فی الماء الذی یخالطہ شیئ ینجس اعتبار بتغیرہ بذلک من غیر فرق بین القلیل والکثیر وھو مذھب جماعۃ من العلماء وشنع ابو عبیدۃ فی کتاب الطھور علی من ذھب الی ھذا بانہ یلزم منہ ان من بال فی ابریق ولم یغیر الماء وصفا انہ یجوز لہ التطھر وھو مستبشع یعنی زہری کا مذہب اس پانی کے باب میں جس میں کچھ نجاست مل جائے یہ ہے۔ کہ اس کا نجاست سے متغیر ہونا معتبر ہے۔ خواہ آب قلیل ہو۔ یا آب کثیر۔ علمائے اہل سنت کی ایک جماعت کا یہ مذہب ہے۔ اور ابو عبیدہ نے کتاب طہور میں اس پر تشنیع کی ہے۔ کہ اس قول کی بنا پر لازم آتا ہے۔ کہ اگر کوئی شخص پانی کے لوٹے میں پیشاب کردے۔ اور اس سے اس پانی کے اوصاف (رنگ بُو مزہ) میں کسی قسم کا تغیر نہ ہو۔ اس پانی سے طہارت کرنا جائز اور درست ہو۔ اور یہ بات نہایت ناگوار اور ناپسندیدہ ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ ان علماء کے مذہب کیموافق اس قسم کا نجاست سے مخلوط شدہ پانی اگر نجاست کے ملنے سے وزن میں بھی زیادہ ہوجائے۔ تو بھی وہ طاہر اور مطہر ہی رہے گا۔ پس اگر بعض علمائے امامیہ خاصکر آب استنجا کے باب میں عام تکلیف اور کثرتِ ضرورت کیوجہ سے ایسے قول کے قائل ہوگئے ہوں۔ تو وہ مخصوص طور پر لعن وتشنیع کے سزاوار اور مستوجب نہ ہونگے۔ اور درحقیقت مالک، احمد، زہری، حماد، بخاری اور اکثر محدثین اور اکثر صحابہ وتابعین سب سے بڑھکر اس تشنیع کے حقدار ہونگے۔ تعجب ہے کہ مصنف تحفہ سستی گری سے کنارہ کشی کرکے صحابہ کی پیروی کو طاق نسیاں پر رکھکر صحابہ کے قول پر تشنیعات رکیکہ کیساتھ زبان کشائی کرتے ہیں۔

وجہ چہارم۔ یہ کہ اصحاب ظواہر یعنی محدثین اہل سنت کے مذہب کی بنا پر جو ظاہر حدیث پر عمل کرتے ہیں آب استنجا اگرچہ نجاست سے متغیر بھی ہوگیا ہو۔ تو بھی وہ پاک ہے۔ شیخ عبدالحق

AsliAhleSunnet.com

دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں "اصحاب ظواہر کا مذہب یہ ہے۔ کہ پانی کسی چیز سے بھی پلید نہیں ہوتا۔ خواہ وہ جاری ہو یا غیر جاری۔ کم ہو یا زیادہ۔ خواہ اسکا رنگ بُو اور مزہ متغیر ہو یا نہ ہو"۔ انتھی۔ اور ظاہر ہے۔ کہ یہ قول امامیہ کے قول سے شنیع تر اور قبیح تر ہے۔ کیونکہ امامیہ آب استنجا کو اس شرط پر طاہر جانتے ہیں۔ کہ وہ نجاست کی آمیزش سے متغیر نہ ہوا ہو۔ اور اگر اس میں اوصاف ثلاثہ یعنی رنگ بُو اور مزہ میں سے کوئی ایک وصف پیدا ہو جائے۔ تو وہ بلا شبہ ان کے نزدیک نجس ہے۔

7052

وجہ پنجم۔ یہ کہ فقہ حنفیہ و شافعیہ کے قاعدوں کی رُو سے بھی آب استنجا پاک ہے۔ [illegible] اسطرح پر کہ پانی سے جاری ہونیکی حالت میں نجاست کا ملنا پانی کو فاسد و نجس نہیں کرتا۔ اور اس میں کسی قسم کا شک نہیں کہ استنجا کی حالت میں نجاست پانی سے اسکے جاری ہونیکی حالت میں ملتی ہے پس اس قاعدہ کی بنا پر لازم آتا ہے کہ آب استنجا طاہر اور پاک ہو۔ فتاوائے بزازیہ میں جو محمد بن محمد کروری کی تصنیف سے ہے۔ مرقوم ہے انہ ان طاھر و نجس صبا وامتزجا فی الھواء او علی الارض او صب علی یدہ ماء قمقمۃ فامتزج بالبول قبل وصولہ الی الید فھو طاھر بلا فانہ حال الجری (دو برتن میں ایک میں پاک پانی ہے۔ دوسرے میں نجس۔ ان کا پانی گرا۔ اور دونو پانی ہوا میں باہم ملے۔ یا زمین پر آکر ملے۔ یا کسی شخص نے لوٹے کا پانی اپنے ہاتھ پر گرایا۔ اور ہاتھ تک پہنچنے سے پہلے وہ پیشاب سے مخلوط ہوا پس وہ پانی پاک ہے۔ اسلئے کہ جاری ہونیکی حالت میں پیشاب کیساتھ ملا ہے) پس اس قول کی بنا پر اگر نجاست کے ملنے سے پانی کا وزن بھی زیادہ ہو جائے۔ تو بھی اس قول کے قائلین کے نزدیک اس کی طہارت میں کوئی شک نہیں ہے۔ ظہیر الدین اسحاق بن ابو بکر ولوالجی جو فقہائے حنفیہ میں سے ہے۔ اسنے بھی اپنی کتاب میں اس مسئلہ کو درج کیا ہے رجل استنجی من قمقمۃ فلما اصاب الماء علی یدہ لا فی الماء الذی یسیل من القمقمۃ البول قبل ان یقع علی یدہ بعد ما خرج من القمقمہ فھو طاھر (ایک شخص نے لوٹے سے استنجا کیا۔ جب اس نے پانی اپنے ہاتھ پر گرایا۔ تو اس پانی میں لوٹے سے نکلنے اور ہاتھ پڑنے سے پہلے پیشاب مل گیا۔ پس وہ پانی پاک ہے) صاحبان عقل و غور پر مخفی نہیں ہے کہ یہ قاعدہ اس امر کا مقتضی ہے۔ کہ آب استنجا نجاست کیساتھ ملجانیکے سبب پانی کے زیادہ ہو جانے کے باوجود بھی پاک ہے۔ چنانچہ ولوالجی نے اس پر متنبہ ہو کر اس عبارت کے ذکر کرنیکے بعد بیان کیا ہے۔ وفیہ نظر لان ھذا یقتضی انہ اذا استنجی او یصیر الماء نجسا و ھو لیس بشئ۔ انتھی (اس میں تامل ہے۔ اسلئے کہ اس سے لازم آتا

AsliAhleSunnet.com

ہے۔ کہ استنجا کرتے وقت پانی نجس نہیں ہوتا۔ حالانکہ وہ بالکل بے اصل ہے) المختصر طہارت آب کا حکم اس قاعدہ کلیہ کی فروعیات اور جزئیات سے ہے۔ اور اس سے آب استنجا کی طہارت لازم آتی ہے۔ اور اس سے قاعدہ کلیہ میں کسی قسم کا قدح وارد نہیں ہوتا۔ اور شافعیہ قواعد بھی آب استنجا کی طہارت کے مقتضی ہیں۔ اسلئے کہ شافعیہ کے نزدیک پانی نجاست پر وارد ہونے سے نجس نہیں ہوتا اور ظاہر ہے کہ مسئلہ زیر بحث میں پانی نجاست پر وارد ہوتا ہے۔ پس لازم آتا ہے۔ کہ آب استنجا نجس نہ ہو۔ شرح جامع صغیر میں جو فقہ حنفیہ کی ایک کتاب ہے، مرقوم ہے۔ قال الشافعی اذا ورد الماء علی النجاسۃ بان صب علیھا لا ینجس لانہ یکون بمنزلۃ الماء الجاری ویدل علیہ انہ علیہ السلام حین بال الاعرابی فی المسجد امر بذنوب من ماء فصب علی ذلک الموضع فلو صار الماء نجسا لکان ھذا تکثیرا للنجاسۃ انتھی (شافعی کا قول ہے۔ کہ جب پانی نجاست پر وارد ہو اس طرح پر کہ اس پر گرایا جائے تو وہ نجس نہیں ہوتا۔ اسلئے کہ وہ پانی بہتے پانی کی مانند ہے۔ اور اس پر آنحضرت کا حکم دلالت کرتا ہے کہ جب کسی اعرابی نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔ تو آنحضرت کے حکم سے پانی کا ایک ڈول اس جگہ پر ڈالا گیا۔ پس اگر وہ پانی نجس ہو جاتا۔ تو اس فعل سے نجاست میں زیادتی ہو جاتی)

مصنف تحفہ کے والد ماجد اور شیخ کتاب مسوی میں فرماتے ہیں مالک عن یحییٰ بن سعید انہ قال دخل اعرابی المسجد فکشف عن فرجہ لیبول فصاح الناس بہ حتی علی الصوت فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اترکوہ فترکوہ فبال ثم امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بذنوب من ماء فصب علی ذلک المکان (مالک نے یحییٰ بن سعید سے روایت کی ہے وہ بیان کرتا ہے۔ کہ ایک اعرابی مسجد رسول میں داخل ہوا اور اپنی شرمگاہ کھولکر پیشاب کرنے کا ارادہ کیا۔ تب لوگوں نے پکار کر کہا۔ کہ یہ مسجد ہے۔ یہانتک کہ آوازیں بلند ہوئیں پس آنحضرت نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو پس انھوں نے چھوڑ دیا۔ اور اسنے پیشاب کر دیا۔ بعد ازاں رسول خدا صلعم نے ایک ڈول پانی منگواکر اس جگہ پر ڈلوا دیا) اس حدیث کے بیان کرنیکے بعد فرمایا ہے قلت قال الشافعی اذا اصاب الارض بول او غیرہ من النجاسۃ انما نعتہ فصب علیھا الماء حتی غلبھا طھرت والغسالۃ طاھرۃ ان لم یکن فیھا تغیر ولکنھا لا تطھر وفرق بین ورود النجاسۃ علی الماء او ورود الماء علی النجاسۃ۔ انتھی۔ (شافعی کا قول ہے، کہ جب پیشاب یا اور کوئی بہنے والی نجاست زمین پر پہنچے۔ اور اس پر اتنا پانی گرایا جائے۔ کہ اس پر غالب ہو جائے۔ وہ زمین

AsliAhleSunnet.com

پاک ہو جاتی ہے۔ اور وہ آب غسالہ پاک ہے۔ جبکہ اسمیں تغیر نہ ہو۔ لیکن وہ مطہر نہیں ہے۔ اور نجاست کے پانی پر وارد ہونے اور پانی کے نجاست پر وارد ہونے میں فرق ہے۔ غسالہ نجاسات شافعی کے نزدیک مطلقاً پاک ہے۔ چنانچہ کتاب مسوی میں اسکی تصریح موجود ہے۔ باوجودیکہ بعض اوقات اجزائے نجاست کے ملنے سے پانی میں زیادتی ہو جاتی ہے۔ اگر امامیہ آب استنجا کی طہارت کے قائل ہو جائیں جس کی احتیاج شدید اور عام تکلیف اور چیزوں سے بڑھکر ہے۔ تو اس سے کونسی قباحت لازم آسکتی ہے۔ اور اس باب میں مخصوص طور پر امامیہ کو تشنیع کرنیکی کوئی وجہ نہیں ہے۔

وجہ ششم - یہ کہ اکثر فقہائے حنفیہ کے نزدیک بھی آب استنجا اور نجاسات کے آب غسالہ کا ایک ہی حکم ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ دونوں میں خفیف نجاست ہے۔ فتاوائے حمادیہ میں مذکور ہے المستعمل علی ثلثة اوجہ مستعمل وھو نجس نجاسة خفیفة بالاتفاق کماء الاستنجاء وغسالة النجسة (مستعمل کی تین صورتیں ہیں۔ ایک مستعمل وہ ہے۔ جو بالاتفاق نجس ہے۔ اور وہ نجاست خفیفہ رکھتا ہے۔ جیسے آب استنجا اور نجس چیزوں کا غسالہ) اور نجاست خفیفہ میں حنفیہ کے نزدیک بھی بہت آسانی واقع ہوئی ہے۔ یہانتک کہ اگر چوتھائی کپڑا نجاست خفیفہ سے نجس ہو۔ تو اس کپڑے میں نماز پڑھنے کو جائز رکھتے ہیں۔ فتاوے برہنہ میں مذکور ہے۔ خفیفہ وہ ہے۔ کہ اگر لباس یا موزہ یا عضو بدن چوتھائی سے زیادہ اس (خفیفہ) سے نجس ہو جلئے۔ تو نماز اسمیں جائز نہیں ہے۔ اور اس سے کم معاف ہے اور دوسرے علماء نے بھی ایسا ہی بیان کیا ہے۔ اس بنا پر اگر امامیہ بھی آب استنجا کے معفو ہونیکے قائل ہوں تو کونسی قباحت ہے؟

وجہ ہفتم یہ کہ دوسرے مذاہب مثلاً مذاہب اربعہ میں بھی بہت سی آسانیاں و تخفیفیں وقوع میں آئی ہیں۔ منجملہ ان کے مسئلہ استنجا میں جو زیر بحث ہے۔ امامیہ سے بھی آسانی اور تسہیل واقع ہوئی ہے۔ رئیس الفقہاء ابو حنیفہ کوفی استنجا کو سنت جانتے ہیں۔ امام رازی نے تفسیر کبیر میں فرمایا ہے الاستنجاء واجب اما بالماء او بالحجارۃ وقال ابو حنیفة غیر واجب حجة الشافعی قولہ فلیستنج بثلاثة احجار وحجة ابی حنیفة انه تعالیٰ قال او جاء احد منکم من الغائط او لمستم النساء فلم تجد واماء فتیمموا اوجب عند المجی من الغائط اما الغسل او التیمم ولم یوجب غسل موضع حدث (استنجا کرنا واجب ہے۔ پانی سے کیا جائے یا پتھروں سے۔ اور ابو حنیفہ کا قول ہے۔ کہ وہ واجب نہیں شافعی نے حضرتؐ کے اس قول (فلیستنج بثلاثة) (احجار یعنی تین پتھروں سے استنجا کرو) کو حجت قرار دیا ہے۔ اور ابو حنیفہ نے قولہ تعالیٰ او جاء احد..... فتیمموا (یا تم میں سے کوئی شخص

حنفیہ نجاست خفیفہ میں آسانیاں

ابو حنیفہ کے نزدیک استنجا واجب نہیں

AsliAhleSunnet.com

پاخانہ سے آئے۔ یا تم عورتوں سے جماع کرو۔ اور پانی نہ پاؤ تو تیمم کرلو) کو حجت گردانا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پاخانہ سے آنیکے وقت غسل یا تیمم کو واجب کیا ہے۔ اور جائے حدث کے دہونیکو واجب نہیں کیا) ہدایہ میں مرقوم ہے۔ الاستنجاء سنۃ لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم واظب علیہ (استنجا کرنا سنت ہے۔ اسلئے کہ آنحضرت صلعم اس پر مداومت فرماتے تھے) محمد بن احمد طاہر ساکنی حنفی کتاب مختار الفتاوےٰ میں رقمطراز ہے الاستنجاء فی اللغۃ وھو طلب النجاء من النجاسۃ وفی الشرع عبارۃ عن ازالۃ النجاسۃ عن موضع مخصوص بالماء او بالتراب ومایقوم مقامہما وھو سنۃ عندنا وعند الشافعی فرض بناء علی ان النجاسۃ القلیلۃ عفو عندنا وعندہ لیس بعفو (استنجا کے معنی لغت میں نجاست سے نجات طلب کرنا ہے۔ اور شرع میں مقام مخصوص سے ازالہ نجاست کرنیکا نام ہے۔ خواہ پانی کیساتھ۔ یا مٹی سے یا اور کسی چیز سے جو ان کی قائم مقام ہو۔ اور وہ (استنجا) ہمارے نزدیک سنت ہے۔ اور شافعی کے نزدیک فرض ہے۔ اس بنا پر کہ نجاست قلیلہ ہمارے نزدیک معاف ہے۔ اور اسکے نزدیک معاف نہیں) شیخ شہاب الدین شعراوی جو اعاظم علمائے عامہ سے ہے۔ کتاب رحمۃ للامۃ فی اختلاف الائمہ میں رقمطراز ہے الاستنجاء واجب عند مالک والشافعی واحمد ولکن عند مالک روایۃ انہ ان صلی ولم یستنج صحت صلوتہ وقال ابوحنیفۃ وھو مستحب ولیس بواجب وھی روایۃ عن مالک قال ابوحنیفۃ فان صلی ولم یستنج صحت صلوتہ (استنجا مالک، شافعی۔ اور احمد کے نزدیک واجب ہے۔ لیکن مالک کے نزدیک ایک روایت ہے کہ اگر کوئی نماز پڑھے۔ اور استنجا نہ کیا ہو۔ تو اس کی نماز صحیح ہے۔ اور ابوحنیفہ کا قول ہے اور وہ مستحب ہے اور واجب نہیں ہے۔ اور یہ قول مالک سے بھی مروی ہے۔ اور ابوحنیفہ کا قول ہے۔ کہ اگر کوئی شخص نماز پڑھے۔ اور اس سے استنجا نہ کیا ہو۔ تو اس کی نماز صحیح ہے) نیز رئیس الفقہاء اور اس کے صاحب ابو یوسف کے نزدیک مقام استنجا کی نجاست ساقط الاعتبار ہے۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس امر کے بیان کرنیکے بعد کہ نجاست درہم کے برابر معفو ہے۔ اور اس کی مقدار اسقدر ہے۔ مذکور ہے ولا یشکل قولہ تعالیٰ وثیابک فطھر لعدم الفارق بین القلیل والکثیر لان القلیل غیر مراد منہ بالاجماع بدلیل عفو موضع الاستنجاء فتعین الکثیر وقدر الکثیر بالآثار انتہی (اور قولہ تعالیٰ وثیابک فطہر (اور اپنے کپڑوں کو پاک کر) سے کوئی اشکال پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ قلیل اور کثیر میں فرق نہیں کرتا۔ اسلئے کہ بالاجماع اس سے قلیل مراد نہیں ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے۔ کہ موضع استنجا معاف ہے۔ پس کثیر متعین ہوئی۔ اور کثیر کی مقدار آثار و اخبار میں موجود ہے

(استنجا کے بارے میں مختلف اقوال)

AsliAhleSunnet.com

مقام استنجا کی نجاست بعض فقہاء کے نزدیک اصلاً نجس نہیں

فتاوے ولوا جیہ میں اس مسئلہ میں ذکر اختلاف آراء کے بعد کہ اگر مقام استنجا کی نجاست مقدار درہم سے زیادہ ہو۔ رئیس الفقہا ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک پانی سے اس کا ازالہ کرنا فرض نہیں ہے۔ بلکہ پتھر ہی سے اس کا استعمال کرنا کافی ہے۔ اور محمدؒ کے نزدیک پتھر مجزی نہیں ہے۔ اسلئے کہ نجاست کثیرہ ہے۔ فرمایا ہے۔ وهما يقولان ان النجاسة فى موضع الاستنجاء ساقط العبرة شرعاً فصار كان لا نجاسة بدليل انه لا يكره تركها ولو كان لها عبرة يكره كما لو كانت فى غير هذا الموضع فبقيت العبرة للنجاسة التى فى غير هذا الموضع وتلك النجاسة ليست باكثر من قدر الدرهم یعنی ابو حنیفہ اور ابو یوسف فرماتے ہیں کہ مقام استنجا کی نجاست شرعاً ساقط الاعتبار ہے۔ پس گویا نجاست نہیں۔ اور عدم کے حکم میں ہے۔ انکی دلیل یہ ہے۔ کہ اس کا ترک اور فرو گذاشت کرنا مکروہ نہیں۔ اگر اس کا کچھ اعتبار ہوتا جیسا کہ مقام استنجا کے سوا اور مقامات میں ہے۔ تو اس کا ترک کرنا مکروہ ہوتا۔ پس اس نجاست کا جو مقام استنجا کے سوا اور مقامات میں ہے۔ اعتبار باقی رہا۔ اور یہ نجاست مقام استنجا جو قابل اعتبار ہے انکی مقدار درہم سے زیادہ نہیں ہے۔ اور یہ قول اصح یعنی صحیح تر ہے۔ اور فقیہ ابو اللیث نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ جیسا کہ بعض کتب فقہیہ میں مذکور ہے۔ اور اس کی عبارت یہ ہے۔ ولو اصاب موضع الاستنجاء اكثر من قدر الدرهم واستنجى بثلاثة احجار ولم يغسل ذكر الاختلاف بين المشائخ فى الفتاوى قال بعضهم لا يجوز ما لم يغسله لان النجاسة اكثر من قدر الدرهم فلا يطهر بالحجارة وقال بعضهم اذا مسحه بثلاث احجار ونقاه اجزاه وهذا القول اصح وبه اخذ الفقيه ابو الليث وفى غير موضع الاستنجاء لا يطهر الا بالغسل (اگر مقام استنجا درہم کی مقدار سے زیادہ آلودہ ہو جائے اور تین پتھر سے استنجا کیا جائے۔ اور دھویا نہ جائے۔ تو اس باب میں مشائخ کے فتاوے میں اختلاف بیان کیا گیا ہے بعض فقہاء کا قول ہے۔ جبتک اسے دھویا نہ جائے جائز نہیں۔ اسلئے کہ نجاست مقدار درہم سے زیادہ ہے پس وہ پتھروں سے پاک نہیں ہوتی۔ اور بعض کا قول یہ ہے۔ کہ جب اس مقام کو تین پتھروں سے مسح کیا جائے اور اس کو صاف کر دیا جائے۔ تو مجزی ہے اور یہ قول اصح ہے۔ اور فقیہ ابو اللیث نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ اور مقام استنجا کے سوا اور مقامات میں دھوئے بغیر طہارت حاصل نہیں ہوتی اور شرح منظومہ میں مذکور ہے قال ابو حنيفة وابو يوسف لو لطخت النجاسة ما حول السرج وهو بدن موضع الاستنجاء ليس باكثر من الدرهم يكفيه الاستنجاء بالحجر والمدر وقال محمد لا يكفيه ولهما ان الشرع اسقط اعتبار ما موضع الاستنجاء الا ترى انه لا يكره تركها ولو لا ذلك لكره بالقليل من غير موضع الاستنجاء ولو اصابه العرق فابتل به البدن والثوب فانه لا يمنع جواز

AsliAhleSunnet.com

الصلوۃ یعنی ابو حنیفہ اور ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اگر نجاست سے مقعد کے کنارے اور اطراف آلودہ ہو جائیں حالانکہ موضع استنجا کے ماسوا دیگر مقامات میں درہم کی مقدار سے زیادہ نہ ہونی چاہیئے۔ انکو پتھر اور ڈھیلے سے استنجا کرنا کافی ہے۔ اور محمد نے فرمایا ہے۔ کہ کافی نہیں۔ اور ابو حنیفہ اور ابو یوسف کی حجت یہ ہے۔ کہ شرع میں مقام استنجا کی نجاست ساقط الاعتبار اور غیر معتبر ہے۔ اگر ساقط الاعتبار نہ ہوتی تو اسکا ترک مکروہ ہوتا۔ حالانکہ اس کا ترک مکروہ نہیں ہے جیسے نجاست قلیل مقام استنجا کے سوا دیگر مقامات میں قابل اعتبار نہیں۔ اور اگر اس مقام کو پسینہ لگ جائے۔ اور اس سے بدن اور کپڑا تر ہو جائے تو وہ مانع نماز نہیں ہے۔ اور اس میں شک نہیں ہے۔ کہ عرق اجزائے براز کیساتھ مل کر اسکا وزن بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔ صاحبان عقل و خبرت جو انصاف کے زیور سے آراستہ ہیں۔ خوب جانتے ہیں کہ یہ قول امامیہ کے قول سے زیادہ تر شنیع اور قبیح ہے۔ کیونکہ اس قول کا مقتضا اور منشا یہ ہے کہ پسینہ جو مقام استنجا کے اجزاء سے مخلوط ہو گیا ہو۔ اس سے متغیر ہونے پر بھی نجس نہ ہو۔ اور امامیہ کے نزدیک آب استنجا کی نجاست کے غیر معتبر ہونے میں یہ شرط ہے۔ کہ وہ نجاست سے متغیر نہ ہو گیا ہو۔ اور یہ امر نہایت بدیہی اور واضح ہے۔ کہ عرق جو آب استنجا کی مقدار سے بدرجہا کم ہوتا ہے۔ اس کا متغیر ہونا آب استنجا سے زیادہ تر فاحش اور قبیح تر ہے لان المنفعل کلما کان اقل کان تاثیر الفاعل فیہ اشد و اقوی اسلئے کہ منفعل یعنی اثر پذیر چیز کی مقدار جتنی بھی کم ہوگی۔ فاعل کی تاثیر اسمیں اتنی ہی زیادہ سخت اور قوی ہوگی الغرض یہ قول امامیہ کے قول سے زیادہ تر فاحش ہے۔ اسلئے کہ عین گوہ کی خباثت آب استنجا سے زیادہ تر ہے۔ نیز عرق اجزائے براز سے ملکر خباثت میں آب استنجا غیر متغیر سے شدید تر اور قوی تر ہو جاتا ہے پس مقام استنجا کے گوہ اور اس سے ملوث شدہ عرق کی نجاست کا غیر معتبر ہونا اور آب استنجا کی نجاست کا غیر معتبر اور ساقط الاعتبار نہ ہونا انصاف و راستی سے بعید اور گویا مرجوح کو راجح پر ترجیح دینا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر امامیہ آب استنجا کی نجاست کو ساقط الاعتبار اور غیر معتبر جانتے ہیں۔ تو اس سے اُن پر کسی قسم کا الزام عاید نہیں ہو سکتا۔

وجہ ششم یہ کہ بعض علمائے اہل سنت مثلاً داؤد اور اسکے تابعین اس امر کے قائل ہیں کہ اگر کوئی شخص آب ایستادہ میں خواہ وہ قلیل ہو۔ یا کثیر پیشاب کر دے۔ اس شخص کو اس پانی سے وضو کرنا جائز نہیں ہے۔ اور اس کے سوا اور لوگوں کو اس پانی سے وضو کرنا درست اور جائز ہے صاحب جامع الاصول نے مسند شافعی کی شرح میں بیان کیا ہے۔ وقد ذھب داؤد الی انہ اذا بال فی الماء الراکد ولم یتغیر انہ لم ینجس لکن لا یجوز لہ ان یتوضأ منہ ویجوز لغیرہ وانہ

AsliAhleSunnet.com

اذا تغوط ولم یتغیر لم ینجس وجاز له ولغیره الوضوء عملاً بظاهر الحدیث انتہی (داؤد کا مذہب یہ ہے۔ کہ اگر کوئی شخص کھڑے پانی میں پیشاب کرے اور وہ متغیر نہ ہو تو وہ نجس نہیں ہوتا۔ لیکن اُس کو اس پانی سے وضو جائز نہیں۔ اور دوسرے شخصوں کو جائز ہے۔ لیکن جبکہ اس میں پاخانہ کر دے۔ اور وہ متغیر نہ ہو۔ تو اسکے لئے اور غیروں کیلئے اس پانی سے وضو درست ہے۔ اور یہ عمل ظاہر حدیث کیموافق ہے)

فتح الباری میں فرمایا ہے وقد اخذ داود الظاهری بظاهر الحدیث وقال النهی مختص بالبول والغائط لیس کالبول ومختص ببول نفسه وجاز لغیر البائل ان یتوضأ بما بال فیه غیره وجاز ایضاً للبائل اذا بال فی اناء ثم صبه فی الماء او بال بقرب الماء ثم جری الیه انتہی۔ یعنی داؤد ظاہری اس حدیث کے ظاہر پر نظر کر کے کہتا ہے۔ نہی بول سے مخصوص ہے۔ اور غائط بول کی مانند نہیں ہے۔ یعنی وضو اس پانی سے جس میں غائط کیا گیا ہو۔ غائط کرنیوالے اور نہ کرنیوالے دونو کیلئے جائز ہے۔ اور وضو کی ممانعت خود اپنے ہی بول سے مخصوص ہے۔ اور غیر بائل یعنی پیشاب کرنیوالے شخص کے سوا دوسرے شخصوں کیلئے اس پانی سے وضو کرنا جائز ہے۔ نیز پیشاب کرنیوالا جب کسی ظرف میں پیشاب کرے۔ اور اس کو پانی میں ڈالدے۔ اسکے لئے اس پانی سے وضو درست ہے۔ اسی طرح اگر وہ کسی پانی کے قریب پیشاب کرے۔ اور وہ پیشاب پانی کیطرف بہ کر چلا جائے۔ اس پانی سے وضو کرنا جائز ہے۔

وجہ نہم۔ یہ کہ مذہب حنفیہ کی تقریر سے معلوم ہوا۔ کہ مقام استنجا کی نجاست شرعاً ساقط الاعتبار اور عدم کے حکم میں ہے۔ یہانتک کہ اس مقام کو پاک کرنا اور استنجا کرنا واجب نہیں ہے۔ اور اگر استنجا کئے بغیر نماز پڑھ لے۔ تو اس کی نماز درست ہے۔ اور اگر پسینہ آجائے اور براز کے اجزاء جن سے اطراف مقعد لتھڑے ہوئے اور آلودہ ہیں مخلوط اور ممزوج ہو کر کپڑے اور بدن پر پہنچ جائے۔ تو بھی جواز نماز کو مانع نہیں ہے۔ یعنی اسی حالت میں نماز درست ہے۔ پس مصنف تحفہ کا یہ قول "معلوم نہیں ہے۔ کہ آب استنجا میں زیارت مقعد کی وجہ سے جو نجاسات کی کان ہے۔ کیا خوبی پیدا ہو گئی ہے؟ کہ اس پانی پر واقع ہونے سے کوئی چیز متنجس نہیں ہوتی" اپنے مذہب ظاہر سے تجاہل کرنے یا اس سے جاہل ہونیکی وجہ سے ہے۔ کیونکہ بظاہر وہ مذہب حنفیہ رکھتے ہیں۔ اگرچہ درحقیقت ان کا کوئی مذہب معین اور مقرر نہیں ہے۔

وجہ دہم۔ یہ کہ مصنف کے ظاہر مذہب کی تقریر سے۔ واضح ہوا۔ کہ مقام استنجا کے سوا دیگر مقامات کی نجاست بقدر درہم معفو ہے۔ اور اس سے زیادہ معفو نہیں۔ اور مقام استنجا

AsliAhleSunnet.com

میں اگرچہ مقام استنجا کی نجاست سے شامل ہو کر مقدار درہم سے زیادہ بھی ساقط الاعتبار اور غیر معتبر ہے۔ ہدایہ میں ہے۔ عن محمد انہ لما دخل الری ورائ البلوی فی الارواث افتی بان الکثیر الفاحش لا یمنع الصلوٰۃ فقاموا علیہ طاعنین بخاری (محمدؒ سے روایت ہے۔ کہ جب وہ ملک رے میں داخل ہوا۔ اور دیکھا کہ وہاں گندگیاں بکثرت ہیں۔ تو فتوٰے دیا کہ کثیر الفاحش نماز کو منع نہیں کرتا۔ اس پر لوگ معترض ہوئے (بخاری) اور فاضل مذکور کے والد ماجد اور شیخ نے بھی کتاب مسّوے میں اس عبارت کو ہدایہ سے نقل کیا ہے۔ پس مجادل کو یہ حق حاصل ہے کہ جناب مخدوم و مکرم کی زبان حال سے جیسا کہ آنجناب نے افادہ فرمایا۔ لفظ بلفظ یوں کہے۔ کہ یہ حکم صریحاً قواعد شریعت کے برخلاف ہے۔ خدا فرماتا ہے ویحرم علیکم الخبائث (اور وہ تم پر خبائث کو حرام کرتا ہے) زیادہ تر عجیب بات یہ ہے کہ مذہب حنفیہ یہ ہے۔ کہ جب مقام استنجا کے سوا اور مقامات کی نجاست مقدار درہم سے زیادہ ہو جائے۔ تو پانی سے اسکا دھونا لازم ہے لیکن معلوم نہیں کہ مقام استنجا کی نجاست میں زیارت مقعد کیوجہ سے جو نجاسات کی کان ہے کیا خوبی پیدا ہو گئی ہے۔ کہ ہرگز پانی سے اسکا ازالہ کرنا متعین نہیں ہوتا۔ اور اس مسئلہ سے اور دوسرے مسائل سے جو عنقریب مذکور ہونگے۔ صریحاً معلوم ہوتا ہے۔ کہ آدمی کا گوہ ان لوگوں کے نزدیک وہی حکم رکھتا ہے۔ جو ہندوؤں کے نزدیک گائے کے گوبر کا حکم ہے لیکن پھر بھی خدا کا شکر ہے۔ کہ الاسلام یعلو ولا یعلی (اسلام غالب ہے۔ اور مغلوب نہیں ہوتا) آدمی اور گائے میں بڑا فرق ہے۔ اگر کوئی جاہل شخص اس مسئلہ کا منکر ہو۔ تو یہ کتب معتبرہ موجود ہیں۔ کہ مقام استنجا میں جبکہ نجاست مقدار درہم سے زیادہ ہو۔ طہارت کا عدم لزوم یعنی لازم نہ ہونا تحریر فرمایا ہے۔ بلکہ جواز نماز کو استنجا کے بغیر اور اس کا ازالہ کرنیکے بدون ہی خواہ وہ پانی سے کیا جائے۔ یا پانی کے سوا اور چیزوں سے اجماعیات فرقہ سے مرقوم فرمایا ہے۔

وجہ یازدہم۔ یہ کہ یہ مسئلہ جیسا کہ تم کو معلوم ہے۔ امام مالک کیموافق اور اکثر صحابہ و تابعین اور محدثین اہل سنت کے اقوال کے مطابق فقہ حنفیہ کے قواعد سے استنباط کیا گیا ہے اور حنفیہ کا قول اس مسئلہ میں اس قول سے زیادہ تر فاحش ہے۔ پس اس مسئلہ کو اس باب میں درج کرنا محض لغو اور عبث ہے۔

قول مصنف تحفہ منجملہ ان کے خمر یعنی شراب کا طاہر ہونا ہے نص علیہ ابن بابویہ والجعفی وابن عقیل (اس پر ابن بابویہ جعفی

اعتراض مصنف کا افتراء محض ہے

صفحہ ۳۴۶

اور ابن عقیل نے نقل کیا ہے) اور یہ حکم آیہ شریفہ کے صریحاً خلاف ہے۔ خدا فرماتا ہے انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان (سوا اسکے نہیں ہے۔ کہ شراب) قمار، انصاب اور ازلام رجس عمل شیطان سے ہیں) اور رجس نجاست کو کہتے ہیں) چنانچہ خنزیر (سوئر) کے حق میں فرمایا ہے فانہ رجس (بیشک وہ رجس ہے) نیز یہ مسئلہ روایات آئمہ کیخلاف ہے۔ جو کتب شیعہ میں موجود ہیں۔ کما رواہ صاحب قرب الاسناد وصاحب کتاب المسائل وروی ابو جعفر الطوسی عن ابی عبد اللہ علیہ السلام انہ قال لا تصل فی الثوب قد اصابہ الخمر انتھی (جس کپڑے میں شراب لگی ہو۔ نماز نہ پڑھو)

جواب باصواب

جمہور علمائے امامیہ شراب کی نجاست کے قائل ہیں بلکہ سید مرتضیٰ اور شیخ ابو جعفر طوسی نے اسکی نجاست پر اجماع کو نقل فرمایا ہے۔ اور شیخ طوسی نے کتاب تہذیب میں اسی آیہ کریمہ (انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان یعنی بدرستیکہ خمر و قمار اور بت کہ جو پرستش کیلئے قائم کئے ہیں اور تیر ہائے فال سوا اس کے نہیں ہیں کہ ناپاک عمل شیطان سے ہیں پس تم اس سے پرہیز کرو یعنی اسکو ترک کرو) خمر یعنی شراب کی نجاست پر دو وجہوں سے استدلال کیا ہے۔ ایک یہ کہ لفظ رجس اس مقام میں نجس کے معنی میں ہے۔ جبکہ اسکی نجاست ثابت ہو گئی۔ تو اس کا ازالہ کرنا بھی واجب ہو گیا۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے اجتناب اور پرہیز کرنیکا حکم دیا ہے۔ اور اجتناب کا حکم اس امر کا مقتضی ہے۔ کہ اسکی تمام اقسام سے اور عموم حالات اور جمیع اوقات میں اس سے بنا عد اور دوری واجب ہے۔ سوا ان صورتوں کے جن کا دلیل سے اس حکم سے خارج ہونا ثابت ہو گیا ہو۔ پس اس کا ازالہ واجب ہے۔ اور احادیث کثیرہ اس کی نجاست پر دلالت کرتی ہیں لیکن چونکہ اکثر خلفائے بنی امیہ و بنی عباس شراب پینے کے بہت ہی حریص اور لالچی تھے۔ یہانتک کہ ولید بن یزید بن عبد الملک جو بنی امیہ میں سے ایک خلیفہ تھا۔ جب بیت اللہ الحرام کی زیارت سے مشرف ہوا۔ تو خانہ کعبہ کی چھت پر مجلس شراب آراستہ کرکے بادہ خواری میں مشغول ہوا۔ چنانچہ کتب سیر و تواریخ اسپر شاہد اور ناطق ہیں۔ اور ان خلفائے کے ہمعصر علماء نے ان کی جانبداری اور پاس خاطر کے سبب اس کے طاہر ہونیکا فتویٰ دیا تھا۔ اکثر شیعہ خلفائے امویہ و عباسیہ اور ان کے امراء اور ملازموں کیساتھ معاشرت کرتے تھے۔ اور ان کی مجالس اور محافل میں حاضر ہوتے تھے۔ اگرچہ شیعہ شرابخواری کی مرتکب نہ ہوتے تھے۔ لیکن شراب ان کے کپڑوں اور لباسوں میں ضرور لگجاتی تھی نیز بادہ خوار

AsliAhleSunnet.com

شراب ان کے کپڑوں پر ڈال دیتے تھے۔ اگر یہ لوگ پرہیز کرتے اور اپنے آپ کو بچاتے تھے تو شراب زیادہ تر گراتے تھے جیسا کہ اس زمانہ میں بھی شراب خواری کے وقت تمام لوگوں میں یہی دستور اور روش برابر جاری ہے اور انکی مجالس کی حاضری کی حالت میں اوقات نماز پر ادائے نماز اور اقامت جماعت کی ضرورت ہوتی تھی۔ اس لئے اس زمانہ کی حالت کے موافق مجبوراً یہ اجازت دیگئی تھی۔ کہ اس ضرورت کے وقت وران مجالس کی حاضری کی حالت میں اسی لباس میں نماز پڑھ لیا کریں۔ یعنی ایسے وقتوں میں انہی کپڑوں کیساتھ نماز ادا کر لیا کریں۔ چنانچہ مثل مشہور ہے۔ فان الضرورات تبیح المحظورات۔ (ضرورتوں کے وقت حرام اشیا بھی مباح و حلال ہو جاتی ہیں) اس قاعدہ کی بنا پر ابن بابویہ علیہ الرحمہ نے کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں فرمایا ہے۔ لاباس فی ثوب اصابہ الخمر یعنی جس کپڑے میں شراب لگی ہوئی ہو۔ یا اس پر شراب گرائی گئی ہو۔ اس میں نماز پڑھنے کا کوئی ڈر نہیں۔ اور حق یہ ہے کہ یہ کلام شراب کی طہارت پر دلالت نہیں کرتا۔ چنانچہ شیخ بہاء الدین محمد عاملی قدس اللہ سرہ العزیز نے کتاب مشرق الشمسین میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔ بلکہ ابن بابویہ شراب کو اس خون کی طرح جو درہم بغلی سے کم ہو نجس معفو جانتے ہیں۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ابن بابویہ فرماتے ہیں۔ کہ اگر شراب کنوئیں میں گر جائے تو اس کنوئیں کا تمام پانی نکالنا ضروری ہے۔ اور نکالنے سے پہلے وضو غسل اور ازالہ نجاست اس کنوئیں کے پانی سے جائز نہیں ہے۔ پس آنجناب کا یہ حکم صریحاً اس امر کی دلیل ہے۔ کہ وہ اس بات کے قائل ہیں۔ کہ شراب نجس معفو ہے۔ کہ ضرورت کے موقع پر نماز اس لباس سے پڑھ سکتے ہیں جسمیں شراب لگ گئی ہو۔ یا اس پر گرا دی گئی ہو۔ جب یہ مقدمہ معلوم ہو گیا۔ تو اب جاننا چاہئے کہ فاضل مصنف نے جو اس مقام میں افادہ فرمایا ہے۔ اسکی وجہ صرف یہی ہے۔ کہ جناب مذکور نے ابن بابویہ اور ان کے امثال واقران کے کلام میں غور و تامل سے کام نہیں لیا۔ اور ان کے مطالب و مقاصد کو نہیں سمجھا۔ اور جس کپڑے میں شراب لگی ہو۔ اسکی نجاست کے معفو ہونے اور ضرورت کیوقت اس کپڑے میں نماز پڑھنے کا حکم ثقلین کے منافی اور مخالف نہیں ہے کیونکہ ضرورت کا وقت احکام شرعیہ سے مستثنےٰ ہے۔ پس اس تقریر سے ثقلین کی مخالفت کا توہم جو مصنف کو پیدا ہوا تھا۔ رفع دفع ہو گیا۔ حالانکہ اہل سنت کے بعض علماء بھی شراب کی طہارت کے قائل ہوئے ہیں۔ شیخ عبد الوہاب شعراوی کتاب رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمہ میں فرماتے ہیں۔ اجمع الائمۃ علی نجاسۃ الخمر الا ما حکی عن داؤد انہ قال بطہارتہا مع تحریمہا۔ تمام آئمہ نے شراب کی نجاست پر اجماع کیا ہے۔ داؤد کے سوا۔ کہ اس سے روایت کی گئی ہے۔ کہ وہ شراب کی تحریم کے باوجود

AsliAhleSunnet.com

اس کی طہارت کا قائل ہے) پس اس مسئلہ کو اس باب میں جو خصائص امامیہ کے بیان کیلئے مقرر کیا گیا ہے، ذکر کرنا بالکل عبث اور محض لغو ہے۔

قول مصنف تحفہ منجملہ ان احکام کے ایک حکم طہارت مذی کا ہے، اور وہ حدیث صحیح اور متفق علیہ کیخلاف ہے روی الراوندی عن موسیٰ بن جعفر عن آبائہ عن علی علیہ السلام انہ قال سالت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن المذی فقال یغسل طرف ذکرہ (راوندی نے موسیٰ بن جعفر سے اپنے آباء سے علی علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ کہ آنجناب ع نے فرمایا کہ میں نے رسولخدا صلعم سے مذی کی بابت دریافت کیا۔ فرمایا اپنے آلہ تناسل کے سرے کو دھوڈالیں) اور ابو جعفر طوسی نے بھی نجاست مذی کے بارے میں روایات صریحہ نقل کی ہیں لیکن فتوے اور عمل ان روایات پر نہیں ہے۔ اور منجملہ ان احکام کے ایک حکم یہ ہے۔ کہ مذی کے خارج ہونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ حالانکہ آئمہ سے اس حکم کیخلاف روایت کرتے ہیں روی الطوسی عن یعقوب بن یقطین عن ابی الحسن انہ قال المذی منہ الوضوء وروی الراوندی عن علی قلت لابی ذر سل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ عن المذی فسالہ فقال یتوضؤ وضوہ للصلوٰۃ (طوسی نے یعقوب بن یقطین سے اور اس نے ابو الحسن ع سے روایت کی ہے۔ کہ فرمایا۔ مذی کے سبب وضو کیا جائے اور راوندی نے علی ع سے روایت کی ہے۔ کہ میں نے ابوذر رض سے کہا کہ پیغمبر صلعم سے مذی کی بابت سوال کر آپنے آنحضرت ص سے دریافت کیا۔ آنحضرت ص نے فرمایا۔ وضو نماز کی طرح وضو کیا جائے) ۔ اور منجملہ ان احکام کے ایک حکم یہ ہے۔ کہ ودی کے طاہر ہونیکا حکم دیتے ہیں۔ حالانکہ بلاشبہ وہ غلیظ اور گاڑھا پیشاب ہے۔ اور پیشاب شرائع ثلاثہ کے اجماع سے نجس ہے۔ بلکہ دیگر ادیان باطلہ کا بھی اس کی نجاست پر اجماع ہے۔ اور منجملہ ان کے ایک یہ ہے۔ کہ حکم کرتے ہیں۔ کہ ودی سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ حالانکہ یہ حکم روایت آئمہ کے برخلاف ہے روی الراوندی عن علی مرفوعاً الودی منہ الوضوء وروی غیرہ عن عبداللہ مثل ذلک۔ انتہی۔

جواب باصواب مذی ایک لیس دار پانی ہے جو عورتوں کیساتھ ملاعبت کرنے سے نکلتا ہے۔ اور ودی ایک غلیظ پانی ہے۔ جو پیشاب کر نیکے بعد خارج ہوتا ہے۔ اور علمائے امامیہ میں سے ابن جنید رح ان دونو پانیوں کے خارج ہونے کو ناقض وضو اور اعادہ وضو کو واجب جانتا ہے۔ چنانچہ شیخ ابن خاتون نے جامع عباسی کے حاشیہ میں اس سے نقل کیا ہے۔ اور صاحب مدارک نے فرمایا ہے۔ کہ ابن جنید نے مذی کے مفہوم میں

صفحہ ۹۱

AsliAhleSunnet.com

شہوت کیساتھ اسکے خروج اور جریان کو معتبر سمجھا ہے۔ اس شرط پر مذی کو ناقض وضو شمار کیا ہے چونکہ ان رطوبات کی نجاست اور ان کا ناقض وضو ہونا دلائل شرعیہ سے ثابت نہیں ہوا بلکہ اسکے خلاف ثابت ہوا ہے اسلئے جمہور علمائے امامیہ ان رطوبات کی طہارت اور ناقض وضو نہ ہونیکے قائل ہوئے ہیں۔ اس قول کی تائید میں احادیث کثیرہ متعدد طریقوں سے آئمہ اہل بیت علیہم السلام سے وارد ہوئی ہیں۔ ان سب کا یہاں پر ذکر کرنا باعث تطویل ہے۔ شائقین کتب احادیث میں تفصیلاً ملاحظہ فرماسکتے ہیں منجملہ انکے شیخ ابو جعفر طوسیؒ نے کتاب تہذیب میں اسناد خود حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے انه قال ان سال من ذکرك شیئ من مذی او ودی فلا تغسله ولا تقطع له الصلوٰة ولا تنقض له الوضوء انما ذلك بمنزلة النخامة ع (فرمایا۔ اگر تیرے آلۂ تناسل سے کچھ مذی یا ودی نکلے۔ تو اس کو مت دھو۔ اور اسکے لئے نماز کو قطع نہ کر اور اسکے لئے وضو کو نہ توڑ کیونکہ یہ مثل بلغم کے ہے جو گلے سے نکلتا ہے) لیکن چونکہ بعض روایات ایسی وارد ہوئی ہیں جن میں ان رطوبات کے نکلنے پر وضو بجا لانیکا حکم ہے۔ اسلئے جمع روایات کی غرض سے وضو کو ان رطوبات کے بعد مستحب شمار کیا ہے جیساکہ کتب فقہ میں مرقوم ہے۔ نیز اصول فقہ کے قواعد بھی اس امر کے مقتضی ہیں۔ کہ ان رطوبات کی عدم نجاست کا حکم دیا جائے۔ اور اس باب میں تخفیف کی جائے۔ اسلئے کہ پیشاب کے خارج ہونیکی حرکت جیساکہ اپنے مقامات میں بیان کیا گیا ہے طبیعی حیوانی ہے۔ جس کو حرکت تسخیریہ کہتے ہیں۔ اور اس کے تقدیم و تاخیر اور روکنے اور جاری کرنے میں فی الجملہ ارادے کو بھی دخل ہے۔ برخلاف اس کے مذی اور ودی محض طبیعی ہے۔ اور اکثر اوقات یہ رطوبات قدرے قلیل حالت صحت میں بھی بلا ارادہ خارج ہو جایا کرتی ہیں۔ اور اس کا احساس بہت ہی کم ہوتا ہے اسلئے ان سے بچنا اور پرہیز کرنا نہایت دشوار اور سخت مشکل ہے۔ برخلاف پیشاب کے کہ اس سے اجتناب کرنا نہایت سہل اور آسان ہے۔ پس قاعدۂ اصول کیموافق کہ المشقة موجبة للیسر (مشقت اور محنت آسانی کا موجب و باعث ہوتی ہے) اس باب میں تخفیف واقع ہوئی ہے۔ اور ان رطوبتوں کو نجس اور ناقض وضو قرار نہیں دیا۔ تاکہ حرج اور تنگی لازم نہ آئے۔ اور چونکہ ان رطوبات کے نکلنے سے بعض نواقض وضو کی مخالطت (ملاپ) کے توہم کا دغدغہ اور گمان پیدا ہوتا ہے۔ جو سبیلین (دو راہوں سے خارج ہوتے ہیں) اسلئے ان رطوبات کے نکلنے پر استحباب وضو کا حکم دیا گیا ہے۔ جب یہ مقدمہ معلوم ہو چکا۔ تو اب جاننا چاہیئے۔ کہ فاضل

ع نخامۃ بالضم بلغم جو گلے سے نکلتا ہے ۱۲

AsliAhleSunnet.com

مصنف کا کلام جو اس مقام میں وارد ہوا ہے۔ موجودہ ذیل مردود اور باطل ہے۔

وجہ اوّل۔ یہ کہ ان رطوبات کی طہارت کا حکم بالکل ایسا ہی ہے۔ جیسے انسان اور دیگر حیوانات کی منی کی طہارت کا حکم کتے اور سور کے سوا (کہ وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں) کہ شافعی اسکا قائل ہے۔ اور جیسے انسان کی منی کا حکم احمد حنبل۔ اسحاق اور داؤد کے نزدیک۔ کتاب رحمۃ للامۃ فی اختلاف لائمہ میں فرماتے ہیں۔ والاصح من مذہب الشافعی ان المنی طاهر الا من الکلب والخنزیر والاصح من مذہب احمد انہ طاهر من الآدمی (شافعی کا صحیح تر مذہب یہ ہے۔ کہ کتے اور سور کے سوا سب کی منی پاک و طاہر ہے۔ اور احمد کا صحیح تر مذہب یہ ہے۔ کہ آدمی کی منی پاک ہے) اور فتح الباری سے طہارت منی کے باب میں مذہب احمد کی مماثلت مذہب شافعی سے مطلقاً معلوم و مفہوم ہوتی ہے۔ اور اس کی عبارت یہ ہے ثم قال فذہب ذاهبون الی ان المنی طاهر وانہ لم یفسد الماء ان وقع فیہ واحتجوا فی ذلک بهذہ الآثار وارادا بهؤلاء الذاهبون الشافعی واحمد واسحاق وداؤد (پھر کہا کہ بعض کا مذہب یہ ہے۔ کہ منی طاہر ہے اور اگر وہ پانی میں گر جائے۔ تو پانی کو فاسد اور نجس نہیں کرتی۔ اور انھوں نے اس باب میں انہی آثار سے احتجاج کیا ہے۔ اور بعض مذہب والوں سے شافعی احمد اور داؤد مراد لی ہے)

وجہ دوم یہ کہ حدیث شریف نبوی علی قائلہ والہ الف الف تحیۃ وسلام میں سر عضو تناسل کے دھونے سے نجاست مذی پر استدلال وارد ہوا ہے۔ اور مصنف کو جو امامیہ کے قول کا اس حدیث کے مخالف ہونیکا وہم پیدا ہوا ہے۔ وہ مدفوع اور باطل ہے۔ اسلئے کہ اس حدیث کی صحت و ثبوت اور اس کا محفوظ ہونا امامیہ کے نزدیک مسلم نہیں ہے۔ اور بالفرض اگر اس کو صحیح اور درست مان لیا جائے۔ تو اس حدیث میں جو مذی کے لگنے سے عضو تناسل کے سرے کو دھونیکا حکم دیا گیا ہے۔ تو اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ مذی نجس ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ مذی طاہر ہو جیسا کہ امامیہ کا مذہب ہے۔ اور اسکے لگنے سے عضو تناسل کے سرے کو دھونیکا حکم تعبدی ہو۔ چنانچہ کتا مالک کے نزدیک پاک و طاہر ہے۔ اور اسکے چاٹنے سے ظرف کو دھونیکا حکم تعبدی ہے۔ کتاب رحمۃ للامۃ فی اختلاف لائمہ میں احکام کلب کے ضمن میں فرماتے ہیں قال مالک وھو طاهر لا ینجس ما ولغ فیہ لکن یغسل الاناء تعبداً (مالک کا قول یہ ہے کہ کتا پاک ہے جس چیز میں کتا منھ ڈالے وہ نجس نہیں ہوتی۔ لیکن ظرف کو تعبدی طور پر دھویا جاتا ہے یعنی اسلئے کہ شرعاً دھونیکا حکم ہے۔ دھویا جاتا ہے۔ ورنہ پاک ہے) اور ولوغ کلب کے بارے میں بخاری

کا مذہب بھی یہی ہے۔ جامع صحیح میں فرمایا ہے قال الزہری اذا ولغ الکلب فی اناء ولیس لہ وضوء غیرہ یتوضاء بہ وقال السفیان ھذا الفقہ بعینہ لقولہ تعالیٰ اذا لم تجد وا ماء فتیمموا وھذا ماء وفی النفس منہ شیء یتوضاء بہ وتیمم (زہری کا قول ہے۔ کہ جب کتا کسی برتن میں پانی پی لے۔ اور اسکے سوا اور پانی وضو کرنیکے لیے موجود نہ ہو۔ تو اُسی پانی سے جو کتے سے بچا ہوا موجود ہے وضو کرلے۔ اور سفیان کہتا ہے۔ یہ فقہ بعینہ قول حق تعالیٰ کیموافق ہے۔ کہ خدا فرماتا ہے۔ اذا لم...... فتیمموا" کہ جب تم کو پانی نہ ملے تو تیمم کرلو" اور یہ پانی موجود ہے۔ اور دل میں اس سے کچھ شبہ ہے تو اس پانی سے وضو بھی کرے۔ اور تیمم بھی کرے۔ شارحین بیان کرتے ہیں۔ کہ بخاری کی غرض یہ ہے۔ کہ اس باب میں مالک کی تائید کیجائے۔ کہ کتا نجس نہیں ہے۔ اور شارع علیہ السلام نے جو حکم دیا ہے۔ کہ کتے کے منہ ڈالنے اور پانی پینے سے برتن کو سات دفعہ دھوئیں۔ اور اس پانی کو گرادیں۔ یہ حکم تعبدی ہے۔ اسی طرح ہم بھی کہتے ہیں۔ کہ حدیث شریف جس کو مصنف نے استدلال میں پیش کیا ہے۔ وجوب پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ ممکن ہے کہ غسل (دھونا) کا حکم استحباب ونظافت (صاف کرنے) کے طور پر دیا گیا ہو۔ جیسا کہ شافعی نے منی کے باب میں ذکر کیا ہے پس استدلال تمام اور کامل نہیں ہوتا محقق شریف شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں۔ مذہب الشافعی ان المنی طاھر وعند اصحاب الرای نجس یغسل رطبہ و یفرک یابسہ ومن قال بالطہارۃ قال حدیث الغسل لا یخالف حدیث الفرک وھو علی سبیل الاستحباب والنظافۃ والحدیثان اذا امکن استعمالھما لم یجز حملھما علی التناقض انتھٰی۔ یعنی مذہب شافعی یہ ہے۔ کہ منی پاک ہے۔ اور اصحاب رائے کے نزدیک نجس ہے۔ تر حالتمیں دھوئی جاتی ہے۔ اور خشک حالتمیں ملی اور کھرچی جاتی ہے۔ اور جو لوگ طہارت کے قائل ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ غسل (دھونا) کی حدیث فرک (ملنا دلنا) کی حدیث کی مخالف اور منافی نہیں ہے۔ اور دھونا استحباب ونظافت (صفائی) کی رو سے ہے۔ اور جبکہ دونو حدیثوں پر عمل کرنا ممکن ہو۔ تو انکو تناقض اور تخالف پر حمل کرنا اور انکو ایک دوسری کی مخالف سمجھنا جائز نہیں ہے۔ المختصر امامیہ بھی مذی کے بارے میں یہی کہتے ہیں۔ کہ غسل (دھونا) استحباب ونظافت پر محمول ہے۔ اور اس طرح کرنیسے احادیث مختلفہ کے دونوں طریقوں پر عمل ہو جاتا ہے۔ اور جبکہ دونو حدیثوں پر عمل کرنا ممکن ہو۔ تو ان کو تناقض پر محمول کرنا جائز نہیں ہے۔ پس امامیہ پر کسی قسم کی شناعت اور قباحت لازم نہیں آتی۔ حالانکہ احمد حنبل بھی ایک روایت کی بنا پر طہارت

AsliAhleSunnet.com

مذی کا قائل ہے۔ چنانچہ کتاب متفق و مفترق فی فقہ الائمۃ الاربعۃ معروف بہ افصاح فی الخلاف تالیف وزیر ابو المظفر یحییٰ بن سعید شیبانی بغدادی حنبلی معروف بہ ابن ہبیرہ پر اس کی تصریح موجود ہے اختلفوا فی منی الآدمی وقال الشافعی ھو طاھر رطباً و یابساً وقال احمد فی احدی روایتیہ انہ طاھر رطباً کمذھب الشافعی واجمعوا علی نجاسۃ المذی روی عن احمد فی بعض الروایات کالمنی سواء (آدمی کی منی کے باب میں آئمہ نے اختلاف کیا ہے۔ اور شافعی کا قول ہے کہ وہ تر اور خشک دونوں حالتیں پاک ہے۔ اور احمد کا قول ایک روایت میں یہ ہے کہ وہ تر حالتیں پاک ہے جیسا کہ شافعی کا مذہب ہے۔ اور مذی کے نجس ہونے پر سب کا اجماع ہے۔ اور بعض روایات میں احمد سے مروی ہے۔ کہ وہ بالکل منی کی طرح ہے۔ (یعنی پاک ہے)۔

وجہ سوم یہ کہ ان احادیث سے جن کا ظاہر خروج مذی کی حالت میں وضو کرنے پر دلالت کرتا ہے۔ مذی کے ناقض وضو ہونے پر استدلال کرنا ساقط اور باطل ہے۔ اسلئے کہ یہ احتمال ہو سکتا ہے۔ کہ ان احادیث میں وضو کا حکم استحباب کے طور پر ہے۔ اور جب احتمال پیدا ہو جائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔ اور حملہ المذی منہ الوضو کو جو علی بن یقطین کی روایت میں موجود ہے۔ شیخ ابو جعفر طوسی علیہ الرحمہ نے تعجب پر محمول کیا ہے۔ یعنی چونکہ مذی کے خارج ہونیکی حالت میں وضو کا لازم نہ ہونا نہایت واضح اور ظاہر ہے۔ اسلئے گویا یہ کلام بطریق تعجب ارشاد ہوا ہے اور تعجب پر محمول کرنیکی موئید وہ روایت ہے۔ جو فتح الباری میں مسند احمد سے مروی ہے۔ من حدیث ھانی بن ھانی عن علی فامرت المقداد فسال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فضحک فقال فیہ الوضوء (ہانی بن ہانی نے علیؓ سے روایت کی ہے۔ کہ میں نے مقداد کو حکم دیا۔ اور اس نے آنحضرت صلعم سے پوچھا۔ پس آنحضرت نے ہنسکر فرمایا۔ اس میں وضو ہے) کیونکہ ظاہر ہے۔ کہ ہنسی تعجب سے پیدا ہوتی ہے۔ پس اس مقام میں ہنسنا اس حمل کا قرینہ ہو سکتا ہے۔

وجہ چہارم یہ کہ امام مالک بھی خروج مذی کیحالتیں وضو کے عدم انتقاض یعنی وضو نہ ٹوٹنے کا قائل ہے۔ پس اس مخصوص قول میں خاصکر امامیہ کو تشنیع کرنا بالکل بیوجہ اور تخصیص بلا مخصص میں داخل ہے۔ فقہ کے قاعدہ مقررہ کیموافق جو متن ہدایہ میں ہے ما لیس بحدث لا لیس بناقض لیس بنجس (جو چیز کہ حدث نہیں ہے۔ یعنی ناقض وضو نہیں ہے۔ وہ نجس نہیں ہے) لازم آتا ہے۔ کہ مالک کے نزدیک مذی بھی نجس نہ ہو۔ فتامل۔

وجہ پنجم یہ کہ آنجناب نے مذی کی نجاست پر استدلال فرماتے ہوئے ضمناً ارشاد فرمایا۔

AsliAhleSunnet.com

کا مذہب بھی یہی ہے۔ جامع صحیح میں فرمایا ہے قال الزہری اذا ولغ الکلب فی اناء ولیس لہ وضوء
غیرہ یتوضاء بہ وقال السفیان ھذا الفقہ بعینہ لقولہ تعالیٰ اذا لم تجدوا ماءً فتیمموا وھذا
ماءً وفی النفس منہ شیٔ یتوضاء بہ ویتیمم (زہری کا قول ہے۔ کہ جب کتا کسی برتن میں پانی
پی لے۔ اور اسکے سوا اور پانی وضو کرنیکے لیے موجود نہ ہو۔ تو اُسی پانی سے جو کتے سے بچا ہوا موجود
ہے وضو کرلے۔ اور سفیان کہتا ہے۔ یہ فقہ بعینہٖ قول حق تعالیٰ کیموافق ہے۔ کہ خدا فرماتا ہے۔
اذا لم ...... فتیمموا۔ "کہ جب تم کو پانی نہ ملے تو تیمم کرلو"۔ اور یہ پانی موجود ہے۔ اور دل
میں اس سے کچھ شبہ ہے تو اس پانی سے وضو بھی کرے۔ اور تیمم بھی کرے۔ شارحین بیان کرتے
ہیں۔ کہ بخاری کی غرض یہ ہے۔ کہ اس باب میں مالک کی تائید کیجائے۔ کہ کتا نجس نہیں ہے۔
اور شارع علیہ السلام نے جو حکم دیا ہے۔ کہ کتے کے منہ ڈالنے اور پانی پینے سے برتن کو سات دفعہ
دھوئیں۔ اور اس پانی کو گرادیں۔ یہ حکم تعبدی ہے۔ اسی طرح ہم بھی کہتے ہیں۔ کہ حدیث شریف
جس کو مصنف نے استدلال میں پیش کیا ہے۔ وجوب پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ ممکن ہے کہ غسل
(دھونا) کا حکم استحباب و نظافت (صاف کرنے) کے طور پر دیا گیا ہو۔ جیسا کہ شافعی نے منی
کے باب میں ذکر کیا ہے۔ پس استدلال تمام اور کامل نہیں ہوتا محقق شریف شرح مشکوٰۃ میں
فرماتے ہیں۔ مذھب الشافعی ان المنی طاھر وعند اصحاب الرای نجس یغسل رطبہ و
یفرک یابسہ ومن قال بالطہارۃ قال حدیث الغسل لایخالف حدیث الفرک وھو
علی سبیل الاستحباب والنظافۃ والحدیثان اذا امکن استعمالھما لم یجز حملھما علی التناقض
التنافی۔ یعنی مذہب شافعی یہ ہے۔ کہ منی پاک ہے۔ اور اصحاب رائے کے نزدیک نجس ہے۔ تر حالتمیں
دھوئی جاتی ہے۔ اور خشک حالتمیں ملی اور کھرچی جاتی ہے۔ اور جو لوگ طہارت کے قائل
ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ غسل (دھونا) کی حدیث فرک (ملنا دلنا) کی حدیث کی مخالف و منافی
نہیں ہے۔ اور دھونا استحباب و نظافت (صفائی) کی رو سے ہے۔ اور جبکہ دو نو حدیثوں پر
عمل کرنا ممکن ہو۔ تو انکو تناقض اور تخالف پر حمل کرنا اور انکو ایک دوسری کی مخالف سمجھنا جائز
نہیں ہے۔ المختصر امامیہ بھی مذی کے بارے میں یہی کہتے ہیں۔ کہ غسل (دھونا) استحباب و نظافت
پر محمول ہے۔ اور اس طرح کرنیسے احادیث مختلفہ کے دونوں طریقوں پر عمل ہو جاتا ہے۔ اور
جبکہ دو نو حدیثوں پر عمل کرنا ممکن ہو۔ تو ان کو تناقض پر محمول کرنا جائز نہیں ہے۔ پس امامیہ
پر کسی قسم کی شناعت و قباحت لازم نہیں آتی۔ حالانکہ احمد حنبل بھی ایک روایت کی بنا پر طہارت

AsliAhleSunnet.com

مذی کا قائل ہے چنانچہ کتاب متفق ومفترق فی فقہ الائمۃ الاربعۃ معروف بہ افصاح فی الخلاف تالیف وزیر ابو المظفر یحییٰ بن سعید شیبانی بغدادی حنبلی معروف بہ ابن ہبیرہ میں اس کی تصریح موجود ہے اختلفوا فی منی الآدمی وقال الشافعی ھو طاھر رطباً و یابساً وقال احمد فی احدی روایتیہ انہ طاھر رطباً کمذھب الشافعی واجمعوا علی نجاسۃ المذی روی عن احمد فی بعض الروایات کالمنی سواء (آدمی کی منی کے باب میں آئمہ نے اختلاف کیا ہے۔ اور شافعی کا قول ہے کہ وہ تر اور خشک دونو حالتیں پاک ہے۔ اور احمد کا قول ایک روایت میں یہ ہے کہ وہ تر حالتیں پاک ہے جیسا کہ شافعی کا مذہب ہے۔ اور مذی کے نجس ہونے پر سب کا اجماع ہے۔ اور بعض روایات میں احمد سے مروی ہے۔ کہ وہ بالکل منی کی طرح ہے۔ (یعنی پاک ہے)۔

وجہ سوم یہ کہ ان احادیث سے جن کا ظاہر خروج مذی کی حالت میں وضو کرنے پر دلالت کرتا ہے۔ مذی کے ناقض وضو ہونے پر استدلال کرنا ساقط اور باطل ہے۔ اسلئے کہ یہ احتمال ہو سکتا ہے۔ کہ ان احادیث میں وضو کا حکم استحباب کے طور پر ہے۔ اور جب احتمال پیدا ہو جائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔ اور حملہ المذی منہا الوضو کو جو علی بن یقطین کی روایت میں موجود ہے۔ شیخ ابو جعفر طوسی علیہ الرحمہ نے تعجب پر محمول کیا ہے۔ یعنی چونکہ مذی کے خارج ہونیکی حالت میں وضو کا لازم نہ ہونا نہایت واضح اور ظاہر ہے۔ اسلئے گویا یہ کلام بطریق تعجب ارشاد ہوا ہے اور تعجب پر محمول کرنیکی موئید وہ روایت ہے۔ جو فتح الباری میں مسند احمد سے مروی ہے: من حدیث ھانی بن ھانی عن علی فامرت المقداد فسال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فضحک فقال فیہ الوضوء (ہانی بن ہانی نے علیؓ سے روایت کی ہے۔ کہ میں نے مقداد کو حکم دیا۔ اور اس نے آنحضرت صلعم سے پوچھا۔ پس آنحضرت نے ہنسکر فرمایا۔ اس میں وضو ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے۔ کہ ہنسی تعجب سے پیدا ہوتی ہے۔ پس اس مقام میں ہنسنا اس حمل کا قرینہ ہو سکتا ہے۔

وجہ چہارم۔ یہ کہ امام مالک بھی خروج مذی کیحالتیں وضو کے عدم انتقاض یعنی وضو نہ ٹوٹنے کا قائل ہے۔ پس اس مخصوص قول میں خاصکر امامیہ کو تشنیع کرنا بالکل بیوجہ اور تخصیص بلا مخصص میں داخل ہے۔ فقہ کے قاعدہ مقررہ کیموافق جو متن ہدایہ میں ہے مالیس بحدث لیس بناقض لیس بنجس (جو چیز کہ حدث نہیں ہے۔ یعنی ناقض وضو نہیں ہے۔ وہ نجس نہیں ہے) لازم آتا ہے۔ کہ مالک کے نزدیک مذی بھی نجس نہ ہو۔ فتامل۔

وجہ پنجم۔ یہ کہ آنجناب نے وذی کی نجاست پر استدلال فرماتے ہوئے ضمناً ارشاد فرمایا۔

AsliAhleSunnet.com

ہے۔ کہ وہ بلاشبہ غلیظ اور گاڑھا پیشاب ...... الخ۔ یہ قول بلاشبہ سداد و راستی سے عاری اور بالکل نادرست اور غلط اور محققین کی تصریحات کے سراسر خلاف ہے۔ مولانا نفیسی شرح اسباب و علامات میں فرماتے ہیں الوذی وھو رطوبۃ عزویۃ لزجۃ تسیل فی مجری البول عند ارادتہ لتغریۃ المجری لان البول لکثرۃ مقدارہ یطول زمان مرورہ علیہ وھو حاد فاحتیج الی تلک الرطوبۃ لتکسر بلعابتھا حدۃ البول فلا یجیج المجری وتولد من غدۃ موضوعۃ بقرب عنق المثانۃ بنضغط عند حرکۃ البول للخروج فیسیل منھا تلک الرطوبۃ وھی اذا کثرت غلظت وسالت بعد البول ایضاً ودی ایک لیس دار وچیپ دار رطوبت ہے۔ جو مجرائے بول میں جاری ہوتی ہے جبکہ اس مجرے کو لیس دار کرنا مقصود ہوتا ہے۔ کیونکہ بول کی مقدار کثیر اور اسکے گذرنے کی مدت طویل ہوتی ہے اور وہ تیز اور تند ہوتا ہے۔ پس ضروری ہوا۔ کہ بول کی حدت اور تندی کو اس (مذی) کے لیس اور لعاب سے توڑ دیا جائے۔ پس مجرے خراب نہیں ہوتا۔ اور مذی ایک غدود میں پیدا ہوتی ہے۔ جو مثانہ کی گردن کے قریب رکھا گیا ہے۔ جب بول نکلنے کیلئے حرکت کرتا ہے۔ تو وہ غدود دبتا ہے۔ اور اس سے یہ رطوبت جاری ہو جاتی ہے۔ اور یہ جب بکثرت ہو جاتی ہے تو غلیظ اور گاڑھی ہو جاتی ہے۔ اور پیشاب کے بعد بھی بہتی ہے) اور جبکہ بول اور ودی کی باہم مغائرت ثابت ہو گئی۔ تو جو کچھ اس پر متفرع فرمایا ہے۔ وہ بنا رفاسد علی الفاسد میں داخل اور باطل ہوا۔

وجہ ششم۔ یہ کہ اگرچہ الوذی منہ الوضوء والی روایت کی سند ضعیف ہے۔ لیکن تاہم وہ انتقاض وضو پر دلالت نہیں کرتی۔ کیونکہ ممکن ہے کہ وضو کا حکم بطور استحباب ہو۔ حالانکہ اور حدیث صحیح وضو کے واجب نہ ہونے پر دال ہے۔ علمائے امامیہ نے جمع روایات کی رو سے اس حکم وضو کو استحباب پر محمول فرمایا ہے اور روایات میں تطبیق کر کے انکی مخالفت لازم نہیں آتی۔

وجہ ہفتم یہ کہ روایات اہل سنت میں بھی ودی کی حالت میں ترک وضو کی اجازت وارد ہوئی ہے۔ صاحب مستوی نے اپنی کتاب میں ایک باب اس کیلئے مقرر کیا ہے۔ اور فرمایا ہے باب ما یروی من الرخصۃ فی ترک الوضوء من الوذی (باب ان روایات کے بیان میں۔ جو ودی سے ترک وضو میں وارد ہوئی ہیں) اور انشاء اللہ آئندہ بحث میں ان کو نقل کیا جائیگا۔ اور اس میں شک نہیں ہے۔ کہ اگر ودی وضو کی ناقض ہوتی۔ تو اس کے ترک کی اجازت

حقیقت مذی از شرح اسباب

روایات اہل سنت نیز ودی ناقض وضو نیست

AsliAhleSunnet.com

جائز نہ ہوتی۔ نیز قاعدہ مقررہ ما لیس بناقض لیس بنجس (جو چیز ناقض وضو نہیں وہ نجس بھی نہیں) کیموافق ضروری اور لازم ہے۔ کہ وذی نجس نہ ہو۔ فتبصر وتامل۔

قول مصنف تحفہ منجملہ ان احکام کے ایک حکم یہ ہے۔ کہ اگر عضو تناسل کو پیشاب کرنیکے بعد تین دفعہ جھٹکیں۔ پھر اس تین دفعہ جھٹکنے کے بعد جو کچھ نکلے۔ وہ پاک ہے۔ اور ناقض وضو بھی نہیں۔ اور یہ حکم شرع کے برخلاف ہے کہ جو چیز مسبیلین یعنی دونو رستوں سے نکلے۔ وہ نجس اور ناقض وضو ہوتی ہے۔ اور سابق کے جھٹکنے کو لاحق یعنی حال کی طہارت اور وضو کے عدم انتقاض (وضوء کے نہ ٹوٹنے) میں کیا دخل اور کونسی تاثیر ہے؟ اور یہ حکم صابئین (مجوس) کے مذہب سے مشابہ ہے۔ جو ان کی وستا نیز میں موجود ہے۔ کہ اگر کوئی شخص وضو کر کے نماز کی نیت کرلے اور اثنائے نماز میں جو حدث بھی واقع ہو۔ وہ نماز میں خلل کا باعث نہیں ہوتا۔ اور اس قسم کے مسائل کی بعینہ وہی حکایت ہے۔ کہ ایک شخص نے کسی شخص سے ملاقات کرنیکے لئے زیب و زینت کی۔ اور لباس و فرش آراستہ کیا اور مدت تک اس کے آنیکا منتظر رہا۔ جب وہ شخص آیا۔ تو ننگا ہو گیا۔ اور فرش اٹھا دیا۔ اور کہا کہ آخر یہ سب کچھ میں نے اسکی ملاقات کیلئے کیا تھا۔ گو ملاقات کیوقت میں ننگا ہو گیا۔ اور زمین پر بیٹھ گیا ہوں۔ نیز روایات آئمہ کے بھی خلاف ہے (روی ابن عیسی عن ابی جعفر علیہ السلام انہ کتب الیہ ھل یجب الوضوء اذا خرج من الذکر شئی بعد الاستبراء قال نعم (ابن عیسیٰ نے ابو جعفر باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے۔ کہ اس نے حضرت کیخدمت میں لکھا۔ کہ جب استبرا کرنیکے بعد عضو تناسل سے کچھ خارج ہو۔ تو کیا وضو واجب ہے؟ آپ نے فرمایا۔ کہ ہاں)

جواب باصواب امامیہ کے نزدیک پیشاب کے استنجا کرنیکے آداب و طریقے یہ ہیں۔ کہ جب پیشاب کرنے سے فارغ ہو جائے۔ تو ذرا صبر کرے۔ یہانتک کہ پیشاب کا آنا بند ہو جائے۔ بعد ازاں استبرا کرے۔ اور بعض علماء استبرا کے وجوب کے قائل ہوئے ہیں۔ اور اس کا کامل طریقہ یہ ہے۔ کہ بائیں ہاتھ کی درمیانی انگلی کو مقعد کے نزدیک رکھکر عضو تناسل کی جڑ تک تین دفعہ زور سے کھینچے پھر انگشت شہادت یعنی کلمہ کی انگلی کو عضو تناسل کے نیچے رکھے۔ اور انگوٹھے کو اسکے اوپر۔ اور عضو تناسل کے سرے تک تین دفعہ زور سے کھینچے۔ بعد ازاں عضو تناسل کے سرے کو پہلوؤں سے پکڑ کر تین دفعہ نچوڑے اور جھٹکے تاکہ جو پیشاب اس میں ہو وہ گر جائے۔ اور یہ بات تجربہ سے ثابت ہو چکی ہے۔ کہ ان

AsliAhleSunnet.com

عملوں کے کرنے سے پوری پوری صفائی حاصل ہو جاتی ہے۔ اور باقی اجزائے بول کے نکلنے کا احتمال باقی نہیں رہتا۔ حالانکہ بعض روایات میں وارد ہوا ہے۔ کہ اگر عصر و نتر یعنی نچوڑنے اور جھٹکنے کے بعد کچھ نکلے۔ تو وہ بول نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ حبائل یعنی رگہائے پشت سے جو ودی کا مقام ہے۔ ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ رطوبت جو استبرا کے بعد خارج ہو۔ وہ بول نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ ودی ہوتی ہے اور پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کہ ودی ناقض وضو نہیں ہے۔ اور اس عمل میں دل سے شک کو دفع کرنے کیلئے مبالغہ کیا گیا ہے۔ تاکہ صاحبان وسواس یہ گمان کر کے کہ جو کچھ خارج ہوا ہے۔ اجزاء بول کا بقایا ہے۔ اور تخیل اور توہم میں پڑ کر اس قسم کی چیزوں کے بہنے کے احساس سے جو وساوس شیطانی سے ہے پرہیز کریں۔ اور اسکی طرف ملتفت نہ ہوں۔ اور اسکی پرواہ نہ کر کے نماز کو نہ چھوڑیں اور لفظ حبائل میں بھی جو کلام امام ہمام علیہ السلام فانہ من الحبائل میں واقع ہوا ہے۔ ایک حقیقی اور واقعی اشارہ اس طرف ہے کیونکہ ممکن ہے۔ کہ حبائل جمع حبالہ اور حبالہ جمع حبل غیر قیاسی ہو جیسا کہ محقق شریف نے حاشیہ مشکوٰۃ میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔ اور اس قول میں الف لام ممکن ہے۔ کہ مضاف الیہ کی عوض ہو یعنی من حبائل الشیطان یعنی شیطان کی کمندوں اور رسیوں سے ہے۔ جو چاہتا ہے۔ کہ اس قسم کے توہمات سے لوگوں کو وسوسہ میں ڈالکر نماز سے جو بہترین عبادت ہے باز رکھے۔ اور ان لوگوں کی خذلان اور بے یاری کا باعث ہو۔ اور احادیث معتبرہ میں وارد ہوا ہے کہ وسواس شیطانی فعل ہے۔ جبکہ یہ مقدمات انجام پر پہنچ گئے۔ تو صاحبان عقل و دانش پر واضح اور لائح ہو گیا کہ فاضل مصنف کے اباطیل جن سے جناب مکرم نے اپنے توہمات سودا و یہ اور ہواجس ظلمانیہ کیموافق چہرہ صفحہ کو گناہگاروں کے نامہ اعمال کی طرح سیاہ کیا ہے۔ صفحہ ۲۷۷ باطل اور فضول ہیں۔ اب ہم اہل استفادہ کیلئے بغرض زیادتی توضیح بیان کرتے ہیں۔ کہ مصنف کا قول جو مثل بول ہے۔ چند وجوہ سے مردود اور مدفوع ہے۔

وجہ اول۔ یہ کہ اس قسم کی روایات کتب عامہ میں بھی وارد ہوئی ہیں۔ فاضل مصنف کے والد اور شیخ کتاب مسوے من احادیث الموطا میں فرماتے ہیں باب ما یروی من الرخصۃ فی ترک الوضوء من الوذی۔ مالک عن یحیی بن سعید عن سعید بن المسیب انہ سمعہ رجل یسالہ فقال انی لاجد البلل وانا اصلی فانصرف فقال لہ سعید لو سال الی فخذی ما انصرفت حتی اقضی صلوتی یعنی باب ان روایات کے ذکر میں جو وذی کے نکلنے کے سبب ترک وضو کی رخصت کے بارے میں مروی ہیں۔ مالک یحیی ابن سعید سے روایت کرتا ہے۔ اور وہ سعید بن

AsliAhleSunnet.com

مسیب ہے جو کبار تابعین اور اہلسنت کے فقہا و محدثین سے تھا۔ کہ راوی سنتا تھا۔ اور ایک شخص اس سے سوال کرتا تھا کہ میں نماز کی حالت میں تری اور رطوبت معلوم کرتا ہوں پس نماز سے پر طرف ہو جاتا ہوں تو سعید نے اس سے کہا۔ کہ اگر ایسا سیلان ہوتا۔ کہ میری رانوں پر پہنچ جاتا۔ تو میں اپنی نماز کو نہ چھوڑتا۔ جبتک کہ ختم نہ کر لیتا۔ نیز کتاب مذکور میں مرقوم ہے مالک عن الصلت ابن زبید انہ قال سألت سلیمان بن یسار عن البلل اجدہ فقال انضح ماتحت ثوبك بالماء واله عنه (مالک نے صلت بن زبید سے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے سلیمان بن یسار سے تری اور رطوبت کی بابت سوال کیا جس کو میں پاتا ہوں۔ اسنے جوابدیا کہ تو اپنے کپڑے کے نیچے کی چیز پر پانی بہالے۔ اور اسکی پروا نہ کر) اور ظاہر ہے کہ سعید بن مسیب کبار تابعین سے ہے وہ لوگ آنحضرت علیہ وآلہ السلام کی مرویہ احادیث اور صحابہ کرام کے اقوال پر عمل کرتے تھے۔ البتہ اسکا یہ قول روایات سے ماخوذ اور مستنبط ہوگا۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جو روایت بعض کتب اہل سنت میں مروی ہے۔ وہ بھی اس قول کی مؤید ہے۔ ان رجلا قال یا رسول اللہ انی کلما توضأت سال فقال اذا توضأت فسال من قرنك الی قدمك فلا وضوء علیك (ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ جب میں وضو کر لیتا ہوں۔ تو ایک تری روان ہو جاتی ہے۔ فرمایا جب تو وضو کرلے اور تیرے سر سے پاؤں تک رطوبت کا سیلان ہو جائے۔ تو تجھپر وضو واجب نہیں ہے) نیز احادیث ماثورہ میں فراغت بول کے بعد نتر کا حکم وارد ہوا ہے۔ چنانچہ احمد حنبل نے باسناد خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے اذا بال احدکم فلینتر ذکرہ ثلاث مرات جب کوئی شخص تم میں سے بول کرے پس اس پر لازم ہے۔ کہ وہ اپنے عضو تناسل کو تین دفعہ جھٹکائے۔ اور ابو داؤد نے بھی اس حدیث کو تخریج کیا ہے۔ اور شیخ جلال الدین سیوطی نے بھی جامع صغیر میں نقل فرمایا ہے۔ اور مجمع البحار میں اس حدیث کے ذکر کرنیکے بعد بیان کیا ہے النتر الجذب بقوۃ (نتر زور سے کھینچے کو کہتے ہیں) نیز مجمع البحار میں مذکور ہے ومنہ ان احدکم یعذب فی قبرہ فیقال انہ لم یکن یستنتر عند بولہ (کہ ایک شخص کو قبر میں عذاب دیا جائیگا۔ پس کہا جائیگا۔ کہ وہ پیشاب کرتے وقت نتر نہ کیا کرتا تھا) اور اس حدیث کے ذکر کرنیکے بعد بیان کیا ہے ھو استفعال من النتر یرید الحرص علیہ والاھتمام بہ وھو بعث علی التطھر والاستبراء من البول (یعنی یستنتر نتر ثلاثی مجرد کے باب استفعال سے ہے۔ اس سے اس پر حرص ولانا اور اہتمام کرنا مراد ہے۔ اور وہ پیشاب سے استبرا کرنے اور طاہر ہونے پر آمادہ کرنا ہے) اور یہ بات

AsliAhleSunnet.com

صفحہ ۵۵

نہایت واضح اور روشن ہے کہ جس عمل کے ترک پر شارع علیہ السلام سے عذاب کا وعدہ وارد ہوا ہو۔ البتہ اس میں مداہنہ اور فروگذاشت نہ کرتے ہونگے اور پیشاب کرنیکے بعد نتر کو عمل میں لاتے ہونگے پس سعید بن مسیب اور سلیمان بن یسار کا قول اس عمل کی مداومت کے باب میں اس قول کو قوت دیتا ہے کہ نتر کرنیکے بعد جو پیشاب کرنیکے بعد معمول اور دستور ہے۔ رطوبت کا پایا جانا قابل اعتبار نہیں ہے اور وہ پاک ہے۔ اور ناقض وضو نہیں۔ اور جیسا کہ روایت امامیہ میں اسکی تعلیل اس طرح پر وارد ہے کہ یہ رطوبت پشت کی رگوں میں سے آتی ہے۔ اور وذی ہے۔ اس سے بھی یہی مقصود ہے۔ کہ دل کے شک و وسواس کے رفع کرنے میں مبالغہ کیا جائے۔ علمائے اہل سنت نے انہی دو وجہوں سے تعلیل کی ہے۔ بغوی نے شرح سنت میں دل سے شک و وسواس کو دفع کرنے میں مبالغہ کرنے پر محمول کیا ہے۔ چنانچہ صاحب مسوی نے اس سے نقل کیا ہے۔ اور مسوے کے باب کا عنوان اس امر کی صریح دلیل ہے۔ کہ اسکے مصنف نے خروج وذی سے اسکی تعلیل کی ہے۔ جیسا کہ صاحبان غور وتامل پر واضح اور روشن ہے۔ پس علمائے فریقین اس حدیث کی روایت اور اسکی تعلیل بیان کرنے میں بالکل یکساں اور باہم برابر ہیں۔ محض امامیہ کو خاص طور پر اس باب میں تشنیع کرنا تخصیص بلا مخصص ہے۔ اور فاضل مصنف نے جو اپنے بعض مراسلات میں تخصیص کی یہ وجہ بیان کی ہے۔ کہ کتب اہل سنت میں بطریق روایت وارد ہوئی ہے۔ نہ کہ بطریق فتوی۔ برخلاف اس کے کتب امامیہ میں بطریق فتوی وارد ہے۔ اور نتر کے بعد پیشاب امامیہ کے نزدیک پاک ہے۔ یہ سراسر کذب وافترائے محض ہے۔ کتب امامیہ میں کہیں اس کا نشان تک بھی نہیں پایا جاتا۔ چنانچہ ناظرین کتب امامیہ پر خوب طرح ظاہر ہے۔ جو اصل حقیقت کا پتہ لگانا چاہیں۔ انکی کتابوں کا مطالعہ فرمائیں حالانکہ اہلسنت کے بہت سے علماء مثلاً اوزاعی۔ داؤد بلکہ مالک اور شافعی قائل ہیں۔ کہ بچے کا پیشاب پاک ہے۔ اگرچہ نووی نے شافعی کی طرف اس قول کی نسبت کرنیکا انکار کیا ہے۔ لیکن عینی نے اس باب میں اس کی تکذیب کی ہے۔ فتح الباری میں حدیث اتی رسول اللہ صلعم بصبی فبال علی ثوبہ الحدیث (رسولخدا صلعم کے پاس ایک بچہ لائے۔ اس نے حضرتؐ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا ... الخ) کی شرح کے ضمن میں مذکور ہے ویستفاد من الحدیث احکام منھا ان الشافعیۃ احتجوا بھذا علی ان بول الصبی یکتفی فیہ باتباع الماء ایاہ ولا یحتاج الی الغسل ومن ھذا قال بعضھم بطھارۃ بولہ وقال النووی الخلاف فی کیفیۃ تطھیر الشئ الذی بال علیہ الصبی ولا خلاف فی نجاستہ وقد نقل بعض اصحابنا اجماع العلماء علی نجاسۃ بول الصبی

بچے کا پیشاب پاک ہونے کی تحقیق

AsliAhleSunnet.com

وانہ لم یخالف فیہ الا داؤد واما ماحکاہ ابو الحسین بن بطال ثم نقل القاضی عیاض عن الشافعی وغیرہ انھم قالوا بول الصبی طاھر وینضح فحکایۃ باطلۃ قطعاً قال العینی ھذا انکار من غیر برھان ولم ینقل ھذا عن الشافعی وحدہ بل نقل عن مالک ایضاً ان بول الصبی الذی لا یطعم طاھر کذا نقل عن الاوزاعی انتھی (اس حدیث سے چند احکام نکلتے ہیں منجملہ ان کے ایک حکم یہ ہے کہ شافعیہ نے اس حدیث سے اس بات پر احتجاج کیا ہے۔ کہ بچّے کے پیشاب پر پانی کا ڈالدینا ہی کافی ہے، اور دھونیکی ضرورت نہیں ہے۔ اور اس سبب سے بعض شافعیہ بچّے کے پیشاب کی طہارت کے قائل ہوگئے ہیں۔ اور نووی کا یہ قول ہے۔ کہ جس چیز پر بچے نے پیشاب کیا ہو۔ اسکی تطہیر یعنی پاک کرنیکی کیفیت میں اختلاف ہے۔ اور اسکی نجاست میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور ہمارے بعض اصحاب نے بچّے کے پیشاب کی نجاست پر اجماع علماء کو نقل کیا ہے۔ اور یہ بیان کیا ہے کہ اس باب میں داؤد کے سوا اور کوئی خلاف نہیں لیکن ابو الحسین ابن بطال نے جو حکایت بیان کی ہے" پھر قاضی عیاض نے شافعی وغیرہ کی طرف سے نقل کیا، کہ وہ قائل ہیں کہ بچّے کا پیشاب پاک ہے۔ اور تھوڑا سا پی سکتے ہیں۔ پس یہ حکایت قطعاً باطل ہے۔ عینی کہتا ہے۔ یہ انکار بے دلیل و برہان ہے۔ یہ روایت محض شافعی ہی سے منقول نہیں ہے۔ بلکہ مالک کی طرف سے بھی ایسا ہی بیان کیا گیا ہے۔ کہ جو بچّہ کھانا نہ کھاتا ہو اُس کا پیشاب پاک ہے۔ اور اوزاعی کی طرف سے بھی ایسا ہی نقل کیا گیا ہے (یعنی وہ بھی بچّے کے پیشاب کی طہارت کا قائل ہے) اور اس باب میں کتاب مسوی کی روایات اس امر پر نص ہیں۔ کہ اس مسئلہ کا بیان فتوے کے طریق پر ہے، نہ روایت کے طور پر۔ اگر یہ قول اہل سنّت کے نزدیک اس زمانہ موجودہ میں مفتیٰ[عب] بہ نہ ہو۔ تو قرون سابقہ اور زمانہ گذشتہ میں جس کو مشہود[عہ] بالخیر جانتے ہیں اسکے مفتی بہ ہونے میں کسی قسم کا شک و ریب نہیں ہے (یعنی زمانہ سابقہ میں ضرور اس قول کیموافق فتویٰ دیا جاتا تھا) پس مصنف نے جو فرق بیان کیا ہے۔ وہ باطل اور ناقابل سماعت ہے۔ تعجب ہے کہ فاضل مصنف نے حیا و شرم کا پردہ اپنے چہرہ پر سے اُٹھا کر اپنے مشائخ کبار کے حقوق کو نافرمانی اور حقوق سے تبدیل کر دیا ہے۔ اور ان پر بذیان سرائی اور فضول گوئی کی زبان کھولی ہے۔ اور اقوال و روایات ماثورہ کے مقابل یہ الفاظ نازیبا زبان پر جاری کئے ہیں۔ کہ یہ حکم صابیین کے مذہب سے مشابہ ہے۔ جو انکی دساتیر میں موجود ہے۔ اور اگر کوئی شخص وضو کرکے نماز کی نیت

عب مفتیٰ بہ وہ قول جس کیموافق فتویٰ دیا جائے ۱۲ مترجم۔ عہ مشہود بالخیر یعنی اسکے نیک ہونیکی بابت شہادت دیگئی ہے۔ اس سے قول خیر القرون قرنی ثم یلونہم ثم یلونہم کی طرف اشارہ ہے۔ ۱۲ مترجم۔

AsliAhleSunnet.com

کرلے۔ اور اثنائے نماز میں جو حدث بھی واقع ہو۔ وہ نماز میں خلل کا باعث نہیں ہوتا۔ اور اس قسم کے مسائل کی بعینہ وہی حکایت ہے۔ کہ ایک شخص نے کسی شخص سے ملاقات کرنیکے لئے زیب و زینت کی۔ اور لباس اور فرش آراستہ کیا۔ اور مدت تک اس کے آنیکا منتظر رہا۔ جب وہ شخص آیا تو بالکل ننگا ہو گیا۔ اور فرش بھی اُٹھا دیا۔ اور کہا کہ آخر یہ سب کچھ میں نے اسی کی ملاقات کیلئے کیا تھا۔ گو ملاقات کیوقت میں ننگا ہو گیا۔ اور زمین پر بیٹھ گیا ہوں"۔ الغرض جناب کی یہ ہرزہ درائی اور بیہودہ سرائی آپکی کمال دینداری اور آدرب دانی پر دلالت کرتی ہے۔ کہ روایات مرویہ کے مقابلہ میں اس قسم کی تشنیعات فضیح اور کلمات شنیع ارشاد فرماتے ہیں۔ ان ہذا لشئی عجاب اور مُضحک اور واہی تمثیل حوالہ قلم فرمائی ہے۔ اگرچہ ممثل کے مطابق نہیں ہے۔ مگر تاہم مشترک الورود ہے۔ یعنی سنی اور شیعہ دونو کیلئے مشترک ہے۔ پس جو کچھ جواب اہلسنت کیطرف سے دیا جائے وہی جواب ہماری طرف سے تصور کر لیں۔

اثنائے نماز میں حدث کا وقوع مبطل نماز نہیں

وجہ دوم۔ یہ کہ مصنف نے جو ارشاد فرمایا ہے"۔ کہ اثنائے نماز میں جو حدث بھی واقع ہو۔ وہ نماز میں خلل کا باعث نہیں ہوتا"۔ اس کو محض صاحبین میں منحصر اور محدود کرنا یا تو مخدوم و مکرم کی غفلت و تغافل اور جہالت کی وجہ سے ہے۔ یا یہ سبب ہے کہ ان اقوال سے دانستہ تجاہل اختیار کیا گیا ہے۔ جنکی شارحین بخاری نے تصریح فرمائی ہے۔ کہ بعض فقہائے اہلسنت اس بات کے قائل ہیں۔ کہ جو چیز ابتدا میں نماز کے منعقد کرنیکو مانع ہوتی ہے۔ اگر وہ اثنائے نماز میں حادث ہو جائے۔ تو بطلان نماز کا باعث نہیں ہوتی (یعنی اس کے حادث ہونیسے نماز باطل نہیں ہوتی) اور بخاری کا مذہب بھی یہی ہے۔ فتح الباری میں باب اذا القی علی ظھر المصلی قذرا او جیفۃ لم یفسد صلوتہ (باب اس بیان میں کہ نماز پڑھنے والے کی پیٹھ پر حالت نماز میں اگر کچھ نجاست یا مردار آپڑے تو اسکی نماز فاسد نہیں ہوتی) کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں وجہ المناسبۃ بین البابین من حیث ان الباب الاول یشتمل علی حکم وصول النجاسۃ الماء وھذا الباب یشتمل علی حکم وصولھا المصلی وھو فی الصلوۃ وھذا المقدار یلحج بہ فی وجہ الترتیب انکان حکمھا مختلفا فان الباب الاول وصول البول الی الماء الراکد ینجسہ کما ذکرناہ فیہ مستقصی بما قالت العلماء فیہ۔ وفی ھذا الباب وصول النجاسۃ الی المصلی لا یفسد صلوتہ علی ما زعم البخاری فانہ وضع ھذا الباب بھذا المعنی ولھذا صرح بقولہ لم یفسد صلوتہ وھذا یمشی علی مذھب من یقول ان من حدث لہ فی صلوتہ ما یمنع انعقادھا ابتداء لا یبطل

AsliAhleSunnet.com

صلوتہ وقال الحافظ ابن حجر قولہ لا یفسد محلہ ما اذا لم یعلم بذلک وتمادی ویحمل الصحۃ مطلقاً علی
قول من یذہب الی ان اجتناب النجاسۃ فی الصلوۃ لیس بفرض قلت ھذا الکلام من نقل الرافعی
عن اصحابہ عن ذلک ان ازالۃ النجاسۃ عندہ لا یجب وعلی قول من ذھب الی منع ذلک فی الابتدأ
دون ما یطرء والیہ میل المصنف (ان دونوں بابوں میں مناسبت کی وجہ یہ ہے۔ کہ پہلے باب میں پانی
کو نجاست پہنچنے کا حکم ہے۔ اور اس باب میں مصلی کو حالت نماز میں نجاست پہنچنے کا حکم ہے۔ اور
ترتیب میں اسی قدر مناسبت دیکھی جاتی ہے۔ اگرچہ اس کا حکم دونوں میں مختلف ہے۔ باب اول میں پیشاب
کھڑے پانی کو پہنچکر اسے نجس کر دیتا ہے۔ جیسا کہ ہم نے اس باب میں علماء کے اقوال کا مطلب بیان
کیا ہے۔ اور اس باب میں نجاست مصلی کو پہنچکر اس کی نماز کو فاسد نہیں کرتی۔ جیسا کہ بخاری کا
مذہب ہے۔ اس نے اس باب کو اسی مطلب کیلئے وضع کیا ہے۔ اور اسی وجہ سے اپنے قول لم
یفسد صلوتہ (اس سے اسکی نماز فاسد نہیں ہوتی) سے تصریح کی ہے۔ اور یہ اس شخص کے
مذہب کیموافق درست ہے۔ جو اس باب کا قائل ہو۔ کہ جس شخص کو اثنائے نماز میں ایسا حدث واقع
ہو۔ جو ابتدار نماز میں انعقاد نماز یعنی نماز پڑھنے سے مانع تھا۔ اس سے (یعنی اثنائے نماز میں اس
حدث کے واقع ہونیسے) اسکی نماز باطل نہیں ہوتی۔ اور حافظ ابن حجر نے کہا ہے "قول بخاری
لایفسد کا حاصل یہ ہے۔ کہ یہ حکم اسوقت ہے۔ کہ مصلی کو نجاست لگنے کا علم نہ ہو۔ اور وہ اسی حالتمیں
نماز ختم کرے۔ اور مطلقاً صحت نماز اس شخص کے قول پر محمول ہے۔ جس کا مذہب یہ ہو۔ کہ نماز
میں نجاست سے اجتناب کرنا فرض نہیں ہے۔" میں کہتا ہوں یہ ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ رافعی کا
قول پہلے گزرا۔ جو اسنے اپنے اصحاب سے اس باب میں روایت کیا ہے۔ کہ اسکے نزدیک ازالہ نجاست
کرنا واجب نہیں ہے۔ اور اس شخص کے قول کیموافق ہے جس کا مذہب یہ ہے۔ کہ ابتدار نماز میں
نجاست کو منع کرتا ہے۔ اور اثنائے نماز میں جو نجاست طاری ہو۔ اس کو مانع نہیں۔ اور مصنف
(بخاری) بھی اسی طرف مائل ہے)

وجہ سوم۔ یہ کہ مکث (ٹھہرنا۔ دیر کرنا) تنحنح (کھنکھارنا) استبرا۔ عصر یعنی نچوڑنے۔ اور
نتر یعنی جھٹکنے کے سبب آلہ تناسل میں پوری پوری صفائی ہو جاتی ہے۔ اور نتر یعنی جھٹکنے کے بعد
جو آخری عمل ہے اجزائے بول کے خارج ہونیکا احتمال باقی نہیں رہتا۔ ان تمام عملوں کے بجالانے
کے بعد اگر کسی قسم کی رطوبت خارج ہو۔ تو وہ صاف اس امر کی دلیل ہے۔ کہ وہ وذی کی رطوبت
ہے۔ جس کو طبیعت نے مجرائے بول کی اصلاح حال کیلئے کہ پیشاب کے گزرنے سے جو ضرر

AsliAhleSunnet.com

اُسکو پہنچا ہے۔ اور ابھی تک اس کا اثر باقی ہے بھیجی ہے۔ اور مجرائے بول سے بہ گرائی ہے۔ اور ان عملوں کے بجا نہ لانیکی صورت میں مجرائے بول میں اجزائے بول کے باقی رہجانے اور انکے خارج ہونیکا احتمال باقی رہتا ہے۔ اور جو رطوبت ایسی حالتمیں خارج ہو۔ بالاجماع نجس اور ناقض وضو ہے بس اس بیان سے واضح ہوگیا۔ کہ طہارت لاحق میں نتر یعنی جھٹکنے کا اثر ضرور ہے۔ اور ثابت ہوگیا۔ کہ مصنف نے جو تحریر فرمایا ہے۔ کہ نتر کو طہارت لاحق میں کچھ اثر نہیں ہے۔ وہ حکم باطل ہے۔ جو جناب مکرم کے قلت تامل سے پیدا ہوا ہے۔ زیادہ تر تعجب کی بات یہ ہے۔ کہ بول سے استبرا کرنیکا طریق جو امامیہ کے نزدیک معمول ہے اور روزمرہ اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ بالکل ان احادیث کیمطابق ہے۔ جو اہلسنت کی کتب معتبرہ احادیث میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہیں۔ اور مالکیہ کے نزدیک بھی یہی طریقہ معمول و مستعمل ہے۔ شیخ ابوالحسن شاذلی نے منہج وقیہ شرح رسالہ غربہ میں فرمایا ہے والاستبراء واجب کما فی الصحیحین من حدیث القبرین الذین مر بهما النبی صلعم فقال اما احدهما فکان لا یستبرء من البول وهو استفراغ ما فی المخرجین من الاذی وصفته من البول ان یجعل ذکره بین السبابة و الابهام فیمرهما من اصله الی بشرته لے راسه وینتره یفعل ذلک ثلاث مرات لخفه فی السلت والنتر هکذا قال علیه الصلوة والسلام فقد روی ابن المنذر مسندا انه علیه الصلوة والسلام قال اذا بال احدکم فلینتر ذکره ثلاثا ثلاثا ویجعل بین اصبعیه السبابة والابهام فیمرهما من اصله الی بشرته والحکمة فی ذلک اخراج ما فی القضیب من بقایا البول والنتر بالمثناة فوقه بخلاف الاستنثار فبالمثلثة قاله البیانی وابن غازی فی التکمیل وقید السلت والنتر بالخفة لان الشدة فی ذلک یضر المحل ولیس علیه ان یقوم ویقعد وینتخ لکن یفعل ما براه فی حقه کافیا یعنی استبرا واجب ہے جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے۔ دو قبروں کی حدیث سے جن پر سے آنحضرت صلعم کا گزر ہوا تھا پس فرمایا۔ ان میں سے ایک شخص تو پیشاب کرکے استبراء نہ کیا کرتا تھا۔ اور استبرا کے معنی یہ ہیں۔ کہ مخرجین یعنی دونو مخرجوں کو نجاست و بول و براز کے اجزاء سے فارغ اور خالی کیا جائے۔ اور پیشاب کے استبرا کا طریقہ یہ ہے۔ کہ عضو تناسل کو سبابہ اور انگوٹھے میں لے۔ اور دونو انگلیوں کو جڑ سے سرے تک حرکت دے اور اسکو جھٹکے۔ اور اس عمل کو تین بار کرے۔ اور سوتنے اور جھٹکنے میں نرمی سے کام لے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی ارشاد فرمایا ہے۔ پس ابن منذر نے اپنی اسناد سے روایت

AsliAhleSunnet.com

کی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ جب تم میں سے کوئی شخص پیشاب کرے۔ تو اپنے ذکر کو تین تین دفعہ جھٹکے۔ اور اس کو اپنے انگوٹھے اور سبابہ کے درمیان پکڑے۔ اور ذکر کی جڑ سے لیکر سرے تک سونتے۔ اور اس عمل میں حکمت یہ ہے۔ کہ ذکر میں جو بول کا بقایا رہ گیا ہے۔ وہ خارج ہو جائے اور نتر نون اور تائے مثناۃ فوقانی سے ہے۔ برخلاف استنثار کے کہ وہ ثائے مثلثہ سے ہے۔ اسکو بیانی اور غازی نے تکمیل میں ذکر کیا ہے۔ اور سلت اور نتر یعنی سونتنے اور جھٹکنے میں خفت اور نرمی کرنیکا حکم اسلئے ہے۔ کہ سختی اور شدت اس مقام میں مضر ہے۔ آنجگہ کو ضرر پہنچاتی ہے۔ اور اس پر یہ لازم نہیں ہے۔ کہ اٹھکر کھڑا ہو۔ اور بیٹھے۔ اور تنحنح (کھنکھارنا) کرے۔ لیکن وہ کام کرے۔ جو بول کے باقی ماندہ اجزاء کے نکالنے کیلئے اپنے حق میں کافی سمجھے (ترجمہ ختم ہوا) یہ عمل باوجودیکہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نصوص سے موافقت اور مطابقت رکھتا ہے۔ لیکن مصنف تحفہ اسکو یہودیت نصرانیت ہنداًیت اور شاستر ہنود کے مشابہ جانتے ہیں۔

وجہ چہارم ۔ یہ کہ مصنف نے جو قاعدہ کلیہ ارشاد فرمایا ہے۔ کہ جو کچھ سبیلین (دونو رستوں) سے خارج ہو۔ وہ مطلقاً نجس اور ناقض وضو ہوتا ہے۔ وہ ممنوع اور باطل ہے۔ اسلئے کہ قبل سے ریح کا خارج ہونا۔ ابو حنیفہ کے نزدیک اور منی کا نکلنا شافعی کے نزدیک اور سنگریزہ اور مذی۔ اور اسی طرح سلس البول اور استحاضہ کا خارج ہونا مالک کے نزدیک۔ اور کرم کا دبر سے نکلنا مالک۔ قتادہ اور نخعی کے نزدیک۔ نیز خون کا دبر سے نکلنا مالک کے نزدیک ناقض وضو نہیں۔ حالانکہ ان سب چیزوں کا سبیلین سے نکلنا ثابت اور متحقق ہے۔ شیخ عبدالوہاب شعرانی کتاب رحمۃ للامۃ فی اختلاف الائمہ میں فرماتے ہیں۔ الخارج المعتاد من السبیلین وھو البول والغائط ینتقض الوضوء بالاجماع واما النادر کالدود والحصاۃ والریح من القبل وسلس البول والاستحاضۃ والمذی فینتقض ایضاً الا عند مالک واستثنی ابوحنیفۃ الریح من القبل فقال لا ینقض والمنی ناقض عند الثلاثۃ والاصح من مذھب الشافعی انہ لا ینقض وان اوجب الغسل (عادی طور پر جو چیز سبیلین یعنی دونو رستوں سے نکلے۔ کہ وہ پیشاب اور پاخانہ ہے۔ بالاجماع وضو کی ناقض ہے۔ اور جو چیزیں شاذ و نادر نکلتی ہیں مثلاً کرم۔ پتھری اور ریح (ہوا) جو قبل سے خارج ہو۔ اور سلس البول۔ استحاضہ اور مذی بھی ناقض وضو ہیں۔ مگر مالک کے نزدیک ناقض وضو نہیں۔ اور ابو حنیفہ نے قبل سے ہوا کے نکلنے کو اس حکم سے مستثنےٰ فرمایا ہے۔ اور کہا ہے۔ کہ وہ ناقض نہیں۔ اور منی تینوں اماموں کی

AsliAhleSunnet.com